امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ
کی
نعتیہ شاعری
تالیف
ڈاکٹر محمد سراج احمد بستوی
فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور
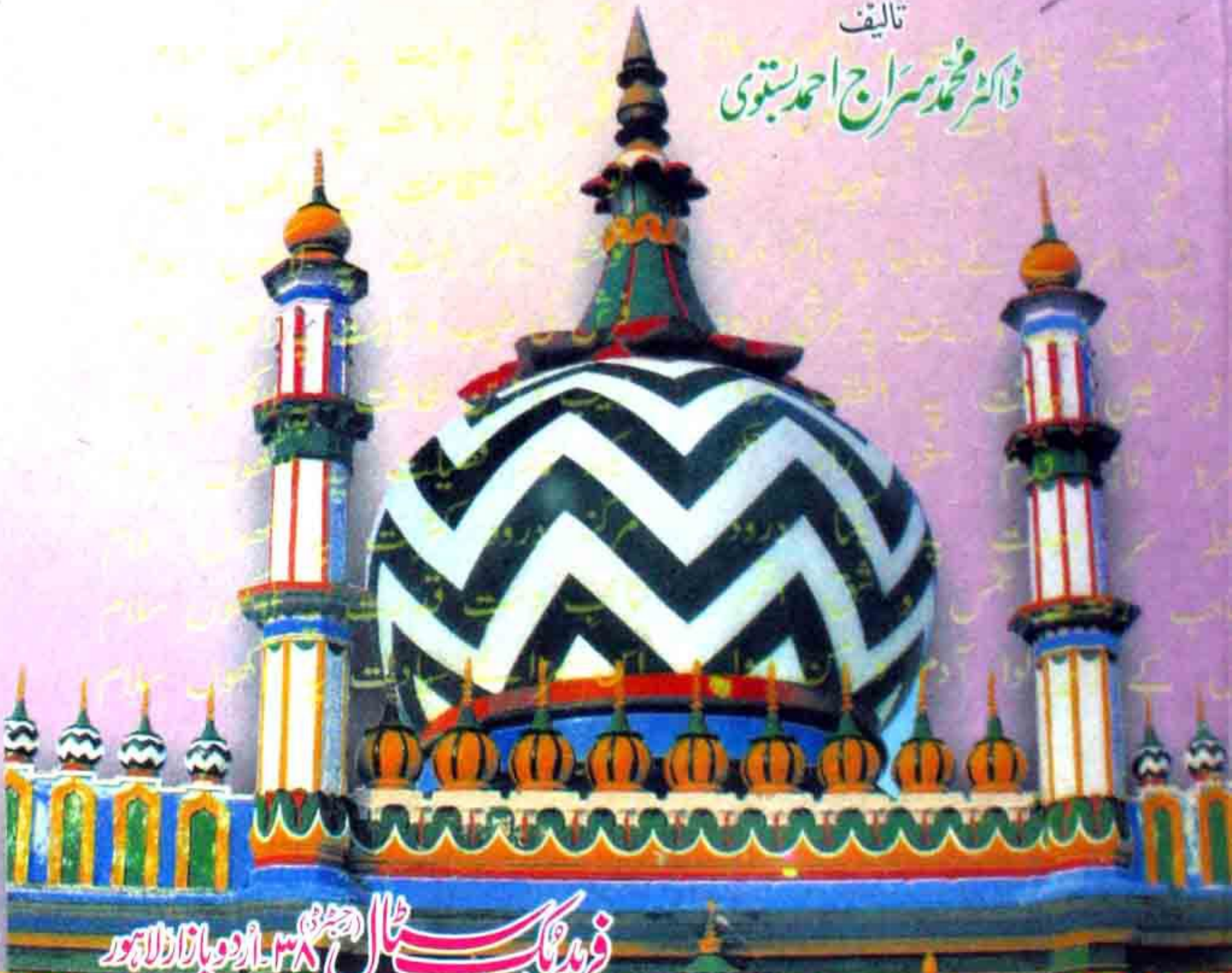
امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کی

نعتیہ شاعری

ضبعۂ بدہ

(ایک تحقیقی مطالعہ)

تالیف

ڈاکٹر محمد سراج احمد بستوی

ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)

۳۸۔اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب : امام احمد رضا خاںؒ کا نعتیہ شاعری (تحقیقی مطالعہ)

تصنیف : ڈاکٹر محمد سراج احمد بستوی (ایم۔اے۔پی،ایچ،ڈی)

مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور

تعداد : گیارہ سو

الطبع الاوّل : شعبان ۱۴۲۱ھ/نومبر ۲۰۰۰ء

قیمت : -/96 روپے

شرفِ انتساب

اپنے آقا و مولیٰ جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے نام

جنہوں نے مجھے اپنی رحمت کاملہ سے اس کام کا شعور اور اپنے درپاک کی

خاک بوسی کا شرف بخشا۔

جسے چاہا در پہ بلالیا جسے چاہا اپنا بنالیا

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

(منور بدایونی)

سگ بارگاہ

سراج احمد قادری بستوی

Phone : 242227

Halim Muslim Post-Graduate College, Kanpur

حلیم مسلم پوسٹ گریجویٹ کالج کانپور

Syed Abul Hasanat Haqqi

Convener : Board of Studies in Urdu. Kanpur University

Jt. Secretary : All India Universities Urdu Teachers Association

Convener : Northern India's Universities Urdu Teachers

PRINCIPAL

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سراج احمد صاحب سلمہٗ نے اپنے تحقیقی مقالے "مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی نعتیہ شاعری" پر ۱۲ مارچ ۱۹۹۶ء کو پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کرلی۔ اس طرح انھیں دارین کی سعادتیں مل گئیں۔ نعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کام کرنا ہماری فکری اور ذہنی رفعتوں کو پرِ پرواز عطا کرتا ہے۔

سراج سلمہٗ نے یہ کام واقعی عبادت کی طرح انجام دیا ہے۔ انھوں نے نعت گوئی کی تاریخ کا اجمالی جائزہ نہیں لیا بلکہ انھوں نے تحقیق کے [illegible] کیا۔ اس کی جزا انھیں سرکارِ مدینہ اور خالقِ کونین سے ملے گی کیونکہ خالقِ کونین ہی نے حضور پر درود و سلام بھیجنے کا ہمیں حکم دیا ہے۔ سراج سلمہٗ سے جب پہلی ملاقات ہوئی اور انھوں نے تحقیقی مقالہ لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو میں نے حسبِ عادت خوش دلی کے ساتھ ان کی بات سُنی اور بہت اخلاق کے چند کلمات سے ان کا استقبال کیا۔ مگر اندیشہ یہ بھی تھا کہ بریلی کی [illegible] کا پروردہ شاید اس راہ کی دشواریوں کی تاب نہ لا سکے۔ مگر سراج سلمہٗ نے ان اندیشوں کی ایسی نفی کی کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔

سراج سلمہٗ نے جو محنت کی سو کی مگر میری بیوی مسعودہ برد اللہ مضجعہا نے سراج سے جو مادرانہ شفقت روا رکھی شاید اس نے بھی ان کے حوصلے کو بڑھا دیا۔ اس نے توشۂ آخرت اس طرح تیار کیا کہ رہ نوردِ راہِ نعت کی دل جوئی میں خوب خوب مشغول رہیں۔ ان کو شاید معلوم تھا کہ اس کا وقتِ آخر زیادہ دور نہیں۔ اس طرح وہ آج سراج سلمہٗ کی مسرتوں میں شامل نہیں۔ کون جانے کہ اللہ نے اسے قبر میں اس خبر سے شاد کام کردیا ہو؟

اہل فکر و نظر اس مقالے کو ان شاء اللہ درجۂ اعتبار عطا فرمائیں گے۔ میں نے
بھی نعتِ نبی اکرم پر چند تحقیقی مقالے دیکھے ہیں۔ سراج صاحب سلمہٗ کی کوشش کو میں خود منفرد مقالے
دیکھتا ہوں کہ جو تفحص ان کے یہاں ہے وہ دوسری جگہ نظر نہیں آتا۔ انھوں نے اس مقالے کی تہذیب
و تدوین میں جس دقتِ نظر سے کام لیا ہے وہ اس زمانے میں شاذ ہی نظر آتا ہے۔ یہ مقالہ
دراصل دو مقالوں کا ایک مقالہ ہے۔ تاریخ نعت گوئی کا حصہ اپنے آپ میں ایک بھرپور مقالہ
ہے۔ دوسرا حصہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی نعتیہ شاعری کے لئے مختص ہے۔ اس حصہ میں
سراج سلمہٗ کی شعر فہمی کی صلاحیتوں پر خوب روشنی پڑتی ہے۔

حرفِ اعتراف کے طور پر عرض کر رہا ہوں کہ موصوف نے اپنے کرم سے یا پیار سے
مجھے اس مقالے کا نگراں مقرر فرما لیا تھا۔ مگر ساری کاوشیں خود ان کی ہیں۔ بستی (خلیل آباد) اور
کانپور کو انھوں نے گھر آنگن بنا دیا تھا۔ غلام خیر کونین اور غلام رسول یعنی حضرت دادا میاں رحمۃ اللہ علیہ
کے پوتے یعنی ابوالحسنات حقی عفی عنہ کے حصہ میں تو یہ سعادت ہے کہ دو کاوشیں ہی آگئیں کیا اس کے بعد بھی
ضرورت ہے کہ ہم خدا کی دین کا احوال پوچھنے کو وطن جائیں؟ اللہ تعالیٰ سراج سلمہٗ کو ان کے
اس تحقیقی کارنامے پر شہرتِ دوام اور سعادتِ دارین عطا فرمائے ان کے والد محمد عبد القیوم صاحب
اور مولانا قمر الحسن قمر بستوی کو اور دوسرے محبت کرنے والوں کو بھی میں مبارکباد پیش کرتا ہوں
بقول رشید احمد صدیقی ایک اقرار صالح اور باقی رہ گیا ہے کہ میری بیوی کے بعد سید عبد البرکات حقی
اور ان کی اہلیہ زہرا سلمہا نے بھی اس رہ نورد شوق کی پذیرائی میں کمی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ اس
مقالے کو ہم سب کیلئے سبب نجات بنا دے آمین

خاک در
سید ابوالحسنات حقی

اپنی بات

حضرت مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری پر تحقیقی کام کا موضوع مجھ کو "علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ" سے ملا تھا۔ اس کی داستان راستان بایں طور ہے۔ جب میں نے "اودھ یونیورسٹی فیض آباد" سے ۱۹۸۹ء میں ایم۔ اے کیا تو میرے دل میں یہ شوق و جذبہ پیدا ہوا کہ اب میں اس کے بعد تحقیقی کام کروں۔ اس وقت میری فکری پرواز ایک ایسی شخصیت کی تلاش و جستجو میں تھی کہ جو میرے تحقیقی کام کا مشیر کار اور رہنما بن سکے۔ ایک طویل کدو کاوش کے بعد میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا اور مجھے ایک ایسی مخلص و کرم فرما شخصیت مل گئی جس کو ارباب علم و دانش ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم کے نام سے جانتے ہیں۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب! "علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ" شعبہ دینیات میں لیکچرر تھے۔ میں نے اپنے عم محترم علامہ قمر الحسن قمر بستوی کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب سے بذریعہ مراسلت رابطہ قائم کیا۔ ڈاکٹر صاحب میرے چچا کے جگری دوست ہیں اس لیے کہ "علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ" ہی کے اسکالر میرے چچا بھی رہ چکے ہیں۔ اس خط میں میں نے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ آگے کا ارادہ میرا پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے کا ہے انہوں نے میری پذیرائی کرتے ہوئے "علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ" سے پی ایچ ڈی کا فارم بھروادیا۔ اور اس وقت انہوں نے میرے لیے تحقیق کا جو موضوع منتخب فرمایا تھا اس کا عنوان تھا "علمائے روہیل کھنڈ کا اردو ادب میں حصہ"

شعور کی آنکھ کھولنے کے بعد ہی سے میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کا چرچا اپنے گھر میں سنا کرتا تھا اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی۔ میرے دادا الحاج محمد اسحاق نور اللہ مرقدہ،

دینیات کی بہت اچھی معلومات رکھتے تھے "بہار شریعت" "تذکرۃ الاولیا" "تاریخ اسلام" کا وہ خالی اوقات میں اکثر مطالعہ کیا کرتے تھے اور اس اطراف و جوانب میں مولوی صاحب! کے لقب سے مشہور تھے۔

ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم صاحب! سے میں نے عرض کیا کہ میں حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ہی ذات پر کسی بھی گوشے سے تحقیق کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے میری خواہش کا احترام کرتے ہوئے مجھے مشورہ دیا کہ آپ "علمائے روہیل کھنڈ کا اردو ادب میں حصہ" کا موضوع لے لیجئے اور اس طرح آپ کافی کچھ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے حوالے سے لکھ سکتے ہیں۔ میں نے ان کی بات بہ سرو چشم تسلیم کر لی اور فارم وغیرہ بھرنے کی کارروائی پوری ہونے کے بعد واپس گھر آ گیا۔ کچھ ہی دنوں کے بعد مجھے انٹرویو کے لیے بلایا گیا۔ انٹرویو کے درمیان مجھ سے کہا گیا کہ آپ "مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری" پر کام کریں اس لیے کہ آج کل عالمی سطح پر بڑی تیز رفتاری کے ساتھ "مولانا" کی شخصیت پر تحقیقی کام ہو رہے ہیں، خاص کر پاکستان میں۔ میں نے بہ طیب خاطر اس بات کو قبول کر لیا۔ مگر ابھی گفتگو کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ میرے سامنے کچھ ایسی باتیں رکھی گئیں جس سے میرا شیش محل چکنا چور ہو گیا۔ اور میں نے اپنے سارے منصوبوں کو ترک کر دیا۔ جس کا ذکر کافی طویل ہے جو کبھی کسی اور موقع پر پوری داستان قلم بند کروں گا۔

علی گڑھ سے مایوس و محروم لوٹنے کے بعد حرماں نصیبی مجھے مکمل طور سے اپنی آغوش میں کس لینا چاہتی تھی کہ اسی درمیان میں ڈاکٹر انجم صاحب! کا دہلی سے خط آیا کہ آپ کے پی۔ ایچ۔ ڈی کا کیا ہوا؟ میں نے پوری داستان قلم بند کر کے ارسال کر دیا اور مستقبل کے خیالات تحریر کرتے ہوئے لکھا کہ لگتا ہے کہ اب میں تحقیق کا کام نہیں کر سکوں گا۔ اس خط کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے مجھے جو خط لکھا اس نے میری زندگی میں روشنی کا ایک نیا

باب کھول دیا۔ جواں مردی اور ہمت کا سہارا لے کر میں نے آگے، قدم بڑھایا تو رحمت پرودگار نے بھی خوش آمدید کہا اور پھر ایک صاحب کی وساطت سے میں اپنے کرم گستر استاذ محترم جناب پروفیسر سید ابوالحسنات حقی صدر شعبہ اردو و پرنسپل حلیم پوسٹ گریجویٹ کالج کانپور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مقصد عرض کیا۔ انہوں نے کرم فرماتے ہوئے میرے مقالے کی نگرانی کی ذمہ داری قبول کر لی۔ جس وقت میں اپنا یہ مقالہ قلم بند کر رہا تھا اس وقت مجھے بہت سارے دشوار کن مراحل سے گزرنا پڑا کبھی اپنوں نے بے اعتنائی کا مظاہرہ کیا اور کبھی غیروں نے روکاوٹیں کھڑی کیں۔ مگر میں اپنے اللہ اور اس کے رسول کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔ اس لیے کہ اس نے مجھے ایک ایسی ذات اور ایک ایسے خاندان کی رہنمائی عطا کی تھی جس کی رگوں میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خون گردش کر رہا ہے اس نے مجھے بھی کسی مسئلے میں الجھے ہوئے یا فکر مند دیکھا تو فوراً اس کا وکلپ ڈھونڈ نکالا۔ میرے نگراں محترم کتنے اچھے ہیں میں اس کو قلم بند نہیں کر سکتا غالباً ان کی طبیعت کی شرافت کی ہی بنا پر لوگ ان کو محبت سے "اچھے بھائی" کہتے ہیں یہ لفظ اپنے آپ میں عظیم سے عظیم تر ہے۔

میں نے اپنے اس مقالے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ جزو اول کا نام "نعتیہ روایت کا عروج وارتقاء" ایک تاریخی و تجزیاتی مطالعہ۔ اور دوسرے حصے کا نام۔ اپنی ہی جگہ پر ہے یعنی "مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری" ایک تحقیقی مطالعہ۔

میں نے اپنے اس مقالے میں ہر ممکن کوشش کی ہے کہ کسی طرح کی کوئی تشنگی نہ رہ جائے جس سے کہ بعد میں نعت کے موضوع پر کام کرنے والوں کو پریشانیوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اسی وجہ سے عربی، فارسی اور اردو کی نعتیہ شاعری پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ نعتیہ روایت کے فروغ وارتقاء کو عالمی زبانوں کے تناظر میں پیش کرتے ہوئے جرمنی،

فرانسیسی، انگریزی، چینی، حبشی، ترکی، ہاوسا، اندلسی، بنگالی، سندھی، بلوچی کشمیری، پشتو، گوجری، براہوی، بہاری، گجراتی، مارواڑی، میواتی، سرائیکی، ہندکی وغیرہ زبانوں میں نعت کے ذخیرے کو محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر اس کے باوجود میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میرا یہ تحقیقی مقالہ نعت کے حوالے سے اول و آخر کا درجہ رکھتا ہے۔ اس لیے کہ تحقیق و تفحص کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ روز بروز نئے نئے تجربات سامنے آرہے ہیں پھر بھی حلقہ دانشوراں سے پذیرائی کی امید ہے۔

حصہ دوم (جو آپ کے پیش نظر ہے) میں نے حضرت رضا بریلوی کی شخصیت کو آشکار کرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے۔ مگر مقالے کی طوالت اور مقصد اصلی کو پیش نظر رکھتے ہوئے چند جزوی کوششوں پر خامہ فرسائی سے چشم پوشی کی ہے۔ اس لیے کہ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت اتنی وقیع ہے کہ ان سے متعلق تمامی گوشے مستقل طور سے تحقیق و تدقیق کی دعوت دیتے ہیں۔ اور میں نے ایسے تمام گوشوں کی نقاب کشائی کر دی ہے۔ جس پر تحقیقی کام کیے جاسکتے ہیں۔

اب میں اپنے ان تمام احباب اور کرم فرما لوگوں کی سپاس گزاری ناگزیر تصور کرتا ہوں جنھوں نے کسی بھی طرح سے میرا تعاون کیا۔

ان میں سب سے پہلے اپنے استاذ گرامی پروفیسر سید ابوالحسنات حقی صدر شعبہ اردو پرنسپل حلیم مسلم پوسٹ گریجویٹ کالج کانپور کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے کہ جنھوں نے میرے اس مقالے کی نگرانی فرمائی اور اپنا قیمتی وقت دے کر حرف بحرف پڑھ کر تصحیح و توضیح فرمائی نیز میری اس کاوش کو اہل علم کے مطالعے کے لائق بنایا۔

ماہر رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج سندھ۔

ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم ریڈر شعبہ تقابل ادیان ہمدرد یونیورسٹی دہلی عم محترم حضرت علامہ

قمر الحسن قمر بستوی النور سوسائٹی ہیوسٹن امریکہ۔ سید ابوالبرکات نظمی، سید وجاہت رسول قادری صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، علامہ اقبال احمد فاروقی مہتمم مرکزی مجلس رضا لاہور ڈاکٹر مختار الدین آرزو سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ لاہور۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی استاذ حکیم اجمل خاں طبیہ کالج قرول باغ دہلی، پروفیسر غلام سمنانی، "پروفیسر" ڈاکٹر ذاکر حسین ایوننگ کالج دہلی، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ناگپوری، پروفیسر سید وحید اشرف سابق صدر شعبہ عربی فارسی مدراس یونیورسٹی۔ ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ، وغیرھم کی جناب میں ارمغان تشکر پیش کرتا ہوں کہ ان حضرات نے میری ہر مشکل مرحلے پر رہنمائی فرمائی۔

آخر میں، میں اپنے جد گرامی الحاج مولوی محمد اسحاق نور اللہ مرقدہ اور والدین کا شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے میری بہتر تعلیم وتربیت فرمائی خاص کر جد گرامی مرحوم اور عم محترم حضرت علامہ قمر الحسن قمر بستوی کا بے پناہ شکر گزار ہوں کہ اگر ان لوگوں کی سرپرستی مجھے حاصل نہ ہوتی تو میں اتنا بڑا کام کبھی بھی نہیں کر سکتا تھا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین

سراج احمد قادری بستوی

۱۲ ربیع الاول شریف ۱۴۱۸ھ

۱۸ جولائی ۱۹۹۷ء

●●

آئینہ کتاب

پہلا باب

الف

دوسرا باب

تیسرا باب

چوتھا باب

پانچواں باب

●●

پہلا باب

(الف)

خاندانی حالات

والدین، بہن، بھائی اور اولاد (ذکور واناث)

کا

تفصیلی ذکر

سعید اللہ خاں (شجاعت جنگ بہادر)

↓

سعادت یار خاں (وزیر مالیات محمد شاہ)

↓

محمد معظم خاں | محمد اعظم خاں | محمد مکرم خاں

↓ (محمد اعظم خاں)

چار صاحبزادیاں | حافظ کاظم علی خاں

↓ (حافظ کاظم علی خاں)

تین صاحبزادیاں | امام العلماء رضا علی خاں | حکیم تقی علی خاں | جعفر علی خاں

↓ (امام العلماء رضا علی خاں)

رئیس الاتقیاء مولانا نقی علی خاں والد ماجد مولانا احمد رضا بریلوی | تین صاحبزادیاں

رئیس الاتقیاء حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب والد ماجد حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب
حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ
استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب
محمد رضا خاں صاحب
تین صاحبزادیاں
(۱) حجاب بیگم
زوجہ وارث علی خاں
(۲) احمدی بیگم
زوجہ شاہ ایران خاں
(۳) محمدی بیگم
زوجہ کفایت اللہ خاں
حجۃ الاسلام حامد رضا خاں
مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں صاحب
پانچ صاحبزادیاں
(۱) مصطفائی بیگم (۲) کنیز حسن (۳) کنیز حسین (۴) کنیز حسنین (۵) مرتضائی بیگم

خاندانی حالات

سعید اللہ خاں صاحب

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا خاندان عظمت و تقدس میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ جناب سعید اللہ (شجاعت جنگ بہادر) نسلاً ملک افغانستان کے مشہور شہر قندھار کے موقر قبیلہ بڑہیچ کے پٹھان تھے۔

لفظ بڑہیچ کا لفظی تجزیہ مولانا رحمان علی نے تذکرۂ علمار ہند میں اس طرح کیا ہے۔ تجزیہ لفظ بڑہیچ:۔ بائے موحدہ تازی (ب) رائے ثقیلہ ہندیہ (ڑ) دونوں مفتوح یائے تحتانیہ ساکن (ی) جیم فارسی (چ) موقوف۔ ایک گروہ افغان کا جسے روہیلہ بھی کہتے ہیں۔ [1]

فاضل بریلوی کے مورث اعلیٰ سعید اللہ خاں صاحب شاہ محمد کے ہمراہ ہندوستان آئے اور پھر یہیں بود و باش اختیار کرلی۔ فہم و فراست میں (اتقوا فراستہ المؤمن) کی تصویر تھے۔ انتظامی صلاحیت اور سیاسی سوجھ بوجھ سے متاثر ہوکر مغل شہنشاہ نے شش ہزاری کا منصب عطا کیا اور لاہور کے شیش محل کو آپ کی جاگیر قرار دیا۔

سعادت یار خاں صاحب

جناب سعادت یار خاں صاحب جناب سعید اللہ خاں صاحب کے سعادتمند فرزند تھے امانت و دیانت آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جس کی وجہ سے حکومت وقت نے آپ کو وزیر مالیات کا

[1] ماہنامہ قاری دہلی۔ امام احمد رضا نمبر صفحہ ۵۹

عہدہ عطا کیا تھا اور ضلع بدایوں کے کئی مواضعات آپ کو جاگیر میں دیئے تھے۔ چنانچہ حکومت کی جانب سے ایک مہم سر کرنے کے لئے آپ کو روہیلکھنڈ بھیجا گیا جہاں آپ نے اپنی سیاسی سوجھ بوجھ اور جواں مردی کا خوب خوب مظاہرہ کیا۔ فتح و کامرانی نے آپ کے قدم چومے فتحیابی کے بعد شاہی فرمان پہونچا کہ آپ کو اس علاقے کا صوبیدار مقرر کیا جاتا ہے۔ مگر حیف صد حیف جس وقت آپ کو شاہی فرمان ملا اس وقت آپ دنیا و آخرت کے درمیان آخری منزل طے کر رہے تھے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

مولانا محمد اعظم خاں مغلیہ حکومت کی وزارت عُلیا کے عہدے پر فائز تھے آپ مستقلاً دہلی سے بریلی تشریف لائے اور محلہ معماران میں اقامت اختیار کی۔ کچھ دنوں تک آپ نے حکومت کے فرائض انجام دیئے۔ مگر طبیعت میں فقر و غنا تھا اسلئے دنیاوی امور سے بیزار ہو کر گوشۂ تنہائی اختیار کر لیا تارکِ دنیا ہو جانے کے بعد عبادت و ریاضت آپ کا محبوب مشغلہ ہو گیا حتیٰ کہ اسی حال میں محلہ معماران میں انتقال کیا آپ کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔

مولانا حافظ کاظم علی خاں شہر بدایوں کے تحصیلدار تھے اس زمانے کا یہ عہدہ آج کل کے ڈی ایم کے منصب کے برابر تھا دو سو سواروں کی بٹالین خدمت میں رہا کرتی تھی۔ آپ کو آٹھ گاؤں معافی جاگیر میں ملے تھے [۱]

مولانا رضا علی خاں صاحب ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے کے صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے آپ نے مولوی خلیل الرحمن شہر ٹونک (راجستھان) سے جملہ علوم متداولہ حاصل کئے بائیس سال کی عمر میں سند فراغت سے مشرف ہوئے حکومت و جہانبانی سے اس خاندان کا رشتہ آپ کے دم قدم سے منقطع ہوا اور یہ خاندان مستقلاً علم، فقر اور درویشی سے مشرف ہو گیا

---

[۱] سوانح اعلیٰ حضرت۔ مولانا بدرالدین احمد بدر اہلسنت گلشن رضا دھنباد ص ۹۴

آپ کے علم وفضل کی شہرت ہندوستان میں دور دراز مقامات تک پھیلی آپ علوم ظاہری کے علاوہ علوم باطنی خصوصاً تصوف میں اچھی دسترس رکھتے تھے۔ سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرتے تھے۔ لوگوں کے دلوں میں یہ آرزو مچل کر رہ جاتی کہ وہ سلام میں پہل کریں۔ کبھی اپنے نفس کے لئے غضبناک نہیں ہوئے حد تو یہ ہے کہ ایک بے دین نے آپ پر تلوار سے حملہ کیا تو اس کو بھی معاف فرمادیا اسی طرح ایک کنیز کے ہاتھوں آپ کا آٹھ سالہ لڑکا محمد عبداللہ خاں مارا گیا تو آپ نے اس کو آزاد فرمادیا۔ اتباع سنت میں اپنی نظیر آپ تھے ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۶ء میں انتقال فرمایا ۲ جمادی الاولیٰ کو سپرد خاک کیا گیا۔

مولانا احمد رضا خاں نے اپنے جد امجد کی ولادت، ختم درس اور وصال کی تاریخیں مندرجہ ذیل عربی اشعار میں کہی ہیں ؎

قلت فکیف یهتدی   قال اضاءنا القمر

۱۲۲۴ھ

قلت ختام درسه   قال اخار اللہ ر

۱۲۴۷ھ

قلت فعام نقله   قال محجل اعزّ

۱۲۸۲ھ

؁ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ بمبئی ص ۵

رئیس الاتقیاء حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب

رئیس الاتقیاء حضرت مولانا مفتی نقی علی خاں صاحب یکم رجب ۱۲۴۶ھ محلہ ذخیرہ بریلی میں پیدا ہوئے والد ماجد سے تعلیم و ترتیب پائی۔ فراغت کے بعد تدریس و تصنیف میں مشغول ہو گئے۔ بریلی میں فتنۂ امکان نظیر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سد باب میں سعی بلیغ کی۔

حضرت تاج الفحول کی معیت میں ۱۲۹۴ھ میں مارہرہ حاضر ہو کر حضرت شاہ آلِ رسول قدس سرہٗ کے مرید ہوئے اسی مجلس میں خلافت سے نوازے گئے ۱۲۹۵ھ میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت سید احمد زینی دحلان وغیرہ علماء کرام نے سند حدیث سے نوازا۔ ۱۲۹۷ھ ذیقعدہ بروز پنجشنبہ بوقت ظہر اکیاون برس کی عمر میں لقاء رب سے ہمکنار ہوئے۔ فرزند اکبر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بہت سے تاریخی مادے استخراج کئے انہیں میں سے ایک خاتم اجلۃ الفقہاء ہے [1]

تصانیف

فاضل بریلوی کے والد گرامی رئیس الاتقیاء حضرت مولانا مفتی نقی علی خاں صاحب ایک کثیر التصانیف عالم گذرے ہیں جن کی مشہور تصنیفات حسب ذیل ہیں۔

(۱) الکلام الاوضح فی تفسیر سورۃ الم نشرح۔ ۴۳۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب سورۃ الم نشرح کی تفسیر، مسائل دینیہ اور سیرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔

(۲) وسیلۃ النجاۃ:۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ۔

---

[1] تذکرۂ علماء اہلسنت۔ محمود احمد قادری۔ خانقاہ قادریہ اسلام آباد مظفر پور ص ۵۱/۵۲

(۳) سرور القلوب فی ذکر المحبوب

(۴) جواہر البیان فی اسرار الارکان ۔ ارکان اسلام نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے فضائل اور اسرار پر بے مثل کتاب ۔ کئی سال پہلے مکتبہ حامدیہ لاہور نے شائع کی تھی۔ امام احمد رضا نے اس کے ڈھائی صفحات کی شرح ایک مبسوط کتاب "زواہر الجنان من جواہر البیان" لکھی تھی جس کا تاریخی نام "سلطنت المصطفےٰ فی ملکوت کل الوریٰ" ہے ۔

(۵) اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد ۔

(۶) ہدایۃ البریۃ الی الشریعۃ الاحمدیہ

(۷) اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام

(۸) فضل العلم والعلماء

(۹) ازالۃ الاوہام

(۱۰) تزکیۃ الایقان

(۱۱) الکواکب الزہرا فی فضائل العلم وآداب العلماء: علم کے فضائل اور آداب علماء کے موضوع پر اس رسالہ کی احادیث کی تخریج امام احمد رضا بریلوی نے فرمائی جس کا نام "النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب" ہے۔

(۱۲) الروایۃ الرویۃ فی اخلاق النبویۃ: نبی اکرم صلی اللہ کے اخلاق کریمہ کا بیان

(۱۳) النقادۃ النقویہ فی الخصائص النبویہ: خصائص مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱۴) لمعۃ النبراس فی آداب الاکل واللباس، کھانے پینے اور لباس کے آداب

(۱۵) التمکن فی تحقیق مسائل التزین: زیب وزینت کے مسائل

(۱۶) احسن الوعار فی آداب الدعاء

(۱۷) خیر المخاطبۃ فی المحاسبۃ والمراقبۃ: محاسبۂ نفس اور مراقبہ کے مسائل

(۱۸) ہدایۃ المشتاق الی سیر الانفس والآفاق: سیر نفس اور سیر کائنات کی تفصیلات و مسائل

(۱۹) ارشاد الاحباب الی آداب الاحتساب: طلب ثواب اور اس کے آداب
(۲۰) اجمل الفکر فی مباحث الذکر: ذکر کے مسائل
(۲۱) عین المشاہدہ لحسن المجاہدہ: مجاہدۂ نفس کے مسائل
(۲۲) تشوق الاواہ الی طریق محبۃ اللہ: محبت الٰہی کے طریقے اور اس کے تقاضے۔
(۲۳) نہایۃ السعادۃ فی تحقیق الہمۃ والارادۃ: ہمت اور ارادہ کے معنی کی تحقیق
(۲۴) اقوی الذریعۃ الی تحقیق الطریقۃ والشریعۃ: شریعت و طریقت کا باہمی ربط و تعلق
(۲۵) ترویح الارواح فی تفسیر سورۃ الانشراح [1]

حسینی خانم والدۂ ماجدہ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی

مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کی والدۂ ماجدہ حسینی خانم بنت نواب اسفند یار بیگ ایک پاک سیرت و پاک طینت خاتون تھیں۔ شروع ہی سے احکام شرعیہ کی متبع و پابند رہیں کبھی کوئی کام خلاف شرع نہیں کیا۔ ان کے فہم و ذکا اور دانش و خرد کے بارے میں مولانا حسنین رضا خاں ابن استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی رقمطراز ہیں۔

" وہ مغلیہ خاندان کی بڑی غیور، انتہائی ہوشمند اور صائب الرائے خاتون تھیں۔ انہوں نے بڑی عمر پائی۔ اعلیٰ حضرت کے عہد طفلی کے اکثر حالات مجھے انہیں سے معلوم ہوئے۔ مولانا نقی علی خاں اپنے خاندان اور احباب میں سلطان عقل مشہور تھے اعلیٰ حضرت کی والدہ وزیر عقل

---

[1] سرور القلوب فی ذکر المحبوب۔ مفتی نقی علی خاں رضا اکیڈمی بمبئی (ذکر مصنف)

اور آگے چل کر فاضل مصنف اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت قبلہ حضرت حجۃ الاسلام (مولانا حامد رضا خاں صاحب بڑے صاحبزادے) کو گھر کے ایک دالان میں پڑھانے بیٹھے وہ پچھلا سبق سن کر آگے سبق دیتے تھے۔ پچھلا سبق جو سنا تو وہ یاد نہ تھا اس پر ان کو سزا دی۔ اعلیٰ حضرت کی والدہ محترمہ دوسرے دالان کے کسی گوشے میں تشریف فرما تھیں۔ انہیں کسی طرح اس کی خبر ہوگئی۔ وہ حضرت حجۃ الاسلام کو بہت چاہتی تھیں غصہ میں بھری ہوئی آئیں اور اعلیٰ حضرت قبلہ کی پشت پر ایک دوہتڑ مارا اور فرمایا تم میرے حامد کو مارتے ہو۔ اعلیٰ حضرت فوراً جھک کر کھڑے ہوگئے اور اپنی والدہ محترمہ سے عرض کیا کہ اماں اور ماریئے۔ جب تک کہ آپ کا غصہ فرو نہ ہو۔ یہ کہنے کے بعد انہوں نے ایک دوہتڑ اور مارا۔ اعلیٰ حضرت سر جھکائے کھڑے رہے یہاں تک کہ وہ خود واپس تشریف لے گئیں۔

اس وقت تو جو غصہ میں ہونا تھا ہو گیا مگر اس واقعہ کا ذکر جب کرتیں تو آب دیدہ ہو کر فرماتیں دوہتڑ مارنے سے پہلے میرے ہاتھ کیوں نہ ٹوٹ گئے کہ ایسے مطیع و فرمانبردار بیٹے کو جس نے خود کو پٹنے کے لئے پیش کر دیا دوہتڑ مارا، افسوس"[2]

مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی اپنے والدین کے بڑے ہی مطیع و فرمانبردار تھے۔ ان کی مرضی کے بغیر کوئی کام انجام نہیں دیتے تھے۔ اور ان کے والدین بھی ان کا خصوصی خیال کرتے تھے۔ مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں۔

"والدین کی اتباع کا یہ حال تھا کہ جب مولانا کے والد ماجد جناب مولانا نقی علی خاں صاحب کا انتقال ہوا۔ اپنے حصہ جائداد کے خود مالک تھے مگر سب اختیار والدہ ماجدہ

---

[1] سیرت اعلیٰ حضرت، مولانا حسنین رضا خاں صاحب۔ مکتبہ مشرق بریلی ص۵۲

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ص۹۱/۹۲

کے سپرد تھا وہ پوری مالک و متصرفہ تھیں جس طرح چاہتیں صرف کرتیں۔ جب مولانا کو کتابوں کی خریداری کے لئے کسی غیر معمولی رقم کی ضرورت پڑتی تو والدہ ماجدہ صاحبہ کی خدمت میں درخواست کرتے اور اپنی ضرورت ظاہر کرتے جب وہ اجازت دیتیں اور درخواست منظور کرتیں تو کتابیں منگواتے۔"[۱]

اور آگے چل کر فاضل مصنف اسی صفحہ پر لکھتے ہیں :

"میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا محمد رضا خاں صاحب برادر اصغر اور حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب خلف اکبر اور حضور کی اہلیہ محترمہ ۱۳۲۳ھ میں حج و زیارت کے لئے روانہ ہوئیں تو حضور (مولانا احمد رضا خاں صاحب) جھانسی تک ان کو پہنچانے تشریف لے گئے کہ وہاں سے بمبئی میل پر وہ لوگ روانہ ہوں گے جو سیدھا بمبئی جائے گا اور کہیں بدلنا نہ ہوگا۔ اس وقت تک اعلیٰ حضرت کا قصد حج و زیارت کے سفر کا بالکل نہ تھا کہ حج فرض ادا ہو چکا تھا زیارت سے مشرف ہو چکے تھے۔ صرف ان کی شایعت مقصود تھی۔ اسی درمیان میں اعلیٰ حضرت کو اپنی ایک نعتیہ غزل یاد آگئی جس کا مطلع ہے ؎

گذرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبرِ سارا ہو کر

جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

وائے محرومیِ قسمت کہ میں پھر اب کے برس
رہ گیا ہمرہِ زوّار مدینہ ہو کر

اس کا یاد آنا تھا کہ دل بے چین ہو گیا اور وہی ہوا جس کو حضور نے دوسری غزل میں یوں نظم فرمایا ہے ؎

۱؎ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین قادری بک ڈپو بریلی ص ۴۲

پھر اٹھا ولولۂ یادِ مغیلانِ عرب
پھر کھینچا دامنِ دل سوئے بیابانِ عرب

اسی وقت حج وزیارت بلکہ خاص زیارت سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قصد مصمم فرمایا لیکن والدۂ ماجدہ کی بغیر اجازت سفر مناسب نہ جانا اس لئے ان کی گاڑی چھوٹنے کے بعد بریلی واپس تشریف لائے اور والدہ ماجدہ سے اجازت کے لئے حاضرِ خدمت ہوئے جب مل گئی مطمئن ہوئے۔ ورنہ جھانسی سے واپسی کے بعد بہت پریشان نظر آتے تھے۔ اجازت مل جانے کے بعد سامانِ سفر مکمل فرمایا اور روانہ ہوئے حسنِ اتفاق کہ اعلیٰ حضرت کے پہنچنے تک وہ جہاز روانہ نہ ہوا تھا۔ سب لوگ ایک ہی جہاز میں روانہ ہوئے اور یہ مبارک سفر بخیر و خوبی انجام پایا۔ اسی سفر کے متعلق اعلیٰ حضرت کا یہ شعر ہے ؎

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے [1]

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے بہن بھائیوں کا ذکر کرتے ہوئے مولانا حسنین رضا خاں صاحب رقمطراز ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ تین بھائی تھے اور ابتداءً ان کی تین بہنیں تھیں سب سے چھوٹی بہن (محمدی بیگم زوجہ کفایت اللہ خاں) کا جوانی ہی میں انتقال ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے اور ان دو بہنوں سے چھوٹے تھے۔ مگر ربُ العزت نے ان کو عزت و وقار میں سب سے بڑا کر دیا تھا وہ اپنے بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کا برتاؤ کرتے ان کی عزت ہر چھوٹا بڑا یکساں کرتا تھا۔ [2]

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین۔ قادری بک ڈپو بریلی ص ۴۲/۴۳

[2] سیرت اعلیٰ حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب۔ مکتبہ مشرق بریلی ص ۴۵

حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی

مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کی ولادت باسعادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ
۱۴ جون ۱۸۵۶ء موافق ۱۱ جیٹھ سدی ۱۹۱۳ سمبت بروز شنبہ ظہر کے وقت شہر بریلی شریف کے
محلہ جسولی میں ہوئی۔ ۱؎

فاضل بریلوی نے اپنا سن ولادت قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے نکالا
ہے اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ
حسن اتفاق کہ اعلیٰ حضرت کی پیدائش کے وقت آفتاب منزل غفر میں تھا جو اہل نجوم کے
نزدیک بہت ہی مبارک ساعت ہے۔ ولنعم من قال ؎

دنیا ہزار حشر جہاں ہیں غفور میں
ہر منزل اپنے ماہ کی منزل غفر کی ہے

ولادت کی بشارت

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جس وقت
اعلیٰ حضرت قبلہ بطن مادر میں تھے آپ کے والد ماجد
صاحب نے ایک بہت ہی عجیب خواب دیکھا جس کی وجہ سے کچھ پریشانی سی لاحق ہوئی رات
بھر اس خواب کی فکر میں رہے اور صبح اٹھے تو بھی اس کی تشویش باقی تھی۔ صبح حضرت سراپا
فیض و برکت علامہ مولانا رضا علی خاں صاحب اور اپنے والد ماجد علیہما الرحمہ سے خواب بیان
فرمایا تو حضرت ممدوح نے فرمایا بہت مبارک خواب ہے۔ بشارت ہو کہ پروردگار عالم
تمہارے نطفہ سے ایک فرزند عطا فرمائے گا جو علم کے دریا بہائے گا جس کا شہرہ مشرق

۱؎ فقیہ اسلام مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں۔ اسلامک پبلیکیشن سنٹر پٹنہ ص ۴۵

مغرب میں پھیلے گا۔ ۱؎

پیش گوئیاں جناب علی محمد خاں اعلیٰ حضرت کے بھانجے فرماتے تھے کہ میری والدہ مرحومہ اعلیٰ حضرت کی بڑی بہن تھیں وہ فرماتی تھیں کہ جب اعلیٰ حضرت پیدا ہوئے تو میرے والد ان کو جناب دادا صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں لے گئے دیکھ کر گود میں لیا اور فرمایا یہ میرا بیٹا بہت بڑا عالم ہوگا اور جب منجھلے میاں مولوی حسن رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے تو ان کو دیکھ کر فرمایا یہ میرا بیٹا مستان ہوگا۔ ۲؎

انہیں کا بیان ہے کہ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ ایک روز کسی نے دروازے پر آواز دی اعلیٰ حضرت (کہ ان کی عمر ابھی دس برس کی تھی) باہر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک بزرگ فقیر منش کھڑے ہیں آپ کو دیکھتے ہی فرمایا، آؤ۔ آپ تشریف لے گئے۔ سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا تم بہت بڑے عالم ہو۔ ۳؎

اسم گرامی آپ کا پیدائشی نام محمد ہے اور تاریخی نام، المختار، ۱۲۷۲ھ جد امجد مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۶ء) نے آپ کا نام احمد رضا تجویز فرمایا جس نام سے آپ مشہور ہیں۔ بعد میں آپ نے اسم شریف کے ساتھ عبد المصطفیٰ کا اضافہ فرمایا۔ چنانچہ اپنے نعتیہ دیوان میں ایک جگہ فرماتے ہے

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے ۴؎

۱؎ حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفر الدین۔ قادری بکڈپو بریلی ص ۲۲
۲؎ " " " " ص ۲۱/۲۲
۳؎ " " " " ص ۲۲
۴؎ فقیہ اسلام۔ مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں۔ اطلاعک پبلیکیشن سنٹر پٹنہ ص ۱۱۹

عہد طفلی

فاضل بریلوی کے عہد طفلی کی تصویر کشی کرتے ہوئے مولانا محمود احمد قادری رقمطراز ہیں :

" اعلیٰ حضرت کا بچپن بہت ناز و نعم میں گذرا، فطری طور پر ذہین تھے اور حافظہ بلا کا قوی تھا۔ جد امجد مولانا رضا علی خاں صاحب (متوفی ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۶ء) نے عقیقہ کے دن خواب دیکھا جس کی تعبیر یہ تھی کہ فرش گیتی پر قدم رکھتے ہی یہ بچہ اپنے وقت کا فاضل و عارف ہوگا "۔ ؎۱

اور مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں :

" امام احمد رضا بریلوی کا بچپن عام بچوں سے حیرت انگیز حد تک مختلف تھا۔ چار سال کی عمر میں ناظرہ قرآن مجید پڑھ لیا۔ چھ سال کی عمر میں بڑے مجمع کے سامنے ماہ ربیع الاول میں میلاد شریف کے موضوع پر پہلی طویل تقریر کی اور تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں مروجہ علوم سے فارغ ہوئے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے ایک مرتبہ فرمایا۔ میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہو گی۔ ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ فرما ہوئے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ عربی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی میں نے فصیح عربی میں ان سے گفتگو کی اس بزرگ ہستی کو پھر کبھی نہ دیکھا "۔ ؎۲

اور ڈاکٹر حسن رضا خاں نے بھی اپنے تحقیقی مقالے " فقیہہ اسلام " میں فاضل بریلوی کے عہد طفلی کا اسی طرح ایک واقعہ نقل کیا ہے۔

" حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کا عہد طفلی بھی طہارت نفس، اتباع سنت، پاکیزہ اخلاق اور حسن سیرت کے اوصاف سے مزین تھا۔ تقریباً ساڑھے تین سال کی عمر تھی ایک نیچا کرتا پہنے ہوئے اپنے گھر سے باہر نکلے تھے کہ ایک گاڑی پر کچھ طوائفیں بیٹھی ہوئی کسی بنیں کی تقریب میں گانے بجانے جا رہی تھیں۔ ان کا سامنا ہوتے ہی فوراً اپنے کرتے کا دامن

؎۱ فقیہہ اسلام۔ مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں۔ اسلامک پبلیکیشنز سنٹر پٹنہ ص ۱۲۱

؎۲ اندھیرے سے اجالے تک۔ مولانا عبدالحکیم شرف قادری۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۹۔۸

اٹھاکر آنکھوں پر رکھ لیا۔ طوائفیں ہنسنے لگیں، ان میں سے ایک بولی واہ صاحبزادے آنکھوں کو چھپالیا اور ستر کو کھول دیا۔ برجستہ ایسا نفیس جواب عہد طفلی میں دیا کہ بڑے بڑے ماہرین نفسیات کے لیئے سر دھننے کا موقع ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے۔

یہ جواب سن کر وہ سکتہ میں رہ گئیں کہ یہ کوئی ساڑھے تین سال کا بچہ ہے یا ساٹھ سال کا ماہر نفسیات بول رہا ہے؟ [1]

غرضیکہ فاضل بریلوی کا عہد طفلی شیخ سعدی کے اس شعر کا آئینہ دار تھا ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارۂ بلندی

ورنہ پھر تین چار سال کی عمر میں اس طرح احکام شرعیہ کی پاسداری کرنا اور نفسیات کے اتنے بڑے اور اہم مسئلہ کا دو ٹوک جواب دے دینا عقل و روایت سے بہت بعید معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس طرح کے واقعات کا ظہور و صدور اسی وقت اس بات کی نشاندہی کر رہا تھا کہ یہ شخصیت افق علم پر ابھر کر مشرق و مغرب پر چھا جائے گی۔ اور آپ کے جد امجد نے جس کی شہادت دی ہے (یعنی جو علم کے دریا بہائے گا ــــــــــــــــ جس کا شہرہ مشرق و مغرب میں پھیلے گا) اس کی تصدیق و تائید کرے گی۔

---

[1] فقیہ اسلام۔ مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں۔ اسلامک پبلیکیشنز پٹنہ ص ۱۳۲/۴۱

شادی

فاضل بریلوی کا عقد مسنون شیخ فضل حسین صاحب کی صاحبزادی ارشاد بیگم سے ۱۲۹۱ھ میں سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیرائے میں ہوا۔ شیخ فضل حسین صاحب ریاست رام پور میں گورنمنٹ کی طرف سے ڈاکخانہ میں ملازم تھے۔ [1]

مجدد اسلام کے مؤلف لکھتے ہیں کہ:

"یہ شادی مسلمانوں کے لئے شرع پر عمل کا ایک بہترین نمونہ تھی۔ اپنا گھر تو اپنا گھر آپ نے لڑکی والوں کے یہاں بھی خبر بھجوادی کہ کوئی بات شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو چنانچہ ان حضرات نے بھی غلط رسم و رواج سے اتنا اجتناب کیا کہ لوگ ان کی دین داری اور پاس شرع کے قائل ہوگئے اور بڑی تعریف کی۔" [2]

بیعت وارادت

فاضل بریلوی نے بیعت وارادت کا شرف حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی سے جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ میں اپنے والد ماجد مفتی نقی علی خاں اور تاج الفحول حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی کی معیت میں خانقاہ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایٹہ پہنچ کر حاصل کیا۔

آپ کی بیعت وارادت کے بارے میں مشہور ہے کہ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ کو آپ دوپہر کے وقت روتے روتے سو گئے۔ خواب میں حضرت جد امجد علیہ الرحمہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ انھوں نے حضور کو ایک صندوقچی عطا فرمائی اور کہا کہ وہ شخص عنقریب آنے والا ہے جو تمہارے درد دل کی دوا کرے گا۔

اسی کے دوسرے دن حضرت علامہ عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بدایوں سے تشریف لائے اور آپ کو اپنے ہمراہ مارہرہ شریف لے گئے اور حضور سید شاہ آل رسول

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت - علامہ ظفر الدین بہاری - قادری بک ڈپو بریلی ص ۱۳۵

[2] مجدد اسلام - نسیم بستوی - نوری بک ڈپو کانپور ص ۴۲/۴۳

احمدی نور اللہ مرقدہ کی خدمت گرامی میں پیش کیا۔ جنہوں نے ان حضرات کو دیکھتے ہی فرمایا
" آیئے! ہم تو کئی روز سے انتظار کر رہے ہیں"
پھر آپ کو مرید کیا اور اسی وقت تمام سلسلوں کی اجازت بھی عطا کر دی۔ یعنی دولت خلافت بھی بخش دی اور جو عطیات و تبرکات سلف سے چلے آ رہے تھے وہ بھی عنایت فرمائے اور ایک صندوقچی جو وظیفہ کی صندوقچی کہی جاتی تھی اور ساتھ ہی ان وظائف کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ اس سے دیگر حاضرین و مریدین کو رشک ہوا۔ عرض کی حضور! اس بچے پر یہ کرم کیوں ہوا؟

ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم احمد رضا کو کیا جانو۔
یہ فرما کر رونے لگے اور ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن رب تبارک و تعالیٰ اگر ارشاد فرمائیگا کہ آلِ رسول! تو دنیا سے کیا لایا۔ تو میں احمد رضا کو پیش کر دوں گا"
اور فرمایا کہ یہ چشم و چراغ خاندان ہیں اوروں کو تیار ہونا پڑتا ہے یہ بالکل تیار آئے تھے انہیں صرف نسبت کی ضرورت تھی"۔ [1]

حج و زیارت

فاضل بریلوی دو بار حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے پہلی بار ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۸ء میں اور دوسری بار ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء میں (۱) الدولۃ المکیہ (۲) حسام الحرمین (۳) فتاوی الحرمین (۴) النیرۃ الوضیہ (۵) الدولۃ المکیہ (۶) کفل الفقیہ الفاہم وغیرہ کتب انہیں دونوں سفروں کا شاہکار عربی تصانیف ہیں ان میں سے بعض کتابوں پر علماء اجل نے اپنی تصدیقات و تقریظات تحریر کیں۔

یٰسین اختر مصباحی اپنے ایک مقالہ میں رقمطراز ہیں:
"سرزمین حجاز میں آپ کی بے پناہ مقبولیت کے بارے میں شیخ کریم اللہ مہاجر مدنی تلمیذ

---

[1] مجدد اسلام۔ نسیم بستوی۔ نوری بک ڈپو کانپور ص ۳۷/۳۸

شیخ الدلائل محمد عبد الحق مہاجر مکی (م ۱۳۳۳ھ) اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مدینہ طیبہ میں کئی سال سے میرا قیام ہے۔ ہندوستان سے ہزاروں اصحاب علم آتے ہیں۔ ان میں علماء، صلحاء، اتقیاء سبھی ہوتے ہیں۔ شہر کے گلی کوچوں میں ان کی آمدورفت رہتی ہے مگر ان کی طرف یہاں کے لوگوں کی توجہ نہیں ہوتی۔ لیکن بڑے بڑے علماء آپ کے پاس جوق در جوق آتے اور تعظیم و تکریم میں لگے رہتے ہیں یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے (عربی سے ترجمہ الاجازت المتینہ۔ مرتبہ مولانا حامد رضا خاں قادری بریلوی)

مشہور مورخ مولانا رحمٰن علی ممبر کونسل ریاست ریواں اسی سلسلہ میں رقمطراز ہیں۔

"روز نماز مغرب بمقام ابراہیم علیہ السلام خواند۔ بعد نماز امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بلا تعارف سابق دست صاحب (مولانا احمد رضا بریلوی) گرفتہ فرمود اِنِّی لَاَجِدُ نُورَ اللہِ مِن ھٰذَا الجبین پس صحاح ستہ و اجازت سلسلہ قادری و بستخط خاص فرمود کہ نام تو ضیاء الدین احمد است در سند مذکور تا امام بخاری علیہ الرحمہ یازدہ وسائط اند (ص ۱۶ تذکرہ علماء ہند مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۹۱۴ء)

اور دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم اعلیٰ جناب ابو الحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"علمائے حجاز سے بعض فقہی مسائل میں آپ (فاضل بریلوی) کا مذاکرہ ہوا چند رسائل لکھے اور علماء حرمین کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ بعض سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ فقہی متون اور اختلافی مسائل پر آپ کے وفور علم، وسعت معلومات، سرعت تحریر اور ذکاوت وذہانت دیکھ کر سب لوگ حیران و ششدر رہ گئے (عربی سے ترجمہ ص ۳۹-۴۰ نزہۃ الخواطر جلد ہشتم دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۹۷۰ء)[1]

---

[1] ماہنامہ حجاز لندن مارچ ۱۹۸۸ء ص ۲۳، ۲۵

مولانا حسن رضا خاں صاحب

حضرت مجدد ملت مولانا احمد رضا بریلوی کے چھوٹے بھائی۔ نام نامی حسن رضا ۴ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ سال پیدائش۔ قدوۃ العلماء مولانا رضا علی کو ان کی ولادت کی خبر دی گئی انہوں نے فرمایا "یہ بیٹا میرا مست ہوگا"

تعلیم والد اور برادر اکبر سے پائی۔ شعر گوئی میں خاص ملکہ تھا۔ فصیح الملک داغ دہلوی سے عشقیہ شاعری میں مشورۂ سخن کرتے تھے۔ نعت گوئی سے خصوصی شغف تھا قواعد شرعی کا پورا التزام کرتے تھے نعتیہ کلام کا مجموعہ " ذوق نعت " کے نام سے چھپ کر شائع ہو چکا ہے نام تاریخی ہے۔ ۲۲ رمضان ۱۳۲۶ھ سال وفات ہے"۔ [1]

ایک مقام پر حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی استاذ زمن حضرت حسن بریلوی کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں اپنے چھوٹے بھائی حسن میاں یا حضرت کافی مرادآبادی کا کلام سنتا ہوں۔ (اس لئے کہ ان کا کلام میزان شریعت میں تلا ہوا ہوتا ہے) اگرچہ حضرت کافی کے یہاں لفظ رعنا کا استعمال بھی موجود ہے۔ اگر وہ اپنی اس غلطی پر آگاہ ہو جاتے تو یقیناً اس لفظ کو بدل دیتے۔" [2]

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت حسن بریلوی اپنے زمانے میں ایک بلند پایہ اور صاحب کمال شاعر تھے۔ اولاً ان کی شاعری کا محور و مرکز صنف نازک غزل رہی مگر جب اس کی بے ثباتی کا احساس ہوا تو اپنے برادر اکبر حضرت مولانا احمد رضا بریلوی کے نقش قدم کی اتباع کرتے ہوئے نعت

---

[1] تذکرۂ علماء اہلسنت۔ مولانا محمود احمد قادری ص۷۹/۸۰

[2] معارف رضا ۱۹۸۶ء ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص۱۶۵

گوئی کو اپنی فکر کا محور و مرکز بنایا اور حضرت رضا بریلوی سے استفادہ کیا چنانچہ ایک نعتیہ مقطع میں فرماتے ہیں ؂

بھلا ہے حسن کا جناب رضا سے
بھلا ہو الٰہی جناب رضا کا

حسن بریلوی کی نعت گوئی پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب بریلوی لکھتے ہیں :

"حسن کی نعتیں پڑھنے کے بعد غالباً یہ سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ کیا نعت میں غزل کی مخصوص زبان یا پیرایۂ اظہار اختیار کیا جا سکتا ہے۔ میں نے کتنے صاحب الرائے افراد کو کہتے سنا ہے کہ غزل کی زبان میں نعت لکھنا گستاخی و بے ادبی سے عبارت ہے مگر میں ایسا نہیں سمجھتا نعت جزو شاعری بننے کے بعد سرمایۂ ادب ہے۔ لہٰذا ادب کو ادبی تنقید کی روشنی میں دیکھنا ہوگا۔ نعت اصنافِ نظم میں سے ہے جس کا تعلق توصیفِ رسول سے ہے غزل اقسامِ شعر میں سے ہے جیسے مثنوی، قصیدہ، مستزاد، مسمط وغیرہ بالفاظ دیگر نعت مضمون ہے اور غزل فارم، ہر فارم دوسرے فارم سے مختلف ہے۔

غزل کی اشاریت مضمون، لب ولہجہ، قصیدہ و مثنوی سے مختلف ہے نعت کیلئے کوئی مخصوص فارم نہیں۔ توصیف رسول شعر کی کسی بھی قسم میں کی جا سکتی ہے۔ ہم ایسے کلام کو نعتیہ غزل، نعتیہ مثنوی، اور نعتیہ قصیدہ کہتے ہیں۔ نعتیہ مثنوی و قصیدہ میں مثنوی و قصیدہ کا ماحول ملے گا تبدیلی صرف مضمون کی ہوگی یعنی اس کا تعلق بشر سے نہیں افضل البشر سے ہوگا۔ نعت کی موجودگی میں غزل غزل رہے گی۔ مثنوی اور قصیدہ میرے خیال میں تو خود اپنی جگہ یہ اعلیٰ فنکاری ہے کہ غزل کی بنیادی خصوصیات اور تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے نعت لکھی جائے لہٰذا اس طرح کی باتیں کہ یہ لفظ غزل کا ہے نعت میں کیوں استعمال ہوا متشددانہ تنقید بلکہ ناسمجھی کی باتیں ہیں۔" [1]

---

[1] چند شعرائے بریلی۔ ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب بریلوی ص۱۵۱/۱۵۷

اور رئیس المتغزلین مولانا حسرت موہانی نے حضرت حسن بریلوی کی شاعری پر یوں اظہار خیال کیا ہے:

"شاگردان مرزا داغ میں حسن مرحوم بریلوی کا پایۂ شاعری بہت بلند تھا وہ بجائے خود استاذ مستند تھے۔ انھوں نے اپنے انداز سخن کو استاذ کے رنگ کلام سے مشابہ بنانے میں اس قدر کامیابی حاصل کی ہے کہ اکثر قطعوں میں داغ و حسن کی شاعری میں فرق کرنا مشکل ہے (بحوالہ از اردوئے معلیٰ علی گڈھ جون ۱۹۱۲ء)۔" [1]

استاذ زمن حضرت حسن بریلوی کی تاریخ وصال میں قدرے اختلاف ہے تذکرۂ علمائے اہلسنت کے مرتب نے تاریخ وصال ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ کی ۲۲ تاریخ تحریر کی ہے۔ مگر فاضل بریلوی کے مرید و خلیفہ مفتی برہان الحق حضرت حسن بریلوی کی تاریخ وصال کے بارے میں اپنی کتاب "اکرام امام احمد رضا" میں رقمطراز ہیں:

"قاری بشیر الدین صاحب برابر علیل رہے ۲ شوال ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء کو صبح نماز فجر کے وقت ان کا انتقال ہو گیا دوسرے دن یعنی ۳ شوال ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء کو بریلی میں اعلیٰ حضرت کے بھائی مولانا حسن رضا خاں کا وصال ہوا ادھر سے چچا کے انتقال کا تار گیا ادھر سے مولانا حسن رضا خاں کے انتقال کا تار آیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" [2]

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت حسن بریلوی کا انتقال رمضان المبارک میں نہیں بلکہ ۳ شوال کو ہوا۔

تصانیف

(۱) ذوق نعت (۲) ثمر فصاحت (۳) دین حسن (۴) انتخاب شہادت (۵) صمصام حسن برادر فتن (۶) ساغر کیف (۷) نگارستان لطافت [3]

---

[1] سیرت اعلیٰ حضرت، مولانا حسنین رضا خاں، قادری بکڈپو بریلی ص ۱۵

[2] اکرام امام احمد رضا، مفتی محمد برہان الحق، مجلس العلماء جبلپور ص ۳۶ [3] ذوق نعت، مولانا حسن رضا بریلوی، مشرقی کتاب گھر سنبھل مراد آباد (نوٹ: مولانا حسن رضا خاں بریلوی کے نعتیہ دیوان ذوق نعت پر بھی تاریخ وصال ۳ شوال ۱۳۲۶ھ ہی تحریر ہے۔ نمونۂ کلام ماقبل میں گذر چکا ہے ۔ سراج احمد بستوی)

مولانا محمد رضا خاں صاحب

مولانا محمد رضا خاں صاحب رئیس الاتقیا حضرت مفتی نقی علی خاں صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے اور امام احمد رضا کے برادر اصغر تھے۔ امام احمد رضا سے شرف تلمذ حاصل کیا علم الفرائض میں مہارت رکھتے تھے اور وراثت کے متعلق سوالات کے جوابات تحریر فرماتے تھے آپ کی صاحبزادی حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ سے منسوب تھیں۔ مولانا حسن رضا خاں بریلوی کے وصال کے بعد امام احمد رضا کی جاگیر کا سارا انتظام آپ کے سپرد ہو گیا تھا۔ خاندان کی ساری جاگیر کا انتظام و انصرام آپ ہی کرتے تھے۔ امام احمد رضا کو آپ سے بڑی محبت تھی ایک مرتبہ آپ نے اپنی بیوی کے لئے سونے کے کڑے بنوا دیئے کسی چغلخور نے امام احمد رضا سے شکایتاً ذکر کیا آپ نے فرمایا:

"اگر ننھے میاں (مولانا محمد رضا خاں) نے یہ کڑے اپنے مال سے بنوائے ہیں تو مجھے خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا مال عطا فرمایا اور اگر میرے مال سے بنوائے ہیں تو مجھے خوشی ہے کہ ننھے میاں نے میرے مال کو اپنا مال سمجھا۔"

یہ سن کر چغل خور خاموش ہو گیا۔

مولانا محمد رضا خاں کا عرف ننھے میاں تھا اور امام احمد رضا کا عرف امّن میاں تھا مولانا محمد رضا خاں سفر حج میں بھی امام احمد رضا کے ساتھ رہے۔ مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی کے انتقال کے بعد تقریباً ۱۹۳۵ء میں ان کا انتقال ہوا۔[1]

---

[1] مکتوب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد بنام مقالہ نگار مورخہ ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

حجاب بیگم

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی سب سے بڑی بہن تھیں جو سراپا اسم با مسمّٰی تھیں۔ حجاب بیگم کا عقد مسنون وارث علی خاں سے ہوا تھا۔ حجاب بیگم بڑی ہی نیک اور عفیفہ خاتون تھیں بچپن ہی سے صلوٰۃ وصوم کی پابند تھیں۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا بچپن انہوں نے شعور وفکر کی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ بلکہ فاضل بریلوی کی ولادت کے وقت فاضل بریلوی کے بارے میں بزرگوں نے جو نشاندہیاں کی تھیں ان کی روایت انہوں نے اپنی اولادوں سے کی جیسا کہ ماقبل میں آپ کے صاحبزادے علی محمد خاں صاحب کی بیان کردہ ایک روایت گذر چکی ہے۔ ایک طویل عمر کے بعد دنیائے فانی سے دنیائے باقی کی طرف کوچ کیا۔

احمدی بیگم

فاضل بریلوی کی دوسری بہن کا نام احمدی بیگم تھا۔ ان کا نکاح شاہ ایران خاں کے ہمراہ ہوا تھا یہ بھی بڑی ہی نیک طبیعت خاتون تھیں اپنی والدہ اور بڑی بہن حجاب بیگم کی بڑی ہی مطیع وفرمانبردار تھیں۔ والدہ اور بڑی بہن کے کردار کو اپنی زندگی کی تابانی کے لئے اسوۂ حسنہ کے طور پر اختیار کیا۔ چونکہ گھر کا ماحول مکمل طور پر اسلامی تھا اس لئے بچپن ہی سے اسلامی اصول ونظریات روزہ، نماز، زکوٰۃ اوراد ووظائف وغیرہ کی پابند رہیں ایک لمبی عمر کے بعد انتقال کیا۔

محمدی بیگم

فاضل بریلوی کی تیسری بہن کا نام محمدی بیگم تھا۔ چونکہ بہنوں میں سب سے چھوٹی تھیں اسلئے ان کی پرورش بڑے ہی لاڈ اور پیار میں ہوئی۔ دونوں بڑی بہنیں حجاب بیگم اور احمدی بیگم ان سے بہت محبت کرتی تھیں۔ محمدی بیگم مزاج کی بہت شگفتہ اور ملنسار تھیں۔ شروع ہی سے والدہ اور دونوں بہنوں کے نقش قدم کو اختیار کیا۔ ان کی شادی جناب کفایت اللہ خاں سے ہوئی۔ مگر ابھی کوئی اولاد نہ ہونے پائی تھی کہ عین عالم شباب میں اللہ کو پیاری ہوگئیں۔

مولانا حامد رضا خاں صاحب حامد رضا بریلوی

مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ماہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء کو شہر بریلی میں متولد ہوئے۔ والد گرامی مولانا احمد رضا فاضل بریلوی نے آپ کا نام "محمد" رکھا اور عرفی نام حامد رضا رکھا پورے نام کی توضیح محمد اقبال احمد قادری نے اپنے ایک مضمون میں اس طرح کی ہے۔

"شہزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں بریلوی قادری رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۲ھ میں ربیع الاول شریف کے مبارک مہینے میں اس دار فانی میں تشریف لائے آپ ہندوستان کے مشہور عظیم روحانی و علمی خاندان میں بریلی شریف میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا نام محمد رکھا اور عرف میں استعمال کرنے کے لئے حامد رضا تجویز فرمایا۔ اگر علم اعداد کی روشنی میں آپ کے نام کا تجزیہ

کیا جائے تو لفظ "محمد" کے بانوے (۹۲) عدد بنتے ہیں جو آپ کی ولادت پر دلالت کرتے ہیں۔ چونکہ آپ ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اور اگر لفظ حامد رضا کا علم اعداد سے تجزیہ کیا جائے تو عدد تیرہ سو باسٹھ بنتے ہیں جو آپ کے وصال پر دلالت کرتے ہیں چونکہ آپ کا وصال ۱۳۶۲ھ میں ہوا"۔ ؎۱

جملہ علوم مروجہ و متداولہ کی تعلیم و تکمیل والد ماجد مولانا احمد رضا فاضل بریلوی سے کی عربی زبان و ادب پر اچھی گرفت تھی۔ آپ کی عربی زبان پر دسترس و مہارت کے بارے میں مفتی اعجاز ولی خاں بریلوی لکھتے ہیں:

"مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۳۴۲ھ ۱۹۲۴ء میں حجاز مقدس کے وزیر دفاع حضرت سید حسین دباغ رحمۃ اللہ علیہ ان مظالم کا ذکر کر رہے تھے جو اہل حرمین و مقابر مطہرہ پر کئے جا رہے تھے اور حضرت امام حجۃ الاسلام قدس سرہ ان کے ساتھ برجستگی کے ساتھ عربی میں گفتگو فرما رہے تھے۔ چنانچہ خود حضرت سید حسین دباغ نے فرمایا کہ میں نے اکناف و اطراف ہند کا دورہ کیا مگر ایسی تیز اور نفیس و سلیس عربی بولنے والا دوسرا نظر نہ آیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ ترکی سے سید محمد مالکی تشریف لائے گفتگوئیں ہوئیں۔ بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور یہی فرمایا کہ طول و عرض ہند میں ان جیسا عربی بولنے والا کوئی نہ ملا"۔ ؎۲

برسہا برس تک دار العلوم منظر اسلام بریلی میں درس حدیث و تفسیر دیا۔ آپ کا درس بیضاوی، شرح عقائد نسفی، شرح چغمینی بہت مشہور تھا اتنی واضح اور مفسر تقریر کرتے تھے کہ طلبہ کے ذہن میں بڑی آسانی کے ساتھ اتر جاتی تھی۔

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب نے کچھ تاریخی اور مثالی کارنامے بھی انجام دیئے جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو سب سے پہلے آپ ہی نے

؎۱ ماہنامہ سنی دنیا بریلی، جنوری ۱۹۹۰ء ص ۲۱

؎۲ معارف رضا ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۶۹/۲۷

اس کا رد فرمایا۔ اور اس کے جھوٹے ہونے پر بے شمار براہین و دلائل پیش کئے۔ جس کا ذکر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اس طرح کیا ہے:

" مرزا غلام احمد قادیانی انگریزوں کے خیر خواہ اور انگریز ان کے خیر خواہ۔ بقول علامہ اقبال " قادیانی تحریک کے بیرون ممالک میں پہلے مراکز دو کنگ (انگلستان) اور عاشق آباد (روس) میں قائم ہوئے " بہر کیف مرزا کے خلاف سب سے پہلے امام احمد رضا کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں نے قلم اٹھایا ۱۳۱۵ھ ۱۸۹۷ء میں کانپور سے موصولہ ایک استفتار کے جواب میں قادیانیوں کے خلاف یہ رسالہ تصنیف فرمایا۔ الصارم الربانی علی اسراف القادیانی،" [1]

حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں عربی فارسی اور اردو شعر گوئی پر بھی قدرت رکھتے تھے اور بلا تکلف مذکورہ زبانوں میں سخن طرازی کرتے تھے۔ جس کو ہم اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کو شعر گوئی اپنے والد ماجد حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی سے ترکہ میں ملی تھی۔ خود فاضل بریلوی نے اپنے دواوین میں مولانا حامد رضا خاں کا ذکر اس طرح کیا ہے ؎

اَنَا مِنۡ حَامِدۡ رَضَا مِنّی کے جلووں سے
بحمد اللہ رضا حامد اور حامد رضا تم ہو [2]

تیرے رضا پر تیری رضا ہو
اس سے غضب تھراتے یہ ہیں

---

[1] گناہ بے گناہی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مرکزی مجلس رضا لاہور ص۲۵

[2] معارف رضا ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص۲۶۷

بلکہ رضا کے شاگردوں کے
ناموں سے گھبراتے یہ ہیں

حامد منّی وانا من حامد
حمد سے ہمد کماتے یہ ہیں [1]

نمونۂ کلام حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں سے

ہیں عرش بریں پر جلوہ فگن محبوب خدا سبحان اللہ
اک بار ہوا دیدار جسے سو بار کہا سبحان اللہ
حیران ہوئے برق اور نظر اک آن ہے اور برسوں کا سفر
راکب نے کہا اللہ غنی مرکب نے کہا سبحان اللہ
طالب کا پتہ مطلوب کو ہے مطلوب ہے طالب سے واقف
پردہ میں بلا کر مل بھی لئے پردہ بھی رہا سبحان اللہ
ہے عبد کہاں معبود کہاں معراج کی شب ہے راز نہاں
دو نور حجاب نور میں تھے خود رب نے کہا سبحان اللہ
سمجھے حامد انسان ہی کیا یہ راز ہیں حسن و الفت کے
خالق کو حبیبی کہنا تھا خلقت نے کہا سبحان اللہ [2]

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں کو بیعت و خلافت حضرت سید الشاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی سے حاصل تھی اور جمیع سلاسل کی اجازت و خلافت والد ماجد سے بھی حاصل تھی۔ حجۃ الاسلام کا وصال عین بحالت نماز میں ہوا۔

---

[1] معارف رضا ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۹۵
[2] " " " " " " ص ۲۸۹

آپ ۱۷ ر جمادی الاول ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء بعمر ۷۰ سال عین حالتِ نماز میں دوران تشہد ۱۰ بجکر ۴۵ منٹ پر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ۱ٍ

تصانیف

(۱) مجموعہ فتاویٰ
(۲) الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی
(۳) ترجمہ الدولۃ المکیہ
(۴) ترجمہ حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین
(۵) نعتیہ دیوان
(۶) حاشیہ ملا جلال۔ ۲ٍ

مولانا مصطفےٰ رضا خانصاحب مفتی اعظم ہند نوری بریلوی

مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کے چھوٹے صاحبزادے تھے ۲۲ ر ذی الحجہ سنہ ۱۳۱۰ھ سنہ ۱۸۹۲ء ۱۸ ر جولائی کو سرزمین بریلی شریف میں متولد ہوئے۔ ۳ٍ
پیر و مرشد حضرت مخدوم سید شاہ ابوالحسین احمد نوری جانشین حضرت شاہ آل رسول مارہروی نے آل رحمٰن ابوالبرکات محی الدین جیلانی نام تجویز فرمایا اور محمد کے نام پر عقیقہ ہوا اور مصطفیٰ رضا عرف قرار پایا۔ ۴ٍ

۱ٍ تذکرہ مشائخ قادریہ۔ مولانا عبدالمجتبیٰ قادری صفحہ ۵۵ ۲ٍ فقیہ اسلام۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں پٹنہ ص ۲۳۷
۳ٍ تجلیات نوری، اقبال احمد قادری بزم حامد رضا کراچی ص ۳
۴ٍ مفتی اعظم ہند، عبدالنعیم عزیزی اختر رضا بک ڈپو بریلی ص ۳۶

آپ کی ولادت سے قبل فاضل بریلوی نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی تھی کہ اے رب کریم مجھے ایسی اولاد سے سرفراز فرما جو عرصۂ دراز تک تیرے دین اور تیرے بندوں کی خدمت کرے۔
ایک بار جبکہ آپ اپنے مشائخ سلسلہ کے آستانے پر (مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ) حاضر تھے وہیں خواب دیکھا کہ ان کے گھر فرزند تولد ہوا ہے اور آپ نے خواب ہی میں اس کا نام "آلِ رحمٰن" رکھا اسی دوران مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی ۱۳۲۴ھ نے بعد نماز عصر اچانک آپ سے فرمایا۔ مولانا صاحب بریلی میں آپ کے گھر ایک صاحبزادے کی ولادت ہوئی ہے مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ اس کا نام آلِ رحمٰن رکھا جائے۔ جب میں بریلی آؤں گا تو اس بچے کو ضرور دیکھوں گا۔" ۱؎

حضرت مفتی اعظم قدس سرہ نے اصل تربیت اور تعلیم تو اپنے والد ماجد امام احمد رضا قدس سرہ سے پائی۔ علوم دینیہ کی تکمیل بھی اپنے والد ماجد سے ہی کی۔ تاہم مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کے حکم سے جن دیگر مشاہیر اساتذہ کرام سے خصوصی شرف تلمذ حاصل کیا ان کے اسمار گرامی یہ ہیں۔
(۱) استاذ الاساتذہ علامہ شاہ رحم علی نگلوری (م ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء) تلمیذ مولانا سید عبدالعزیز منطقی (م ۱۳۲۴ھ) تلمیذ علامہ عبدالحق خیرآبادی (م ۱۳۱۶ھ)
(۲) حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا بریلوی (م ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء) تلمیذ و فرزند اکبر امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ
(۳) شیخ العلمار حضرت علامہ سید بشیر احمد علی گڑھی تلمیذ مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھی (م ۱۳۳۴ھ)
(۴) شمس العلمار علامہ ظہور الحسن فاروقی رام پوری (م ۱۳۴۲ھ) تلمیذ مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی تلمیذ خاتم المحدثین علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی و تلمیذ رشید علامہ عبدالحق خیرآبادی (م ۱۳۱۶ھ)۔ ۲؎

۱؎ ماہنامہ استقامت کانپور مفتی اعظم ہند نمبر ماہ مئی ۱۹۸۳ء ص ۳۶
۲؎ مفتی اعظم اور ان کے خلفار (ج ۱) محمد شہاب الدین رضوی، رضا اکیڈمی بمبئی ص ۳۰/۳۱

فتویٰ نویسی

۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں حضرت مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی کسی کام سے اپنے خاندانی دارالافتار" رضوی دارالافتار" میں تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً اٹھارہ سال کی رہی ہوگی۔ دیکھا کہ وہاں ملک العلمار مولانا شاہ ظفرالدین بہاری اور مولانا عبدالرشید عظیم آبادی فتویٰ لکھنے کے لیے رضاعت کے کسی مسئلہ پر ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کر رہے ہیں۔ بات کچھ پیچیدہ ہوئی تو مولانا ظفرالدین بہاری اٹھے تاکہ الماری سے فتاویٰ رضویہ نکال کر دیکھیں اور اس سے استفادہ کریں۔

حضرت مفتی اعظم ہند یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے آپ نے بڑی ہی حیرت کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

• تو عمری کا زمانہ تھا میں نے کہا فتاویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہو۔

مولانا نے فرمایا، اچھا تم بغیر دیکھے لکھ دو تو جانوں"

میں نے فوراً لکھ دیا وہ رضاعت کا مسئلہ تھا"[1]

جب وہ فتویٰ تصحیح اور نظر ثانی کے لیے والد گرامی حضرت مفتی احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے پاس پہنچا تو آپ نے دیکھتے ہی تحریر پہچان لی۔ دریافت فرمایا: یہ فتویٰ کس نے لکھا ہے تو لے جانے والے نے جواب دیا چھوٹے میاں نے (گھر میں لوگ پیار میں مفتی اعظم کو چھوٹے میاں کہتے تھے) فاضل بریلوی نے آپ کو طلب فرمایا۔ آپ حاضر ہوئے دیکھا کہ والد گرامی کا چہرہ خوشیوں سے تمتما رہا ہے اور پورا وجود نور میں نہلایا ہوا ہے۔ تبسم ریز ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اس پر دستخط کر دو۔ دستخط کروانے کے بعد خود "صح الجواب بعون الملک العزیز الوہاب" لکھ کر دستخط فرمایا۔

فتویٰ نویسی کے اس حسن آغاز پر فاضل بریلوی نے مفتی اعظم کو پانچ روپے عطا کر کے ارشاد فرمایا:

• تمہاری مہر بنوا دیتا ہوں اب فتویٰ لکھا کرو اپنا رجسٹر بنا لو اس میں نقل بھی کیا کرو۔"[2]

---

[1] مجلہ جدید دہلی ماہ ستمبر اکتوبر ۱۹۹۰ء ص ۳۰

[2] " " " مفتی اعظم نمبر ص ۳۰

مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی کی شہرت کا راز ان کی فتویٰ نویسی ہے آپ نے عالمی پیمانے پر فتویٰ نویسی کی۔ مستفتی کو مطمئن کر دینا آپ کی فتویٰ نویسی کی خصوصیت تھی۔ فتویٰ نویسی میں مفتی اعظم کی اپنی ایک الگ ہی روش تھی۔ شریعت مطہرہ کے اصل حکم کو بلا رو رعایت صادر کر دیا کرتے تھے کبھی کسی کی کوئی رعایت نہ کی چاہے مستفتی اپنا ہو یا پرایا، فرد ہو یا جماعت، شہر ہو یا ملک ہر ایک کے ساتھ ایک ہی سلوک ایک ہی انداز اختیار کیا۔

ایک مرتبہ جنرل ایوب خاں کے دور حکومت میں پاکستان میں رویت ہلال کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے ذمہ عید و بقرعید کے موقعوں پر ہوائی جہاز سے پرواز کر کے چاند دیکھنا تھا۔ اور اس کے بعد رویت ہلال کمیٹی کی شہادت پر حکومت کی جانب سے چاند کی رویت کا اعلان ہوتا تھا۔

ایک دفعہ عید کے موقع پر ۲۹ رمضان المبارک کو اس کمیٹی کے ارکان ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنے کے لئے فضا میں گئے۔ مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) ہوتے ہوئے واپس ہو کر چاند کی رویت کی خبر حکومت کو دی۔ جس کے باعث حکومت پاکستان نے تمام ذرائع ابلاغ کے ذریعہ چاند کی رویت کا اعلان کر دیا۔ مگر حکومت کے اس اعلان پر علماء کرام نے کوئی توجہ نہیں دی جس سے پاکستان میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ دنیائے اسلام کے بیشتر ممالک سے فتاویٰ منگائے گئے اسلامی ممالک سے آنے والے تقریباً سارے مفتیان کرام کے فتاوے حکومت پاکستان اور رویت ہلال کمیٹی کی تائید و تصدیق میں تھے۔ مگر مفتی اعظم کا فتویٰ کچھ اور ہی کہہ رہا تھا آپ نے فرمایا:

"چاند کو زمین سے دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا حکم ہے اور جہاں چاند نظر نہ آئے وہاں شرعی شہادت پر قاضی شرع حکم دے گا۔ چاند کو سطح زمین سے ایسی جگہ سے جو زمین سے ملی ہو۔ وہاں سے دیکھنا چاہیئے۔ رہا جہاز سے چاند دیکھنا تو یہ غلط ہے چونکہ چاند غروب ہوتا ہے فنا نہیں ہوتا اس لئے کہیں چاند ۲۹ کو اور کہیں ۳۰ کو نظر آتا ہے۔ اور اگر جہاز میں چاند

---

(۱) مفتی اعظم اور ان کے خلفاء۔ شہاب الدین رضوی، رضا اکیڈمی بمبئی ص ۹۰

دیکھ کر رویت کا اعلان درست ہوتا تو مزید بلندی پر جا کر ۲۷، ۲۸ تاریخ کو بھی نظر آسکتا ہے تو کیا ۲۷، ۲۸ تاریخ کو چاند دیکھ کر یہ حکم صادر کیا جا سکتا ہے کہ اگلے روز عید یا بقرعید ہے اسی طرح جہاز سے چاند دیکھ کر یہ فتویٰ صادر کرنا کہ ۲۹ کا چاند دیکھنا معتبر ہے بھلا کس طرح صحیح ہوگا۔" فقیر مصطفیٰ رضا قادری

حضرت مفتی اعظم ہند کے اس فتویٰ کو پاکستان کے ہر اخبار میں جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا گیا اور اگلے ماہ ۲۷، ۲۸ تاریخوں میں حکومت کی جانب سے اس بات کی تصدیق کرائی گئی تو بلندی پر پرواز کرنے پر چاند نظر آگیا۔ تب حکومت نے مفتی اعظم ہند کے فتویٰ کو تسلیم کرکے رویت ہلال کمیٹی توڑ دی اور وہاں کے تمام مفتیان کرام نے مفتی اعظم کے علم و فضل کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں اور اس کے بعد ہوائی جہاز کے ذریعہ چاند دیکھنے کا سلسلہ منسوخ کر دیا گیا" ؎۱

یوں ہی ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء میں ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ایک بھیانک طوفان نے سر ابھارا تو اس کے بھی انسداد کے لئے مفتی اعظم ہند نوری بریلوی آگے بڑھے۔ وہ طوفان نسبندی کا تھا۔ حکومت ہند ہندوستانی علماء سے نسبندی کے جواز پر فتویٰ کے لئے دباؤ ڈال رہی تھی کہ علماء کرام اس کے جواز کا حکم صادر کریں جس سے حکومت کی پالیسی ضبط ولادت کا مکمل طور پر نفاذ ہو سکے۔ کچھ لوگ حکومت کے دباؤ اور دنیاوی منفعت کے لالچ میں آبھی گئے اور انہوں نے اس طرح کے بیانات دیئے۔ مگر مفتی اعظم نے اس وقت اعلائے کلمۃ الحق کرتے ہوئے فتویٰ صادر فرمایا:

"نسبندی حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے" ؎۲

چونکہ اس وقت تمام ذرائع ابلاغ پر حکومت کا سخت کنٹرول تھا وسائل اطلاعات و نشریات منجمد ہو کر رہ گئے تھے۔ حکومت کی سخت پابندیوں کے باوجود بلا خوف و خطر مولانا مصطفیٰ

؎۱ مفتی اعظم اور ان کے خلفاء ۔ شہاب الدین رضوی ۔ رضا اکیڈمی بمبئی ص ۸۹/۹۰

؎۲ " " " " " ص ۹۱

رضا خاں ابن مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے کثیر تعداد میں مذکورہ فتویٰ کا سائیکلو اسٹائل کرا کے ملک کے گوشے گوشے میں پہونچایا۔

غالباً انہیں عظیم فتووں اور کارناموں کی وجہ سے عالم اسلام نے آپ کو مفتی اعظم کا خطاب دیا۔ لوگ ان کی حیات میں تو ان کو مفتی اعظم کہہ کر پکارتے ہی رہے مگر آج ان کے پردہ فرما جانے کے بعد بھی لوگ انہیں مفتی اعظم کہہ کر ہی یاد کرتے ہیں۔ اور آپ کو مفتی اعظم کہنے پر کسی نے کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔

شاعری

بڑے بھائی مولانا حامد رضا خاں حامدؔ بریلوی کی طرح مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوریؔ بریلوی کو بھی نعت گوئی والد گرامی مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے ورثہ میں ملی تھی۔ آپ ایک خوش نغز نعت گو شاعر تھے اور جمیع اصناف سخن میں نعت گوئی کرتے تھے زبان و اسلوب آپ کو وراثت میں ملا تھا۔ عربی فارسی اردو تینوں زبانوں کے ماہر تھے لسانیات پر اچھی دسترس تھی۔ اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا سید ابوالحسین احمد نوریؔ مارہروی کی طرف منسوب کرتے ہوئے نوریؔ تخلص اختیار کیا۔ آپ کا نعتیہ دیوان "سامان بخشش" مختلف مطابع سے متعدد بار شائع ہو کر ارباب سخن سے دادِ سخن وصول کر چکا ہے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ کیجیے ؎

تو شمع رسالت ہے عالم ترا پروانہ
تو ماہِ نبوت ہے اے جلوۂ جانانہ

جو ساقی کوثر کے چہرے سے نقاب اٹھے
ہر دل بنے میخانہ ہر آنکھ ہو پیمانہ

دل اپنا چمک اٹھے ایمان کی طلعت سے
ہوں آنکھیں بھی نورانی اے جلوۂ جانانہ

سرشار مجھے کر دے اک جام لبالب سے
تا حشر رہے ساقی آباد یہ میخانہ

ہر پھول میں بو تیری ہر شمع میں ضو تیری
بلبل ہے ترا بلبل پروانہ ہے پروانہ

سنگِ درِ جاناں پر کرتا ہوں جبیں سائی
سجدہ نہ سمجھ زاہد سر دیتا ہوں نذرانہ

آباد اسے فرما ویراں ہے دلِ نوری
جلوے ترے بس جائیں آباد ہو ویرانہ

وفات ۹۱ سال کی عمر میں جمعرات کی شب ایک بجکر چالیس منٹ پر ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ کو وصال فرمایا۔ متعدد لوگوں نے تاریخ وصال لکھی۔ مفتی مظفر احمد بدایونی یوں لکھتے ہیں ؎

شمع خاموش دل ہیں پژمردہ
مفتیٔ ہند تیری رحلت پر
سالِ رحلت مظفر عاصی
لکھ دے ۶۰ ع "خانِ رضا" تربت پر [1]

۱۴۰۲ھ

تصنیفات اور حواشی

(۱) اشد الباس علی عابد الخناس ۱۳۲۸ھ
(۲) الکاوی فی العاوی والغاوی ۱۳۳۰ھ
(۳) القسم القاصم للاسم القاسم ۱۳۳۰ھ
(۴) نور الفرقان بین جند الالٰہ واحزاب الشیطان ۱۳۳۰ھ

---

[1] استقامت کانپور مفتی اعظم نمبر ص ۳۴۷

(۵) واقعات السنان فی حلقة مسماة ببسط البنان — ۱۳۳۰ھ

(۶) الرمح الدیانی علی راس الوسواس الشیطانی — ۱۳۳۱ھ

(۷) وقایۃ اہلسنت — ۱۳۳۲ھ

(۸) الہی ضرب بہ اہل الحرب — ۱۳۳۲ھ

(۹) ادخال السنان الی الحنک الحلقی لبسط البنان — ۱۳۳۲ھ

(۱۰) نہایۃ السنان — ۱۳۳۲ھ

(۱۱) صیلم الدیان لتقطیع حبالۃ الشیطان — ۱۳۳۲ھ

(۱۲) سیف القہار علی العبد الکفار — ۱۳۳۲ھ

(۱۳) نفی العار من معائب المولوی عبد الغفار — ۱۳۳۲ھ

(۱۴) النکتۃ علی مرأۃ کلکتہ — ۱۳۳۲ھ

(۱۵) مقتل کذب وکید — ۱۳۳۲ھ

(۱۶) مقتل اکذب واجہل — ۱۳۳۲ھ

(۱۷) الموت الاحمر علی کل انحس اکفر — ۱۳۳۷ھ

(۱۸) ملفوظات امام احمد رضا خاں صاحب بریلوی (چہار حصص) — ۱۳۳۸ھ

(۱۹) الطاری الداری لہفوات عبد الباری (تین حصص) — ۱۳۳۹ھ

(۲۰) القول العجیب فی جواز التثویب — ۱۳۳۹ھ

(۲۱) طرق الہدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجہاد — ۱۳۴۱ھ

(۲۲) حجۃ واہرہ بوجوب الحجۃ الحاضرۃ — ۱۳۴۲ھ

(۲۳) القسورۃ علی ادوار الحمر الکفرہ — ۱۳۴۳ھ

(۲۴) سامان بخشش عرف گلستان نعت نوری — ۱۳۵۴ھ

(۲۵) فتاویٰ مصطفویہ (دو حصص) — ۱۳۵۹-۴۹

(۲۶) شمائم العنبر فی جواب سوال ممبئی
(۲۷) تنویر الحجۃ بالتواء الحجہ
(۲۸) وہابیہ کی تقیہ بازی
(۲۹) مسائل سماع
(۳۰) الحجۃ الباہرہ
(۳۱) نور العرفان
(۳۲) داڑھی کا مسئلہ
(۳۳) ہشتاد بید و بند
(۳۴) طرد الشیطان
(۳۵) سلک مراد آباد پر معترضانہ ریمارک
(۳۶) سل الحسام الہندی لنصرۃ سیدنا خالد نقشبندی
(۳۷) کانگریسیوں کا رد
(۳۸) کشف ضلال دحواشی وتکمیلات الاستمداد
(۳۹) حاشیہ فتاوی رضویہ (جلد اول)
(۴۰) ترتیب فتاوی رضویہ جلد دوم
(۴۱) حاشیہ فتاوی رضویہ جلد سوم
(۴۲) " " " چہارم
(۴۳) حاشیہ تفسیر احمدی (قلمی)
(۴۴) حاشیہ فتاوی عزیزیہ (قلمی) ؎۱

؎۱ مفتی اعظم ہند اور ان کے خلفاء۔ شہاب الدین رضوی رضا اکیڈمی بمبئی ص ۹۳/۱۰۱

مصطفائی بیگم

مولانا احمد رضا خاں کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ ان کا عقد مولانا احمد رضا بریلوی کے بھانجے جناب حاجی سید شاہد علی خاں صاحب سے ہوا۔ ان کے صرف ایک لڑکی تھی عزو بی بی جن کی شادی مولوی سردار علی خاں صاحب سے ہوئی تھی۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی ان صاحبزادی کا آپ کی حیات ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔

کنیز حسن

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی یہ دوسری صاحبزادی تھیں ان کو لوگ پیار میں منجھلی بیگم کہتے تھے ان کا عقد جناب حمید اللہ خاں صاحب ابن حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس شہر کہنہ سے ہوا۔ ان کی دو اولادیں ہوئیں عتیق اللہ خاں صاحب اور رفعت جہاں بیگم۔

کنیز حسین

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی یہ تیسری صاحبزادی تھیں۔ ان کا نکاح مولانا احمد رضا خاں صاحب کے منجھلے بھائی استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب حسن بریلوی

کے صاحبزادے جناب حکیم حسین رضا خاں سے ہوا۔ ان کی تین اولادیں ہوئیں (۱) جناب مرتضیٰ رضا خاں (۲) مولوی ادریس رضا خاں (۳) جرجیس رضا خاں۔

فاضل بریلوی کنیز حسین کو بہت چاہتے تھے اور ان سے بہت محبت کرتے تھے یہ بھی اپنے والد کو بہت چاہتی تھیں غالباً یہی وجہ تھی کہ فاضل بریلوی کے انتقال کے اکیسویں دن اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

کنیز حسنین

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی یہ چوتھی صاحبزادی تھیں ان کا بھی نکاح مولانا احمد رضا خاں کے منجھلے بھائی استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی کے صاحبزادے مولانا حسنین رضا خاں صاحب سے ہوا۔ مولانا حسنین رضا خاں کو فاضل بریلوی سے شرف تلمذ بھی حاصل تھا۔ مدرسہ ارشاد العلوم رام پور سے علوم معقولہ و منقولہ کی تکمیل کی تھی آپ نے کئی ایک کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں چند کے نام یہ ہیں۔

(۱) سیرت اعلیٰ حضرت (۲) وصایا شریف (۳) اسباب زوال امت وغیرہ

آپ کی اکلوتی بیٹی شمیم بانو کا عقد چچا زاد بھائی جرجیس رضا خاں صاحب سے ہوا تھا

مرتضائی بیگم

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی یہ سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں ان کو لوگ پیار میں چھوٹی بنو کہتے تھے۔ ان کا نکاح بھی جناب حاجی احمد اللہ خاں صاحب رئیس شہر کہنہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے سے ہوا تھا۔ ان کے پانچ اولادیں ہوئیں تین لڑکے (۱) رئیس میاں (۲) سعید میاں (۳) فرید میاں۔ اور دو لڑکیاں (۱) مجتبائی بیگم (۲) مقتدائی بیگم۔

(ب)

اساتذہ اور کسبِ علم کا

مکمل نقشہ

اساتذہ

فاضل بریلوی نے اپنے والد گرامی یا جن اساتذۂ کرام سے پڑھا یا اسناد حدیث، فقہ و دیگر علوم حاصل کئے ان کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) شاہ آلِ رسول مارہروی (م ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء)
(۲) مولانا نقی علی خاں (م ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء)
(۳) شیخ احمد بن زینی دحلان مکی (م ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء)
(۴) شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی (م ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء)
(۵) شیخ حسین بن صالح (م ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء)
(۶) مولانا عبدالعلی رامپوری (م ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء)
(۷) شاہ ابوالحسین احمد النوری (م ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء)
(۸) مرزا غلام قادر بیگ (م ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء) [۱]

---

[۱] حیات امام اہلسنت۔ پروفیسر محمد مسعود احمد مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۲

کسب علم کا مکمل نقشہ

رسم بسم اللہ خوانی مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا گھر علم و ادب اور شعور و آگہی کا گہوارہ تھا اور ہر کام احکام شرعیہ کی روشنی میں انجام پاتا تھا۔ بزرگوں کے طریقۂ کار پر کاربند رہتے ہوئے جس وقت فاضل بریلوی کے والد مفتی نقی علی خاں نے فاضل بریلوی کی محفل بسم اللہ خوانی سجائی۔ حالات و قرائن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً ۱۲۷۶ھ کے اوائل میں یہ رسم ادا کی گئی۔ [1]

بسم اللہ خوانی کے وقت استاد نے الف، با، تا، ثا جس طرح پڑھایا جاتا ہے اور ان کے بتانے کے مطابق پڑھتے رہے لیکن جب لام الف کی نوبت آئی۔ تو استاد نے کہا کہو لام الف آپ خاموش ہو گئے۔ استاد نے دوبارہ کہا کہو میاں لام الف۔ آپ نے فرمایا یہ دونوں تو پڑھ چکے ہیں دوبارہ کیا؟

اس وقت آپ کے جد امجد مولانا رضا علی خاں (م ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۶ء) نے فرمایا بیٹا! استاد کا کہا مانو جو کہتے ہیں پڑھو۔ آپ نے جد امجد کے حکم کی تعمیل فرمائی مگر ان کے چہرے کو تجسس کی نظر سے دیکھا۔

جد امجد نے کہا بیٹا تمہارا خیال درست اور سمجھنا بجا ہے کہ یہ حرف مفردہ کا بیان ہے اس میں ایک الف مکرر کیسے آیا۔ مگر بات یہ ہے کہ شروع میں جس کو تم نے الف پڑھا ہے وہ حقیقۃً ہمزہ ہے اور الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور ساکن کے ساتھ ابتدا نا ممکن ہے اس لئے ایک لام اول لا کر اس کا تلفظ مقصود ہے۔

تو پھر آپ نے فرمایا کوئی ایک حرف ملا دینا کافی تھا اتنے دور کے بعد لام کی کیا خصوصیت

---

[1] تذکرۂ رضا۔ مولانا محمد احمد مصباحی مطبوعہ اعظم گڈھ ص ۹

حضرت جدامجد نے فرمایا۔ کہ لام اور الف میں صورت وسیرت میں مناسبت خاص ہے ظاہر دیکھنے میں بھی دونوں صورت ایک سی ہوتی ہے اور سیرتاً اس وجہ سے کہ لام کا قلب الف ہے اور الف کا قلب لام ہے یعنی یہ اس کے بیچ میں ہے اور وہ اس کے بیچ میں ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری [1]

چار سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید ناظرہ ختم کرلیا تھا۔ [2]

اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں:

"میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتاب پڑھتا تھا جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے ایک دو مرتبہ میں دیکھ کر کتاب بند کر دیتا تھا۔ جب سنتے تو حرف بہ حرف لفظاً بہ لفظاً سنا دیتا۔ روزانہ یہ حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے۔ احمد میاں یہ تو کہو تم آدمی ہو یا جن کہ مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی" [3]

فاضل بریلوی نے ابتدائی عربی کی کتابیں مرزا غلام قادر بیگ سے پڑھیں۔ دینیات کی تکمیل اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں صاحب (متولد ۱۲۴۶ھ متوفی ۱۲۹۷ھ) سے فرمائی حضرت مولانا عبدالعلی رام پوری سے چند اوراق شرح چغمینی کے پڑھے [4]

اپنی فراغت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وذالک المنتصف شعبان سنہ ۱۲۸۶ھ الف ومائتین وست وثمانین وانا اذا ذاک ابن ثلثۃ عشر عاما وعشرۃ اشہر وخمسۃ ایام

---

[1] فقیہ اسلام۔ مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں، اسلامک پبلیکیشن سنٹر پٹنہ ص ۱۴۰/۱۴۱
[2] امام احمد رضا نمبر (ماہنامہ قاری دہلی) ص ۳۳۱
[3] حیات مولانا احمد رضا خاں۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ ادارہ تحقیقات بمبئی ص ۹۳/۹۴
[4] فقیہ اسلام۔ مولانا ڈاکٹر حسن رضا خاں۔ اسلامک پبلیکیشن سنٹر پٹنہ ص ۱۴۱

وفی ھذا التاریخ فرضت علی الصلوٰۃ وتوجہت الی الاحکام؂
وسط شعبان ۱۲۸۶ھ ۱۸۶۱ء میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی۔ اس وقت میں تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کا ایک نوعمر لڑکا تھا اور اسی تاریخ کو مجھ پر نماز فرض ہوئی اور شرعی احکام میری طرف متوجہ ہوئے ۔؂۱

علوم متداولہ سے فارغ ہونے کے فوراً بعد والد گرامی مفتی نقی علی خاں نے افتاء کی ذمہ داریاں سپرد کر دیں اس چھوٹی سی عمر میں آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا۔
ایک بار ایک سائل نے آپ سے سوال کیا کہ "بچے کی ناک میں دودھ چڑھ کر حلق میں اتر جائے تو رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟
آپ نے جواب دیا "منہ یا ناک سے عورت کا دودھ بچے کے جوف میں پہنچے گا حرمت رضاعت لائے گا۔" اور فرمایا یہ وہی فتویٰ ہے جو چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ ۱۸۶۹ء میں اس فقیر نے لکھا اور اسی چودہ شعبان میں منصب افتاء عطا ہوا اور اسی تاریخ سے بحمد اللہ تعالیٰ نماز فرض ہوئی اور ولادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ بروز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء ار جیٹھ سدی ۱۹۱۳ سمت بکرمی تو منصب افتاء ملنے کے وقت فقیر کی عمر ۱۳ برس ۱۰ مہینے ۴ دن کی تھی جب سے اب تک برابر یہی خدمت دین جاری ہے۔ ؂۲

فاضل بریلوی کو جن علوم وفنون پر ہمہ گیر دسترس اور مہارت تامہ حاصل تھی اس کا انکشاف خود فاضل بریلوی نے اپنے رسالہ "الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیہ" میں کیا ہے۔ فاضل بریلوی نے اس کی تفصیل اس طرح پیش کی ہے۔

(۱) علم قرآن (۲) علم حدیث (۳) اصول حدیث (۴) فقہ حنفی (۵) کتب فقہ جملہ مذاہب (۶) اصول فقہ (۷) جدل مہذب (۸) علم تفسیر (۹) علم العقائد والکلام

؂۱۔ تذکرہ مشائخ قادریہ - مولانا عبد المجتبیٰ - اکیڈمی مشائخ قادریہ رضویہ بنارس صفحہ ۲۹۵
؂۲ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صفحہ ۲۹۵

(۱۰) علم نحو (۱۱) علم صرف (۱۲) علم معانی (۱۳) علم بیان (۱۴) علم بدیع (۱۵) علم منطق (۱۶) علم مناظرہ
(۱۷) علم فلسفہ (۱۸) علم تکسیر (۱۹) علم ہیئت (۲۰) علم حساب (۲۱) علم ہندسہ

مندرجہ بالا اکیس علوم کے لئے مولانا بریلوی لکھتے ہیں کہ:

یہ اکیس علوم ہیں جنہیں میں نے اپنے والد قدس سرہ الماجد سے حاصل کیا۔ ان علوم و فنون کے بعد مندرجہ ذیل علوم کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) قرأت (۲) تجوید (۳) تصوف (۴) سلوک (۵) اخلاق (۶) اسمار الرجال
(۷) سیر (۸) تاریخ (۹) لغت (۱۰) ادب معہ جملہ فنون

ان دس علوم کے بارے میں لکھا ہے کہ میں نے اساتذہ سے بالکل نہیں پڑھا۔ پر نقاد علمار کرام سے مجھے ان کی اجازت حاصل ہے

(۱) ارثماطیقی (۲) جبر و مقابلہ (۳) حساب ستینی (۴) لوغارثمات (۵) علم التوقیت
(۶) مناظر و مرایا (۷) علم الاکر (۸) زیجات (۹) مثلث کروی (۱۰) مثلث مسطح
(۱۱) ہیئات جدیدہ (۱۲) مربعات (۱۳) جفر (۱۴) زرچہ

اور آخر میں مندرجہ ذیل علوم و فنون کا ذکر کیا ہے۔

(۱) نظم عربی (۲) نظم فارسی (۳) نظم ہندی (۴) نثر عربی (۵) نثر فارسی (۶) نثر ہندی
(۷) خط نسخ (۸) خط نستعلیق (۹) تلاوت مع تجوید (۱۰) علم فرائض

مندرجہ بالا ۵۵ علوم و فنون کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اللہ کی پناہ میں نے یہ باتیں فخر اور خواہ مخواہ کی خودستائی کے طور پر بیان نہیں کیں بلکہ منعم کریم کی عطا فرمودہ نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔" ملہ

مگر فاضل بریلوی کے مندرجہ بالا علوم و فنون کی تفسیر و تفصیل پیش کرتے ہوئے اقبال احمد قادری اپنے تحقیقی مقالہ "امام العلوم، امام احمد رضا خاں" میں لکھتے ہیں:

ملہ حیات امام اہلسنت، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۳۳۔

○ آپ کو علوم درسیہ کے علاوہ علوم جدیدہ ○ قدیمہ پر بھی مکمل دسترس و عبور حاصل تھا حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ان میں بعض علوم ایسے ہیں جن میں کسی استاد کی رہنمائی حاصل کئے بغیر اپنی خداداد صلاحیت و ذہانت سے کمال حاصل کیا۔ ایسے تمام علوم وفنون پر امام احمد رضا محدث بریلوی کو مکمل عبور حاصل تھا۔ جدید تحقیق کے مطابق ان کی تعداد تقریباً اکہتر (۷۱) ہے ان میں کئی فنون تو ایسے ہیں کہ دور جدید کے بڑے بڑے محققین اور ماہرین علوم وفنون ان کے ناموں سے بھی آگاہ نہ ہوں گے۔

(۱) علم القرآن (۲) علم حدیث (۳) اصول حدیث (۴) فقہ حنفی (۵) کتب جملہ فقہ مذاہب (۶) اصول فقہ (۷) جدل مہذب (۸) علم تفسیر (۹) علم العقائد والکلام (۱۰) علم نحو (۱۱) علم صرف (۱۲) علم معانی (۱۳) علم بیان (۱۴) علم بدیع (۱۵) علم منطق (۱۶) علم مناظرہ (۱۷) علم فلسفہ (۱۸) علم تکسیر (۱۹) علم ہیئت (۲۰) علم الحساب (۲۱) علم ہندسہ (۲۲) قرأت (۲۳) تجوید (۲۴) تصوف (۲۵) سلوک (۲۶) اخلاق (۲۷) اسماء الرجال (۲۸) سیر (۲۹) تواریخ (۳۰) لغت (۳۱) ادب مع جملہ فنون (۳۲) ارثماطیقی (۳۳) جبر ومقابلہ (۳۴) حساب ستینی (۳۵) لوغارثمات (۳۶) علم توقیت (۳۷) مناظر ومرایا (۳۸) علم الاکسیر (۳۹) زیجات (۴۰) مثلث مسطح (۴۱) علم مثلث کروی (۴۲) آیت جدیدہ (۴۳) مربعات (۴۴) جفر (۴۵) زائرچہ (۴۶) نظم عربی (۴۷) نظم فارسی (۴۸) نظم ہندی (۴۹) نثر عربی (۵۰) نثر فارسی (۵۱) نثر ہندی (۵۲) خط نسخ (۵۳) خط نستعلیق (۵۴) تلاوت مع تجوید (۵۵) علم الفرائض (۵۶) علم طبیعیات (۵۷) علم صوتیات (۵۸) علم نور (۵۹) علم کیمیا (۶۰) علم طب (۶۱) علم الادویہ (۶۲) علم معاشیات Economics (۶۳) علم اقتصادیات ---- Finance (۶۴) علم تجارت Commerce (۶۵) علم شماریات (۶۶) علم ارضیات Geology- (۶۷) علم جغرافیہ Geogrphy (۶۸) علم سیاسیات Political Science-

علم بین الاقوامی International Relation (۶۹) معدنیات (۷۰) علم اخلاقیات
Ethics ؎۱

فاضل مقالہ نگار کی توثیق و تصدیق پروفیسر مجید اللہ قادری کی تحقیق اور ڈاکٹر مسعود احمد کے مندرجہ ذیل تبصرہ سے بھی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر مسعود احمد پروفیسر مجید اللہ قادری کی کتاب "قرآن، سائنس اور امام احمد رضا" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"پروفیسر مجید اللہ قادری صاحب نے مطالعہ کر کے قدم آگے بڑھایا ہے اور نئی معلومات کا اضافہ کیا ہے۔ مثلاً اب تک یہی معلوم تھا کہ امام احمد رضا ۵۵ علوم و فنون میں مہارت رکھتے تھے اور بعض معاندین کو اس تعداد میں بھی کلام تھا۔ مگر علوم و فنون میں جدید انقلابات کو سامنے رکھتے ہوئے پروفیسر صاحب نے یہ ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا ستر ۷۰ علوم و فنون سے بھی زیادہ علوم و فنون پر عبور رکھتے تھے۔
تقریباً پانچ سو برس پہلے عہد اکبری میں ہندوستان میں شاہ وجیہ الدین گجراتی ایک جلیل القدر عالم و عارف گذرے ہیں تاریخ میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ۶۴ علوم و فنون پر عبور رکھتے تھے۔ مگر پروفیسر مجید اللہ قادری کی تحقیق نے ثابت کر دیا ہے کہ امام احمد رضا اُن پر بھی سبقت لے گئے۔" ؎۲

مگر سید ریاست علی قادری نے اپنے مقالہ "امام احمد رضا کی جدید علوم و فنون پر دسترس" میں فاضل بریلوی کے علوم و فنون پر دسترس و مہارت کے سلسلے میں جدید تحقیق و مطالعہ کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ فاضل بریلوی کو ۵۰/۵۵/۷۰/۷۱ کے بجائے ۱۰۵ علوم و فنون پر دسترس و مہارت تامہ و کاملہ حاصل تھی وہ لکھتے ہیں کہ:

۱۰ امام احمد رضا نے ایک ہزار کے لگ بھگ کتب و رسائل تصنیف کیے جن میں

؎۱ ماہنامہ سنی دنیا بریلی، اگست ۱۹۹۲ء صفحہ ۳۲/۳۳

؎۲ قرآن، سائنس اور امام احمد رضا پروفیسر مجید اللہ قادری، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی صفحہ ۲

۱۰۵ سے زائد علوم و فنون کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ فقہ کی سیکڑوں کتابوں پر حواشی لکھے۔ جو ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ کثرت تصانیف اور متنوع علوم پر انہیں جو فوقیت حاصل تھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب امام احمد رضا کی ایک ہزار تصانیف کو Biographical Encyclopoclia of Imam Ahmed Raza کے نام سے منظر عام پر لانے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ جس پر انہوں نے کام شروع کر دیا ہے۔ اب تک کی تحقیق کے مطابق وہ ۴۰۰ کتابوں کے نام، سن طباعت، موضوع اور ناشران غرض کہ حلیہ کو الف جمع کر چکے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی اس علمی و تحقیقی کاوش کو "ادارہ تحقیقات امام احمد رضا" شائع کرنے کی سعادت حاصل کرے گا۔ راقم الحروف بھی "کنز العلم" کے نام سے ایک کتاب شائع کرنا چاہتا ہے جس میں ۱۰۵ علوم و فنون پر تبصرہ و تعارف پیش کیا جائے گا جس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) علم القرآن (۲) قرأت (۳) تجوید (۴) تفسیر (۵) علم حدیث (۶) تخریج (۷) فقہ (۸) علم الکلام (۹) علم العقائد (۱۰) علم البیان (۱۱) علم المعانی (۱۲) علم المناظرہ (۱۳) فتویٰ نویسی (۱۴) سیرت نگاری (۱۵) فلسفہ (۱۶) منطق (۱۷) تنقیدات (۱۸) فضائل و مناقب (۱۹) ادب و انشاء پردازی (۲۰) شاعری (۲۱) نثر نگاری (۲۲) حاشیہ نگاری (۲۳) اسماء الرجال (۲۴) علم الاخلاق (۲۵) ردتیات (۲۶) تصوف (۲۷) سلوک (۲۸) تاریخ و سیر (۲۹) مبدول (۳۰) صرف و نحو (۳۱) بدیع (۳۲) علم الانساب (۳۳) علم الفرائض (۳۴) ردّات (۳۵) پند و نصائح (۳۶) مکتوبات (۳۷) ملفوظات (۳۸) خطبات (۳۹) جغرافیہ (۴۰) تجارت (۴۱) شماریات (۴۲) صوتیات (۴۳) مالیات (۴۴) اقتصادیات (۴۵) معاشرت (۴۶) طبیعیات (۴۷) معاشیات (۴۸) ہیئت (۴۹) کیمیا (۵۰) معدنیات (۵۱) فلکیات (۵۲) نجوم (۵۳) جفر (۵۴) ارضیات (۵۵) تعلیم و تعلم (۵۶) علم الحساب (۵۷) زیجات (۵۸) زائرچہ وزائچہ (۵۹) نقوش و تعویذات

(۶۰) طب (۶۱) ادویات (۶۲) لسانیات (۶۳) رسم الخط (۶۴) جرح وتعدیل (۶۵) درود و اذکار (۶۶) ایمانیات (۶۷) تکسیر (۶۸) توقیت (۶۹) اوفاق (۷۰) علم ریاضی (۷۱) بنکاری (۷۲) زراعت (۷۳) تاریخ گوئی (۷۴) سیاسیات (۷۵) علم الاوقات (۷۶) ردموسیقی (۷۷) قانون (۷۸) تشریحات (۷۹) تحقیقات (۸۰) علم الادیان (۸۱) ماحولیات (۸۲) علم الایام (۸۳) تعبیر (۸۴) عروض و قوافی (۸۵) علم البر والبحر (۸۶) علم الاوزان (۸۷) حکمت (۸۸) نقد ونظر (۸۹) تعلیقات (۹۰) موسمیات (۹۱) شہریات (۹۲) علم المناظر (۹۳) نفسیات (۹۴) صحافت (۹۵) علم الاموال (۹۶) عملیات (۹۷) مابعد الطبیعیات (۹۸) علم النجوم (۹۹) علم الاحکام (۱۰۰) عمرانیات (۱۰۱) عمل رمل (۱۰۲) لغت (۱۰۳) استعارات (۱۰۴) حیاتیات (۱۰۵) نباتات اور بے شمار دوسرے علوم ہ ملے

ممکن ہے کہ بعض اہل نقد ونظر کو فاضل مقالہ نگار کی مذکورہ تحقیق مبالغہ آمیز یا معتقدانہ معلوم ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ فاضل مقالہ نگار کی تحقیق میں ذرا بھی مبالغہ یا اعتقادی عنصر کا دخل نہیں اس لئے کہ اگر فاضل بریلوی کے تبحر علمی اور علوم پر ان کی مہارت دسترس کے بارے میں تحقیق و تفحص سے کام لیا جائے تو مذکورہ تعداد میں اور اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ فاضل بریلوی کے علوم پر دسترس و گرفت کا موضوع خود اتنا وسیع ہے جو مستقل طور سے تحقیق طلب ہے۔

۱۲۰۹ھ/۱۷۹۴ء پر بہار پور مضافات کوٹ ادّو مظفر گڑھ میں ایک جید عالم دین عبد العزیز پر بہار پوری گذرے ہیں جنہوں نے فن عقائد کی مشہور کتاب۔ شرح عقائد کی شرح نبراس۔ لکھی ہے وہ اپنے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ۔

" مجھے اللہ تعالیٰ نے دو سو ستر (۲۷۰) علوم میں مہارت کاملہ عطا فرمائی ہے جبکہ کسی طور پر اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں ہوا یہ سب کچھ عطائے ربانی ہے " ۲

---

۱ معارف رضا ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی صفحہ ۲۳۵/۲۲۳

۲ تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان، عبد الحکیم شرف قادری، مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور صفحہ ۲۳۰

جس طرح علامہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا کہ یہ سب کچھ عطائے ربانی ہے جبکہ کسبی طور سے اس کا عشرِ عشیر بھی حاصل نہیں۔ یوں ہی فاضل بریلوی سے علم ریاضی کے ایک سوال کا تسلی بخش جواب پاکر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے حیرت میں ڈوب کر سوال کیا تھا کہ مولانا یہ تو فرمایئے آپ کا اس فن میں استاذ کون ہے؟

تو آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرا اس فن میں کوئی استاذ نہیں ہیں تے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے صرف چار قاعدے جمع، تفریق، ضرب اور تقسیم محض اس لئے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے شرح چغمینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کیوں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو۔ مصطفیٰ پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں مکان کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں۔ یہ سب سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم ہے۔" [1]

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ الْمُعْطِیْ بیشک اللہ تعالیٰ مجھے عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت فاضل بریلوی کو ۱۰۵ علوم و فنون یا اس سے زائد علوم و فنون سے نوازدیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اسی حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے حضرت فاضل بریلوی ارشاد فرماتے ہیں:

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم
رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں [2]

---

[1] معارف رضا شمارہ یازدہم سنہ ۱۹۹۱ء ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۱۸

[2] الاستمداد۔ مولانا احمد رضا بریلوی، قادری بکڈپو بریلی ص ۳۴

(ج)

مخصوص احباب

نعت گوئی کی ابتداء

اور

اس سے خصوصی شغف

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے احباب کی ایک طویل فہرست ہے جن میں ۲۱-احباب کے ناموں کی فہرست پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اپنی کتاب "حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی" میں تحریر کی ہے فاضل بریلوی کے احباب کا دائرہ اور ان کی تعداد صرف اتنی ہی نہیں بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہے مگر چونکہ ہمارے اس مقالے میں صرف مخصوص احباب کا ذکر مقصود ہے اس لئے تفصیل سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف مخصوص احباب کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا وصی احمد ابن مولانا محمد طیب علیہما الرحمہ کے آباء و اجداد مدینہ منورہ سے شہر سورت تشریف لائے۔

رسم بسم اللہ خوانی جد مکرم نے ادا فرمائی اور علوم عقلیہ کی تحصیل کے لیے والد ماجد کی خدمت میں زانوئے ادب تہ فرمایا مگر قدرت کی مشیت ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں آپ کی جائداد وغیرہ لوٹ لی گئی اور گھر پر انگریزوں نے قبضہ کرلیا۔ تب عراق چلے گئے اور مکہ مکرمہ وغیرہ ہوتے ہوئے تین سال بعد پھر ہندوستان تشریف لائے اور دہلی مدرسہ حسین بخش، مولانا لطف اللہ علی گڑھی مولانا احمد علی صاحب وغیرہ کی خدمت میں حاضر ہوکر سند و اجازت حاصل کی مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادی سے آپ کو شرف بیعت حاصل ہے۔

۱۸۹۶ء میں پیلی بھیت گئے اور وہاں تا زندگی درس حدیث دیتے رہے آپ کے درس حدیث کی دور دور تک شہرت پہنچی ہوئی تھی۔ اسی لئے جب تلامذہ کی فہرست پر نظر پڑتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ پورا ہند و پاک آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور علم و معرفت کے نور سے اپنے قلوب

اور زندگی منور کرتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے آپ کا اچھا خاصہ ربط تھا ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ کو آپ کا انتقال ہوا اور پیلی بھیت میں مدفون ہوئے [۱]

ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:

مولانا وصی احمد المحدث السورتی من خلص اصدقائه مع ان المحدث السورتی اکبر منه بخمس عشرین سنة [۲]

مولانا وصی احمد محدث سورتی (فاضل بریلوی) کے مخلص دوستوں میں تھے باوجودیکہ وہ عمر میں فاضل بریلوی سے بیس سال بڑے تھے

مولانا عبد القادر بدایونی علیہ الرحمۃ

مولانا عبد القادر بدایونی ابن سیف اللہ المسلول حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہٗ، ۱۷ رجب المرجب ۱۲۵۳ھ میں بدایوں میں متولد ہوئے۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں۔

"الشاہ عبد القادر البدایونی نجل العالم الکبیر الشاہ فضل رسول البدایونی المتوفی عام ۱۲۷۹ھ/۱۸۶۲ء وتلمیذ العلامه فضل حق الخیرآبادی (المتوفی ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء کان استاذه العلامه فضل حق یفتخر به ویفضله علی ابی الفضل والفیضی فی الذکاء والفطنة وسرعة الفهم کان الشیخ احمد رضا یحبه ویوقره ویشاوره فی المسائل العلمیة وبدایون ایامّا بهذا الخصوص فرمن قبیل تهالملحیة

---

۱ تذکرہ رضا۔ محمد احمد مصباحی حق اکیڈمی مبارکپور اعظم گڑھ ص ۳۸/۳۷

۲ الشیخ احمد رضا خان البریلوی۔ الدکتور محمد مسعود احمد جامعہ نظامیہ لاہور ص ۲۹

"چراغ انس"

۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء فی فضائلہ ومناقبہ واضاف الی کتب والدہ مولانا فضل رسول البدایونی المسمیٰ بالمعتقد المنتقد (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء تعلیقات ھامۃ تسمیٰ بالمعتمد المستند بناء النجات الابد (۱۳۲۰ھ ۱۹۰۲ء) وصدر الکتاب مع التعلیقات مرارا واخیرا من استنبول بترکیۃ قد نظم الفاضل البریلوی قصائد مدحیۃ بعنوان مداح فضل رسول فی فضائلہ ومناقبہ [1]۔

شاہ عبدالقادر بدایونی ایک جید اور بزرگ عالم فضل رسول بدایونی (متوفی ۱۲۷۹ھ/سنہ ۱۸۶۲ء) کے فرزند ہیں اور علامہ فضل حق خیرآبادی (متوفی ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) کے شاگردان کے استاذ علامہ فضل حق خیرآبادی کو (مولانا عبدالقادر بدایونی) پر بڑا فخر تھا اور وہ ذہانت و ذکاوت اور سرعت فہم میں (مولانا عبدالقادر بدایونی) کو ابوالفضل فیضی پر فضیلت و برتری دیتے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی ان سے غایت درجہ محبت کرتے تھے ان کی تعظیم بھی کرتے تھے اور مسائل علمیہ میں ان سے مشورہ لیتے تھے۔ مولانا عبدالقادر بدایونی ان تمام خصوصیات کے ساتھ ایک زمانہ تک بدایوں میں قائم رہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی نے ان کے فضائل و مناقب میں "چراغ انس" (۱۳۱۸ھ ۱۹۰۰ء) کے نام سے ایک مدحیہ قصیدہ تحریر فرمایا۔ اور ان کے والد مولانا فضل رسول بدایونی کی کتاب المعتقد المنتقد (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) پر تعلیقات لکھی جس کا نام المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) ہے اور یہ کتاب مع تعلیقات متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔ مکتبہ استنبول ترکی سے بھی شائع ہو چکی ہے فاضل بریلوی کے فضائل و مناقب میں ایک

---

[1] الشیخ احمد رضا خاں البریلوی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ کراچی ص ۵۰

مدحیہ قصیدہ بھی مداح فضل رسول کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔

تصنیفات

(۱) احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام (عربی)
(۲) سیف الاسلام المسلول (فارسی)
(۳) حقیقۃ الشفاعۃ علی اہل السنۃ والجماعۃ
(۴) شفاء السائل بتحقیق المسائل
(۵) دیوان عربی در نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
(۶) ہدایت الاسلام
(۷) تاریخ بدایوں
(۸) دیوان عربی
(۹) دیوان فارسی
(۱۰) دیوان اردو [1]

حضرت مولانا عبدالسلام صاحب جبلپوری علیہ الرحمۃ

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے تین سال کی عمر میں آپ اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ عبدالکریم قادری قدس سرہ کے ساتھ حیدرآباد دکن سے جبلپور تشریف لائے۔ چودہ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اور تمام ظاہری و معنوی علوم کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی۔ [2]

---

[1] تذکرۂ علمائے اہل سنت؟ — ۱ نقیبۂ اسلام ص ۲۱۰

[2] نقیبۂ اسلام ص ۲۳۱

مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور مولانا عبد السلام جبلپوری کے باہمی تعلقات و مراسم پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا عبد السلام جبلپوری کے صاحبزادے مفتی برہان الحق جبلپوری لکھتے ہیں۔

"اعلیٰ حضرت والد ماجد پر بہت کرم فرماتے تھے اور ان کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۱۹ء کو مدرسہ برہانیہ میں جلسۂ دستارفضیلت ہوا اس میں امام احمد رضا نے تقریر فرمائی۔ آپ کی تقریر ایک عجیب شاہکار تھی۔ ہر فرد محوِ سماعت تھا اور اکثر کے آنسو جاری تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمتِ شان و رفعت مکان اور محبت و فنائیت کا جو بیان فرمایا وہ آپ ہی کا حق تھا۔ دورانِ تقریر حضرت والد ماجد کے متعلق کچھ قیمتی ارشادات اور بہترین کلمات خیر ارشاد فرمانے کے بعد نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا ــ اے جبلپور کے مسلمانو! مولانا عبد السلام کی ذات ستودہ صرف تمہارے لئے ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان کے لئے عبد السلام ہے۔ اور میں آج سے مولانا عبد السلام کے القاب میں خطاب عید الاسلام کا اضافہ کرتا ہوں۔ آئندہ آپ کے اسم گرامی کے ساتھ عید الاسلام بولا اور لکھا جائے۔" ۱؎

اور آگے چل کر لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت کو والد ماجد سے خصوصی تعلق تھا اس خصوصی تعلق کا ہر خوشی و غمی کے موقع پر اظہار ملتا ہے ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں چچا بشیر الدین کا انتقال ہوا۔ ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا اور ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء میں بھائی محمود اشرف کا انتقال ہوا۔ ان سب مواقع پر امام احمد رضا نے دلداری و غمخواری کی اور تعزیت نامے ارسال کئے۔ ۲؎

۱؎ اکرام امام احمد رضا۔ مفتی محمد برہان الحق، مجلس العلماء مظفر پور ص ۳۴/۳۵

۲؎ " " " " " " ص ۳۵

فاضل بریلوی نے مولانا عبدالسلام جبلپوری کو ایک منظوم خط تحریر کیا تھا جس میں مولانا عبدالسلام جبلپوری کی بڑی پذیرائی کی ہے جس سے دونوں حضرات کے باہمی خلوص ومحبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ لکھتے ہیں۔

لک الحمد یا من غنی و کفیٰ — صلوتک دوماً علی المصطفیٰ
و آل واصحاب واتباعہم — وغوث الوریٰ واشیاعہم
سپس بہر عبدالسلام ایں سپاس — کہ از شکر خالق بود شکر ناس
وطن گرچہ آرام را درخوراست — جبلپور مارا از وخوشتراست
نہ از خود شد او فرحت افزا مقام — کہ از عید الاسلام عبدالسلام
تو لائے اصحاب آں محترم — برانگیختہ از وطن خاطرم
سلامت بود شاہ عبدالسلام — بحق محمد علیہ السلام
الٰہی نگہدار برہانِ حق — بود دائما از وے اعلانِ حق
برائے تو دنسل تو دائما — بود از احد لطف احمد رضا
توئی حافظ حق و عبد شکور — از انت بود فضل حق را ظہور
ہمیشہ بود کار تاں را نظام — محمد بود غوث تاں بالدوام
بود حی و قیوم معنی و ودود — بسے جملہ تاں حافظ از ہر عنود
توئی زاہد و زاہداں را عطاست — ز درگاہ رب و زا حمد رضاست

خوش آناں کہ از نام غوث بلند
سزاوار حمد و رضا تشنہ اند[1]

۳ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۶ء کو مولانا احمد رضا فاضل بریلوی نے مولانا عبدالسلام جبلپوری کو اپنے ہاتھوں سے عربی زبان میں لکھ کر مختلف سلاسل میں بیعت واجازت وخلافت کی

---

[1] اکرام امام احمد رضا۔ مفتی محمد برہان الحق۔ مجلس العلماء منظم جبلپور ص ۹۸/۹۹

سند عطا فرمائی۔

۱۲ جمادی الاولی ۱۳۷۳ھ/ مطابق ۱۳ فروری ۱۹۵۴ء میں آپ کا وصال ہوا اپنے والد ماجد کے پہلو میں عیدگاہ جبلپور میں دفن ہوئے۔

مولانا سیّد احمد اشرف جیلانی قدس سرہٗ

سید احمد اشرف جیلانی کچھوچھوی، سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی کے فرزند ارجمند تھے آپ کے والد سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی کے بارے میں ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں،

"الشاہ علی حسین کشو شوی کان عالما جلیلا وزار الدول الاسلامیۃ وبایع علی یدیہ مئات من المشائخ والعلماء واعتنق الاسلام الاف من الکفرۃ والمشرکین بدعوتہ کان الشیخ احمد رضا یحبہ حبا جما۔" [1]

آپ کا تاریخی نام ابو المحمود سید شاہ احمد اشرف ہے ۱۴ شوال ۱۲۸۶ھ میں جمعہ کے دن کچھوچھہ شریف میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کچھوچھہ میں پائی مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے علوم مروجہ میں کمال حاصل کیا۔ آپ نے کسی بھی ادارہ سے دستار بندی نہیں کرائی اس لئے کہ ایک بار خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور حضور ہی نے اپنے مقدس ہاتھوں اور نورانی انگلیوں سے آپ کے سر پر دستار باندھی جس کے بعد آپ نے کسی مدرسے میں دستار بندی کرانے سے انکار کر دیا۔ [2]

مولانا احمد رضا بریلوی آپ سے غایت درجہ محبت فرماتے تھے اور تعظیم و تکریم

---

[1] الشیخ امام احمد رضا خان البریلوی۔ الدکتور محمد مسعود احمد جامعہ نظامیہ لاہور ص ۲۸

[2] الاستمداد۔ امام احمد رضا خاں بریلوی۔ قادری بکڈپو بریلی ص ۹۳

ہیں۔ والد ماجد کی حیات ہی میں ۱۳۲۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

مولانا سیّد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ

نام محمد نعیم الدین لقب صدر الافاضل اور استاذ العلماء ہے۔ تاریخی نام غلام مصطفےٰ ۲۱ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ مطابق یکم جنوری ۱۸۸۳ء بروز دوشنبہ شہر مراد آباد میں پیدا ہوئے والد ماجد اور مورث اعلیٰ مولانا معین الدین نزہت ابن مولانا امین الدین راسخ ابن مولانا کریم الدین آرزو اپنے زمانے کے مشاہیر علماء و شعراء میں شمار کئے جاتے تھے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت والد گرامی مولانا معین الدین نزہت سے حاصل کی آٹھ سال کی عمر میں حافظ سید نبی حسین اور حافظ حفیظ اللہ خاں کے پاس قرآن پاک حفظ کیا [1]

مولانا ابو الفضل فضل احمد سے عربی اور طب کی تعلیم حاصل کی۔ منطق کی مشہور کتاب ملا حسن بھی انہیں سے پڑھی۔ اس کے بعد مولانا گل محمد صاحب کے پاس حاضر ہوکر بقیہ درس نظامی کی کتابیں اور حدیث، منطق، فلسفہ، اقلیدس وغیرہ کی تکمیل کی۔ بیس سال کی عمر میں ۱۳۲۰ھ/ مطابق ۱۹۰۲ء دار العلوم امدادیہ سے سند فضیلت حاصل کی سلسلہ قادریہ میں اپنے استاذ مولانا گل محمد سے بیعت ہوئے۔

مولانا نعیم الدین مراد آبادی اپنے زمانے کے یکتائے روزگار مناظر بھی تھے مناظرہ میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ آریوں، ہندوں اور عیسائیوں سے کئی ایک مناظرے کئے جس میں آپ کو فتح و کامیابی حاصل ہوئی اور مخالفین کو شکست فاش، مخالفین خائب و خاسر ہوکر اسلام کی حقانیت کے معترف ہو گئے۔

---

[1] معارف رضا شمارہ ہشتم ۱۹۸۸ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۹۹

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ:

"مراد آباد بازار چوک میں آریہ مبلغ روزانہ شام کو اسلام کے خلاف تقریریں کرتے تھے حضرت مسجد قلعہ سے جمعہ پڑھا کر واپس آ رہے تھے۔ ملاحظہ فرمایا کہ آریہ اعتراض کر رہا ہے اور شاہی مسجد کے مدرسے کے ایک مدرس مولوی قدرت اللہ کچھ جواب دے رہے ہیں اور جب مکمل جواب نہ دے سکے تو وہاں سے فرار ہو گئے اور آریہ نے تالی بجائی کہ مولوی صاحب عاجز ہو کر بھاگ گئے میرے اعتراض کا جواب نہ دے سکے حضرت نے فرمایا پنڈت جی! آپ کا کیا اعتراض ہے؟ بیان کیجئے میں جواب دیتا ہوں۔ اس نے بڑی تعلی سے کہا کہ آپ کے مولوی صاحب جواب نہ دے سکے آپ کیا جواب دیں گے۔

حضرت نے فرمایا، آپ اعتراض تو کیجیے پھر دیکھئے کہ تسلی بخش جواب آپ کو ملتا ہے یا نہیں

اس نے کہا: آپ کے پیغمبر نے اپنے بیٹے زید کی بیوی سے نکاح کر لیا۔

حضرت نے فرمایا کہ زید حضرت کے بیٹے نہ تھے متبنیٰ تھے جسے اردو میں لے پالک کہتے ہیں۔ حضور نے کرم سے انہیں اپنا بیٹا بنایا تھا۔ شریعت اسلامیہ میں منہ بولا بیٹا ہوتا ہے نہ وہ ورثہ پاتا ہے اور اگر وہ مر جائے تو اس کا ورثہ بیٹا کہنے والے کو ملے۔

آریہ کہنے لگا کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا ہو جاتا ہے اور ورثہ وغیرہ کے تمام احکام ہندو دھرم میں اسے ملتے ہیں۔

حضرت نے دلائل عقلیہ سے اسے ثابت فرمایا کہ کسی کو بیٹا کہنے سے حقیقت نہیں بدلتی۔ حقیقت میں جس کے نطفے سے وہ پیدا ہے اسی کا بیٹا ہوتا ہے صرف زبان سے بیٹا کہنا اس کی حقیقت کو نہیں بدلتا اسے ایسے عمدہ پیرائے سے بیان فرمایا کہ سارا مجمع اس سے متاثر ہوا مگر وہ پنڈت ضد سے کہنے لگا کہ میں نہیں مانتا۔ سارا مجمع اس سے کہتا ہے کہ عقل کی روشنی میں دیکھ مگر وہ کہتا ہے کہ میں نہیں مانتا۔

حضرت نے کہا کہ اچھا میں ابھی تجھے منوائے دیتا ہوں۔ سنو مجمع والو! میں کہتا ہوں

کہ پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو۔ تین مرتبہ بلند آواز سے فرمایا کہ پنڈت جی تم میرے بیٹے ہو اب میرے کہنے سے تم میرے منہ بولے بیٹے ہو گئے اور بقول تمہارے منہ بولے بیٹے کے تمام احکام ثابت ہو گئے۔ بیٹے کی بیوی حرام اور بیٹے کی ماں حلال تو تمہاری ماں میرے لئے حلال ہو گئی۔

کہنے لگا آپ گالی دیتے ہیں۔ فرمایا میرا مدعا ثابت جب تو خود اسے گالی تسلیم کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ منہ بولا بیٹا حقیقت میں بیٹا نہیں ہو جاتا۔

یہ سن کر پنڈت مجمع سے چلایا کہ آپ کے مولوی صاحب چلے گئے پیچھے اب میں جاتا ہوں "[1]

فاضل بریلوی کے تمامی احباب میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی کو فوقیت حاصل ہے مولانا نعیم الدین مراد آبادی فاضل بریلوی سے از حد محبت کرتے تھے حتیٰ کہ فاضل بریلوی سے ملاقات کے لئے ہر ہفتہ مراد آباد سے بریلی تشریف لاتے تھے اور فاضل بریلوی بھی مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے اور بڑے ہی خلوص و محبت سے پیش آتے تھے اور اکثر مناظروں میں آپ ہی کو بھیجتے تھے۔ ایک جگہ اپنے نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں ؎

میرے نعیم الدین کو نعمت
اس سے بلا میں سماتے یہ ہیں [2]

آپ ایک ماہر سیاست داں بھی تھے آپ کی سیاست کا محور و مرکز اسلامی تعلیمات تھی۔ اپنے عہد کی ہر دینی، ملی، سیاسی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ۱۹۴۵ء میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔ مراد آباد سے ایک دینی مجلہ "سواد اعظم" کا اجرا کیا اور ۱۳۲۸ھ میں مراد آباد ہی میں ایک اسلامی ادارہ اہل سنت و جماعت قائم کیا بعد میں اس ادارہ کا نام بدل کر "جامعہ نعیمیہ" رکھ دیا گیا۔

۱۸ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ کو ۶۷ سال کی عمر میں انتقال ہوا اور جامعہ نعیمیہ ہی کے ایک گوشے

---

[1] الاستمداد۔ امام احمد رضا قادری۔ قادری بک ڈپو بریلی ص ۹۰

[2] معارف رضا شمارہ ۲۰۰۰ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۴۳/۴۴

میں دفن ہوئے۔

تصانیف

(۱) تفسیر خزائن العرفان
(۲) اطیب البیان
(۳) الکلمۃ العلیا ہدایت کاملہ
(۴) التحقیقات
(۵) کتاب العقائد
(۶) سوانح کربلا
(۷) زاد الحرمین
(۸) آداب الاخیار
(۹) کشف الحجاب
(۱۰) اسواط العذاب
(۱۱) الفرائد النور
(۱۲) گلبن غریب نواز ۲
(۱۳) ریاض نعیم
(۱۴) احقاق حق
(۱۵) افادات صدر الافاضل
(۱۶) مجموعہ فتاوی ۳

پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف ابن مولانا حکیم سید محمد عبد اللہ قدس سرہ العزیز ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء کو محلہ میرداد پٹنہ صوبہ بہار میں پیدا ہوئے ۱۔ ابتدائی تعلیم و تربیت والد ماجد اور مولانا حسن استھانوی سے حاصل کی ۲۔

۱۔ الاستمداد۔ امام احمد رضا قادری۔ قادری بک ڈپو بریلی ص۹۲
۲۔ معارف رضا شمارہ ہشتم ۱۹۸۸ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص۳۸
۳۔ نقیہ اسلام۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں پٹنہ ص۱۱۳
۴۔ معارف رضا شمارہ یازدہم ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص۲۱۶

بقیہ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم مدرسہ حنفیہ جونپور میں استاذ العلماء مولانا ہدایت اللہ رام پوری ثم جونپوری تلمیذ ارشد علامہ فضل حق خیر آبادی سے حاصل کی ان کے علاوہ مولانا یار محمد بندیالوی سے بھی کسب فیض کیا اور عارف باللہ مولانا نور محمد اصدق دہلوی سے بیعت ہوئے ۱۹۰۵ء میں ایم اے او کالج علی گڑھ میں اسلامیات کے استاذ مقرر ہوئے ۱۹۲۱ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں اسلامک اسٹڈیز Islamic Studies کے ریڈر مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر اقبال اور ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد آپ کے علم و فضل کے قدر داں تھے[۱] آپ نے ایسی ایسی عظیم اور نابغہ روزگار اور متبحر شخصیتوں کو جنم دیا جن کے علم و فضل کی بانگ جرس آج بھی سنائی دیتی ہے ؎

بجتا ہے آج علم کا جو ساز دوستو!
یہ بھی اسی جرس کی ہے آواز دوستو

ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی صدر شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صدر شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی، پروفیسر ایم ایم احمد سابق صدر شعبۂ فلسفہ کراچی یونیورسٹی، سید امیر الدین قدوائی، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، قاری محمد انور صمدانی، علامہ شبیر احمد عوزی، ڈاکٹر سید معین الحق اور ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری وغیرہ[۲]

پروفیسر سید سلیمان اشرف فاضل بریلوی کے بہت قریبی اور مخلص احباب میں تھے فاضل بریلوی نے آپ کو بیعت و خلافت سے بھی نوازا اور آپ کے علمی تبحر کے معترف بھی تھے ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء کے آس پاس جب ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو علم ریاضی کے ایک مسئلہ میں دقت محسوس ہوئی تو انہوں نے اس کے حل کے لیے جرمنی کے سفر کا ارادہ پروفیسر سید سلیمان اشرف صاحب سے ظاہر کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ

---

[۱] معارف رضا شمارہ یازدہم ۱۹۹۱ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص۲۶۱

[۲] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص۱۸۳

آپ جرمنی جانے سے پہلے مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے ملاقات کر لیں وہ علم ریاضی میں اچھی دسترس رکھتے ہیں۔ ممکن ہے آپ کی دقت یہیں دور ہو جائے اور انشاء اللہ دور ہو جائیگی اس پر ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے فرمایا کہ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں کہاں کہاں تعلیم حاصل کر کے آیا ہوں مگر نہیں حل کر سکا اور آپ ایسی شخصیت کا نام لیتے ہیں جس نے بیرونی ممالک تو کیا اپنے شہر کے کسی کالج میں بھی تعلیم حاصل نہیں کی۔ بات آئی اور گذر گئی۔ چند دنوں کے بعد جب پھر پروفیسر سید سلیمان اشرف کی ملاقات ڈاکٹر سر ضیاء الدین سے ہوئی تو چہرہ پر پریشانی کے آثار دیکھ کر دوبارہ عرض کیا کہ آخر بریلی جا کر مولانا احمد رضا خاں سے مل لینے میں کیا حرج ہے اگر مسئلہ حل ہو جاتا ہے تو فبہا ورنہ جرمنی ضرور تشریف لے جائیں۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے دماغ میں پروفیسر سید سلیمان اشرف کی بات بیٹھ گئی اور وہ بریلی مولانا احمد رضا خاں کے پاس جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین کی منشا پا کر پروفیسر سید سلیمان اشرف نے فرمایا کہ آپ سفر کی تیاری پوری کر لیں میں بھی آپ کے ہمراہ بریلی چلوں گا۔

الحاصل ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے اس سفر کے متعلق ایک تفصیلی خط لکھ کر پہلے ہی پروفیسر سید سلیمان اشرف نے فاضل بریلوی کو باخبر کر دیا اور ایک دن ڈاکٹر سر ضیاء الدین کو ہمراہ لے کر فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فاضل بریلوی نے دونوں حضرات کو خوش آمدید کہا اور تعظیم و تکریم کی اس لئے کہ دونوں حضرات سید تھے اور فاضل بریلوی سیدوں کی از حد تعظیم و تکریم فرمایا کرتے تھے۔

آپ نے سر ضیاء الدین کا تعارف کرایا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنا غیر حل شدہ ریاضی کا وہ مسئلہ بیان کیا۔ فاضل بریلوی نے آناً فاناً ڈاکٹر صاحب کے اس مسئلہ کو حل کر دیا ڈاکٹر صاحب حیرت و استعجاب کے عمیق سمندر میں ڈوب گئے اس کے بعد دیر تک علم ریاضی کے چند مسائل پر تبادلہ خیال کیا اور اس کے بعد باہر آ گئے۔ باہر آ کر پھاٹک میں کہا کہ

بیٹھ کر ڈاکٹر صاحب نے مولانا سید سلیمان اشرف سے کہا۔ یار! اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی ہو۔ اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی، مذہبی، اسلامی کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر و مقابلہ، توقیت وغیرہا میں اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل جس ریاضی کے مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد حل نہ کر سکی حضرت نے چند منٹوں میں حل کر کے رکھ دیا۔ صحیح معنوں میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے مگر گوشہ نشین رہا اور نام و نمود سے پاک شخصیت شہرت کی طالب نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ قائم رکھے اور ان کا فیض عام ہو۔ مولانا! میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے میری مشکل حل کر دی اور مجھے زحمت سے بچا لیا۔[۱]

فاضل بریلوی اور پروفیسر سید سلیمان اشرف کے باہمی محبانہ رابطوں پر روشنی ڈالتے ہوئے پروفیسر موصوف کے شاگرد رشید ڈاکٹر عابد علی مہتمم دار القرآن پنجاب یونیورسٹی رقمطراز ہیں۔

"مولانا مرحوم (احمد رضا بریلوی) کے بارے میں میرے بالواسطہ تاثرات کا وقیع اور قیمتی حصہ وہ ہے جو مجھے اپنے استاذ محترم مولانا سید سلیمان اشرف کی وساطت سے حاصل ہوا۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں مجھے برسوں ان کی مربیانہ حمیت میں رہنے کا شرف حاصل رہا۔ وہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت سے از حد متاثر تھے اسی دور کی دو اور شخصیتوں کو ساتھ ملا کر سید صاحب فرمایا کرتے تھے۔ ان تینوں ہستیوں کو دیکھ لینا چاہیے پھر ایسے لوگ نہیں ملیں گے استاذ محترم مولانا سید سلیمان اشرف پر حضرت مولانا بریلوی کا اتنا اثر تھا کہ مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ کی عظیم شخصیت کا اندازہ دراصل استاذ محترم کی شخصیت ہی سے لگایا۔ مجھے مولانا سلیمان اشرف سے شرف تلمذ کے علاوہ ان کا انتہائی قرب بھی حاصل رہا۔ میں دیکھتا کہ حضرت مولانا بریلوی کا ذکر چھیڑ دیتے اور یوں محسوس ہوتا کہ اکثر انہیں

---

[۱] معارف رضا شمارہ یازدہم ۱۹۹۱ء ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۲۴

کے تصور میں مگن رہتے ہیں حتیٰ کہ استاذ محترم کی طبیعت انہیں کے رنگ میں رنگ گئی تھی"۔ ۱۱

پروفیسر رشید احمد صدیقی سابق صدر شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اپنی کتاب "گنجہائے گرانمایہ" میں پروفیسر سید سلیمان اشرف کا ذکر خیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"مرحوم میں اپنے استاذ ہی کا جبروت و طنطنہ تھا ان کی شفقت میں بھی جبروت کار فرما تھا میں نے مرحوم کو جھجک کر یا ول مول باتیں کرتے کبھی نہ پایا"

پروفیسر سید سلیمان اشرف اپنے وقت کے ایک لائق و فائق سیاست داں بھی تھے۔ سیاست میں ان کا موقف فاضل بریلوی کے سیاسی موقف کا حامی اور آئینہ دار تھا۔ اس وقت کا سیاسی ماحول ہما ہمی اور سراسیمگی کی نذر تھا۔ سلطنت مغلیہ کا بہت پہلے ہی خاتمہ ہو چکا تھا انگریزی حکومت بھی روبہ زوال تھی اس کے ایوانوں میں بھی زلزلہ رونما ہو چکا تھا۔ ہندوستانی سیاست انتی سیاست پر نمودار ہو رہی تھی مگر اس کی پرورش انگریزی حکومت اور ہندو لیڈروں کی مکری آغوش میں ہو رہی تھی جس کی وجہ سے اسلامی سیاست سخت مجروح ہو رہی تھی جس کا اثر اتنا غلط مرتب ہوا کہ اسلامی سیاست پر ایک دبیز چادر پڑ گئی اور اس کی حقیقت کو پردۂ اخفاء نے ڈھانپ لیا۔ جس کی تہوں تک صرف اتقوا فراسۃ المؤمن کے مصداق چند اکابر کی ہی نظر دور رس پہونچ رہی تھی۔ مسلم حلقوں میں افراتفری مچی ہوئی تھی غرضیکہ اس بحرانی سیاسی ماحول یا طوفان میں مسلم عوام و خواص کی اکثریت غوطہ زن تھی۔ مگر چند افراد اس سیاسی بحران سے محفوظ تھے اور قوم مسلم کو سچی سیاسی تصویر دکھا رہے تھے انہیں میں فاضل بریلوی اور ان کے مخلص دوست پروفیسر سید سلیمان اشرف بھی تھے۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی اس دور کی سیاسی منظر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ کیا جا رہا ہے یہی باتیں ٹھیک

---

۱۱ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ رضا انٹرنیشنل اکیڈمی صادق آباد ص۔

نقیہ اسلام۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں۔ اسلامک پبلیکیشنز سنٹر پٹنہ ص ۲۶۲

میں اس کے علاوہ کوئی بات ٹھیک ہو ہی نہیں سکتی۔ کالج (علی گڑھ) میں عجیب افراتفری تھی (مرحوم سید سلیمان اشرف) مطعون ہو رہے تھے لیکن چہرے پر کوئی اثر نہ تھا اور نہ معمولات میں کوئی فرق۔ سیلاب گذر گیا جو کچھ ہونے والا تھا وہ بھی ہوا لیکن مرحوم نے اس عہد سراسیمگی میں جو کچھ لکھ دیا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ حقیقت وہی ہے آج تک اس کی سچائی اپنی جگہ قائم ہے۔ سارے علماء سیلاب کی زد میں آچکے تھے صرف مرحوم اپنی جگہ پر قائم تھے [1] (ص ۲۹ گنجہائے گرانمایہ مکتبہ جامعہ نئی دہلی)

پروفیسر سید سلیمان اشرف ایک بہترین استاد، ماہر سیاست داں، جید عالم، خطیب اور بے مثال مناظر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے عظیم فنکارانہ صلاحیت رکھنے والے محقق و مولف بھی تھے بالفاظ دیگر آپ کی شخصیت مجمع الصفات تھی آپ کا انتقال ۵ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ/ ۲۵ اپریل ۱۹۳۹ء کو علی گڑھ میں ہوا اور آپ کی تجہیز و تکفین بھی علی گڑھ کے قبرستان میں ہوئی۔

تصانیف

(۱) امتناع النظیر

(۲) الحج

(۳) المبین [3]

(۴) الانہار

(۵) النور

(۶) البلاغ

(۷) الرشاد

(۸) السبیل

(۹) الخطاب [2]

---

[1] معارف رضا شمارہ ہشتم ۱۹۸۸ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۵

[2] علامہ اقبال نے بڑی تعریف کی ہے۔ ایک موقع پر مولانا سے علامہ نے فرمایا۔ آپ نے عربی زبان نے ... ایسے پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے جن کی طرف پہلے کبھی میرا ذہن نہیں منتقل ہوا تھا ص ۱۸۱

[3] معارف رضا شمارہ ششم ۱۹۸۶ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۸۱

نعت گوئی کی ابتدا اور اس سے خصوصی شغف

بنیادی طور پر نعتیہ شاعری کا محرک عشق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے جب سینۂ دل میں عشق رسول کی آگ سلگتی ہے تو موزوں طبع لوگوں کے زبان وقلم سے نعت رسول وجود میں آتی ہے۔ عشق رسول جس عمق یا پائے کا ہوگا نعتیں بھی اتنی ہی پر اثر ہوں گی۔

نعت گوئی کی وضاحت وتشریح کرتے ہوئے حضرت شاعر لکھنوی نے اپنے مقالہ "تاریخ نعت گوئی میں حضرت رضا بریلوی کا منصب" میں لکھتے ہیں:

"نعت گوئی کی دو حیثیتیں ہیں (۱) وہ نعت گوئی جو روایت سے چل کر عقیدے پر ختم ہوجاتی ہے (۲) وہ نعت جو عشق سے چل کر ایمان پر ختم ہوجاتی ہے۔ رضا بریلوی کی نعت دوسری حیثیت سے تعلق رکھتی ہے۔ اسی لئے ان کی نعت گوئی اپنے معیار کے اعتبار سے ایک انفرادی وامتیازی شان کی مالک نظر آتی ہے۔ نعت کہتے وقت قرآن کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ قرآن سیرتِ مصطفیٰ کا آئینہ ہے اور اس آئینے کو روبرو رکھنے کے بعد فکر کی رفتار میں کسی لغزش کا امکان ہی نہیں رہتا۔ ان کا یہ مصرعہ ان کی نعتوں کا معیار پرکھنے کے لئے بہت کافی ہے ؎

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی "[۱]

حضرت رضا بریلوی کے سینے میں عشق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ان کے حرکات وسکنات اور ہر جزو وکل سے عشق مصطفیٰ ہی ٹپکتا تھا جس کا اندازہ ان کی سیرت اور نعتیہ کلام سے لگایا جاسکتا ہے۔

---

[۱] تاریخ نعت گوئی میں حضرت رضا بریلوی کا منصب۔ شاعر لکھنوی۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۲۴/۲۳

مولانا بدرالدین احمد حضرت رضا بریلوی کی نعت گوئی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آپ عام ارباب سخن کی طرح صبح سے شام تک اشعار کی تیاری میں مصروف نہیں رہتے تھے بلکہ جب پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی اور درد عشق آپ کو بے تاب کرتا تو از خود زبان پر نعتیہ اشعار جاری ہو جاتے اور یہی اشعار آپ کی سوزش عشق کی تسکین کا سامان بن جاتے۔ چنانچہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جب سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بیقرار دل کو تسکین دیتا ہوں ورنہ شعر و سخن میرا مذاق طبع نہیں۔" [1]

جبھی تو آپ فرماتے ہیں ؎

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا ردی تھی کیا کیسے قافیے تھے

جان ہے عشق مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

حضرت رضا بریلوی کی نعت گوئی کو عصری یا زمانی قیود میں مقید نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے اس عمر کو پہونچ کر نعت گوئی کی ابتدا کی۔ بلکہ وہ ایک سچے عاشق رسول تھے۔ عشق رسول کا جام لبالب آپ نے روز الست ہی نوش فرما لیا تھا۔ جب عشق رسول کا درد آپ کو بے چین کرتا تو آپ نعت کہنے لگتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"بحمد اللہ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لا الہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔" [2]

---

[1] سوانح اعلیٰ حضرت۔ مولانا بدرالدین احمد قادری ص ۳۸۵

[2] حیات اعلیٰ حضرت، علامہ ظفر الدین بہاری ص ۲

شمع طیبہ سے میں پروانہ رہوں کب تک دور
ہاں جلا دے شررِ آتشِ پنہاں ہم کو

خاک ہو جائیں درِ پاک پہ حسرت مٹ جائے
یا الٰہی نہ پھرا بے سر و ساماں ہم کو

تنگ آئے ہیں دو عالم مری بیتابی سے
چین لینے دے تپ سینۂ سوزاں ہم کو

میرے ہر زخم جگر سے یہ نکلتی ہے صدا
اے ملیح عربی کر دے نمک داں ہم کو

رحم فرمائیے اے شاہ کہ اب تاب نہیں
تا بکے خون رلائے غم ہجراں ہم کو

حضرت رضا بریلوی نے کسی سے شرفِ تلمذ بھی نہیں حاصل کیا اور نہ ہی کسی سے اصلاح لی بلکہ وہ تلمیذ الرحمٰن تھے (الشعراء تلامیذ الرحمٰن) ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

"وہ عاشقِ صادق تھا وہ کسی کا شاگرد نہ تھا۔ شاگرد تو غالب بھی کسی کا نہ تھا مگر وہ عاشقِ صادق نہ تھا۔"[۲]

آپ فرماتے ہیں ؎

جبینِ طبع ہے ناسودہ داغِ شاگردی
غبارِ منتِ اصلاح سے ہے دامن دور [۳]

ہاں اتنا ضرور تھا کہ جب وہ اپنی فکر کو مہمیز لگاتے تھے تو قرآن مقدس کو پیش نظر رکھتے تھے وہ قرآن مقدس جس کے نزول کا بنیادی سبب "ہدیً للناس" ہے فرماتے ہیں ؎

---

۱ عاشق رسول۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ص۔

۲ معارف رضا ۱۹۸۲ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۵۰

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

جس کی نعت گوئی کا محور و مرکز قرآن مقدس ہو وہ قرآن مقدس جو سراپا رشد و ہدایت اور جمیع علوم و فنون کا مجموعہ ہے۔ اور رب کی زبان میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت تو ایسی نعت کائنات کا سب سے بڑا سرمایۂ افتخار کہی جائے گی۔ جب اللہ کی دی ہوئی توفیق سے اس کے بندے ایسی نعتیں کہیں گے تو وہ تمام غیر شرعی امور سے منزہ ہوں گا اور جب وہ نعتیں پڑھی جائیں گی یا سنی جائیں گی تو قرآن کے پڑھنے اور سننے کا سا لطف محسوس ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت رضا بریلوی کی نعتیں گوش و ہوش سے گذرتی ہیں تو روح وجد کرنے لگتی ہے اور زندگی اپنی معراج پالیتی ہے۔ مزید برآں اگر نعت گوئی میں استفادہ یا رہبری کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو شاعر بارگاہ رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم کو نشانِ منزل قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ؎

توشہ میں غم و اشک کا ساماں بس ہے
افغانِ دلِ زار حدی خواں بس ہے
رہبر کی رہِ نعت میں گر حاجت ہو
نقشِ قدمِ حضرتِ حسان بس ہے

جب حضرت رضا بریلوی اپنے آقا و مولیٰ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوتے ہیں تو اس وقت محبت رسول آپ کو بے چین کرتی ہے۔ سوزشِ عشق کی کرب انگیزیاں مضطرب کرتی ہیں، دردِ عشق دوگنا تین گنا نہیں بلکہ بے کراں ہو جاتا ہے اور بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے تو بے ساختہ زبان پر نعتیہ اشعار

جاری ہوجاتے ہیں ؎

پیشِ نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بیقرار
روکیے سر کو روکیے ہاں یہی امتحان ہے

مگر وہیں قرآن مقدس رہبری کرتا ہے اور فوراً فرماتے ہیں ؎

اے شوقِ دل یہ سجدہ گر ان کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجے کہ سر کو خبر نہ ہو

حضرت رضا بریلوی نے نعت گوئی بطور وظیفہ اور عبادت کے کی ہے ورنہ شعر و شاعری ان کا مذاق طبع نہ تھا جیسا کہ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں ؎

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا ردی تھی کیا کیسے قافیے تھے

قرآن پاک میں اللہ جل و علا نے ارشاد فرمایا ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ یقیناً اوراد و وظائف دل مضطر کا مداوا ہوا کرتے ہیں حضرت رضا بریلوی کو نعت گوئی سے اس قدر شغف اور دلی لگاؤ تھا کہ زندگی کے اکثر و بیشتر لمحات نعت گوئی ہی میں گذرتے تھے اور دیگر اوراد و وظائف پر نعت کو فوقیت بھی دیتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں ؎

ایسا گما دے ان کی ولا میں خدا ہمیں
ڈھونڈھا کریں پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے
بیکسی لوٹ لے خدا نہ کرے
دل میں روشن ہے شمعِ عشقِ حضور
کاش جوشِ ہوس ہوا نہ کرے

اے رضا سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے

یادِ حضور کی قسم غفلتِ عیش ہے ستم
خوب ہیں قیدِ غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

یوں ہی ایک نعتیہ غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں ؎

قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی

یہ ایک فطری امر ہے کہ جب کوئی شخص دیارِ محبوب کی طرف جاتا ہے تو اس وقت اس کو بلا تکلف اپنے محبوب کی یاد آجاتی ہے۔ ایسے میں اس شخص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اے کاش اس شخص سے پہلے میں اپنے محبوب کی زیارت سے اپنے قلب و جگر کو ٹھنڈا کرپاتا۔ یوں ہی جب زوّارِ مدینہ کا قافلہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے پا بہ رکاب ہوا ہوگا اور وہ بھی حضرت رضا بریلوی جیسے عاشقِ صادق کے سامنے تو وہ سارا منظر دیکھ کر آپ پر کیا گذری ہوگی۔ دل دردسے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہوگا اور ایسے میں جو آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد آئی ہوگی تو بالکل اسی طرح ؎

آئی جوان کی یاد تو آتی چلی گئی
ہر نقش ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

یقیناً ایسے میں ایک سرد آہ کے ساتھ آپ کی زبان سے نعت کا یہ مطلع نکلا ہوگا۔

؎ قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی

حضرت رضا بریلوی نے دو بار حج کیا تھا پہلی بار فریضۂ حج ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء

میں اور دوسری بار ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں۔ دونوں بار آپ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے بلکہ پہلی بار فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد دوسری بار خاص کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہی کی غرض سے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور فریضۂ حج بھی ادا فرمایا۔ فرماتے ہیں ؎

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

پہلی بار حج فرض ادا کرنے کے بعد جب مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوئے ہیں تو تمام اوراد و وظائف کو منقطع کر کے نعت شریف کے مقدس وظیفے کو جاری رکھے ہوئے تصور محبوب میں ڈوب کر ارشاد فرماتے ہیں ؎

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے
کھبتی ہوئی نظر میں ادا کس سحر کی ہے
چبھتی ہوئی جگر میں صدا کس گجر کی ہے
ہم جائیں اور قدم سے لپٹ کر حرم کہے
سونپا خدا کو تجھ کو یہ عظمت سفر کی ہے
ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے
واروں قدم قدم پہ کہ ہر دم ہے جانِ نو
یہ راہِ جاں فزا مرے مولیٰ کے در کی ہے
اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاکِ پاک
حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے

زندہ رہیں تو حاضریِ بارگہ نصیب
مرجائیں تو حیاتِ ابد عیش گھر کی ہے

طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند
سیدھی سڑک یہ شہرِ شفاعت نگر کی ہے

سرکار ہم گنواروں میں طرزِ ادب کہاں
ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ "لا" ہے نہ حاجت "اگر" کی ہے

اف بے حیائیاں کہ یہ منہ اور ترے حضور
ہاں تو کریم ہے تری خو درگزر کی ہے

تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے
کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے

جاؤں کہاں پکاروں کسے کس کا منہ تکوں
کیا پرسش اور جا بھی سگِ بے ہنر کی ہے

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

سنکی وہ دیکھ بادِ شفاعت کہ دے ہوا
یہ آبرو رضا ترے دامانِ تر کی ہے

اسی نعت کے تسلسل میں ایک اور نعت بھی ہے۔ جب حضرت رضا بریلوی روضۂ رسول سے قریب ہوئے تو دل کی دھڑکنوں میں بے ساختہ اضافہ ہو گیا بے خودی اور وارفتگی میں ڈوب کر اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس روضے کے جلوۂ زیبا

کی دید کے لئے حجاج کرام کو دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ؎

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

رکن شامی سے مٹی وحشتِ شامِ غربت
اب مدینے کو چلو صبحِ دل آرا دیکھو

آبِ زمزم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ جودِ شہِ کوثر کا بھی دریا دیکھو

دھوم دیکھی ہے درِ کعبہ پہ بے تابوں کی
ان کے مشتاقوں میں حسرت کا تڑپنا دیکھو

کرچکی رفعتِ کعبہ پہ نظر پروازیں
ٹوپی اب تھام کے خاکِ درِ والا دیکھو

ملتزم سے تو گلے لگ کے نکالے ارماں
ادب و شوق کا یاں باہم الجھنا دیکھو

خوب مسعیٰ میں بہ امید صفا دوڑ چکے
رہِ جاناں کی صفا کا بھی تماشہ دیکھو

رقصِ بسمل کی بہاریں تو منیٰ میں دیکھیں
دلِ خوں نابہ فشاں کا بھی تڑپنا دیکھو

غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

جب دوسری بار ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں عازمِ سفر ہوئے تو ادائیگیِ حج کے بعد حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ انور کا رخ کرتے ہوئے مدینہ طیبہ کی

طرف کوچ کرتے ہیں تو اس وقت بھی حسبِ سابق نعت کا وظیفہ جاری رکھتے ہیں اور کیوں نہ وظیفۂ نعت جاری رکھتے جبکہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی زیارت مقصود تھی۔ چنانچہ اس نعمت عظمیٰ پر شکر الٰہی بجالاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ؎

شکرِ خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

گرمی ہے، تپ ہے، درد ہے، کلفت سفر کی ہے
ناشکر! یہ تو دیکھ عزیمت کدھر کی ہے

وہ دیکھ جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی
پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے

ماہِ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے
یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دوپہر کی ہے

مَنْ زَارَ تُرْبَتِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ
ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرادیئے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا جب کسی نے کہ نہضت کدھر کی ہے

ان پر درود جن کو حجر تک کریں سلام
ان پر سلام جن کو تحیت شجر کی ہے

ان پر درود جن کو کسِ بیکساں کہیں
ان پر سلام جن کو خبر بے خبر کی ہے

جن و بشر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ بارگاہ مالکِ جن و بشر کی ہے

شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام
خوبی انہیں کی جوت سے شمس و قمر کی ہے

سب بحر و بر سلام کو حاضر ہیں السلام
تملیک انہیں کے نام تو ہر بحر و بر کی ہے

سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں السلام
کلمے سے تر زبان درخت و حجر کی ہے

عرض و اثر سلام کو حاضر ہیں السلام
ملجا یہ بارگاہ دعا و اثر کی ہے

شوریدہ سر سلام کو حاضر ہیں السلام
راحت انہیں کے قدموں میں شوریدہ سر کی ہے

خستہ جگر سلام کو حاضر ہیں السلام
مرہم یہیں کی خاک تو خستہ جگر کی ہے

سب خشک و تر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ جلوہ گاہ مالکِ ہر خشک و تر کی ہے

سب کرّ و فر سلام کو حاضر ہیں السلام
ٹوپی یہیں تو خاک پہ ہر کرّ و فر کی ہے

اہلِ نظر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ گرد ہی تو سرمہ سب اہلِ نظر کی ہے

وندان کا نعت خواں ہوں نہ پایاب ہو گی آب
ندی گلے گلے مرے آبِ گہر کی ہے

یارب رضاؔ نہ احمدِ پارینہ ہو کے جائے
یہ بارگاہ تیرے حبیبِ ابر کی ہے

توفیق دے کہ آگے نہ پیدا ہو خوئے بد
تبدیل کر جو خصلتِ بد پیشتر کی ہے

آ کچھ سنا دے عشق کے بولوں میں اے رضاؔ
مشتاق طبع لذتِ سوزِ جگر کی ہے

حضرت رضاؔ بریلوی کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" کے مرتبین نے بڑی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس لئے کہ اس کی ترتیب و تدوین میں اعتقاد کو فوقیت دیتے ہوئے تحقیق تخفیف اور ادبی نقطۂ نگاہ سے اعراض کیا ہے۔ ایک عرصہ دراز کے بعد محقق عصر حضرت علامہ شمس بریلوی نے حضرت رضاؔ بریلوی کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" کا تحقیقی اور ادبی جائزہ لیا اور اس کو ادبی پیرائے میں مرتب کیا مگر آپ سے بھی تسامح ہوا اس لئے کہ حضرت رضاؔ بریلوی نے جس نعت کو پہلی بار مدینہ طیبہ کی حاضری کے وقت کہا تھا جس کا مطلع ہے ؎

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے

اس کو دوسری بار حاضری کی نعت قرار دیا ہے۔ اور اس طرح کا مضمون قائم کیا ہے۔

۔ حاضری درگاہ ابدی پناہ وصل دوم رنگ عشقی، [1]

---

[1] تحقیقی اور ادبی جائزہ۔ علامہ شمس بریلوی۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ص ۱۶۲ و ص ۱۶۴

اور دوسری بار کی حاضری کے وقت کہی گئی نعت کو پہلی بار حاضری کی نعت قرار دیاہے جس کا مضمون اس طرح ہے۔

"حاضری بارگاہ بہیں جاہ وصل اول رنگ علمی حضور جانِ نور"

جس کا مطلع ہے ؎

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

مقالہ نگار کی تحقیق میں مذکورہ مطلع دوسری بار حاضری کی نعت کا ہے۔ اس لئے کہ مطلع ثانی خود گواہ ہے ؎

گرمی ہے تپ ہے درد ہے کلفت سفر کی ہے
ناشکر یہ تو دیکھ عزیمت کدھر کی ہے

اس سے یہی بات منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتی ہے کہ جس وقت حضرت رضا بریلوی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے آمادہ ہوئے تھے اس وقت آپ علیل تھے جس کی تائید و توثیق الملفوظ کی مندرجۂ ذیل تحریر سے بھی ہوتی ہے۔

"سفر کے پہلے عشرہ میں عزم حاضری سرکار اعظم مصمم ہو گیا اونٹ کرایہ کر لئے سب اشرفیاں پیشگی دیدیں۔ آج سب اکابر علماء سے رخصت ہونے کو ملا وہاں پان کی جگہ چائے تواضع ہے اور انکار سے برا مانتے ہیں ہر جگہ چائے پینی ہوئی جس کا شمار نو فنجان تک پہونچا اور وہاں بے دودھ کی چائے پیتے ہیں جس کا میں عادی نہیں اور چائے گردے کو مضر ہے اور میرے گردے ضعیف، رات کو معاذ اللہ ہوائی گردے کا درد ہوا اور ساری شب جاگتے گئی صبح ہی سفر کا قصد تھا مجبوراً ملتوی رہا۔ جمالوں سے کہہ دیا گیا کہ تاسف نہیں جاسکتے وہ چلے گئے اور اشرفیاں بھی انہیں کے ساتھ گئیں

ترکی ڈاکٹر رمضان آفندی نے پلاسٹر لگائے دو ہفتے سے زائد تک معالجے کئے بحمد اللہ تعالیٰ شفار ہوئی مگر اب بھی دن میں پانچ چھ بار چمک ہو جاتی تھی اسی حالت میں دوبارہ اونٹ کرایہ کئے سب نے کہا کہ اونٹ کی سواری میں ہل بہت ہوگی۔ اور حال یہ ہے مگر میں نے نہ مانا اور توکل علی اللہ تعالیٰ ۲۴ صفر ۱۳۲۴ھ کو کعبۂ تن سے کعبۂ جان کی طرف روانہ ہوا۔“ [۱]

چنانچہ آگے ارشاد فرماتے ہیں:

”پہلی رات کہ جنگل میں آئی صبح کے مثل روشن معلوم ہوتی تھی جس کا اشارہ میں نے اپنے قصیدہ حضور جان نور میں کیا جو حاضری دربار معلیٰ میں لکھا گیا تھا ۔

وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی

پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے“ [۲]

مزید برآں حضرت رضا بریلوی کے اسی نعتیہ قصیدہ کے مندرجہ ذیل اشعار سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس نعتیہ قصیدہ کو دوسری بار زیارت کے موقع پر تحریر فرمایا تھا ۔

مَن زارَ تُربَتی وَجَبَت لہٗ شَفَاعَتی

ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے

اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا

پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک ظل

روشن انہیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے

۱۔ الملفوظ ج ۲، محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری۔ نورانی پریس تالاروڈ کانپور ص ۱۳۵

۲۔ ” ” ” ” ” ” ” ” ص ۱۳۵

(۷)

مولانا احمد رضا بریلوی

کی

علمی، ادبی اور سیاسی خدمات

مولانا احمد رضا بریلوی کی شخصیت ایک متبحر اور عبقری عالم دین کی حیثیت سے مسلم ہے جس کا اعتراف سبھی کو ہے۔ اور علماء کے بارے میں اللہ کے پیارے رسول حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ علماء کرام انبیاء کرام کے وارث ہیں اور انبیاء کرام کی بعثت کا بنیادی مقصد اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام۔ کا اعلان واعلام اور اس کی ترویج واشاعت تھا۔

نبوت ورسالت کے انسداد مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا کے بعد مکمل طور سے تبلیغ دین کی تمام تر ذمہ داریاں علماء ہی پر عائد ہو گئیں اور ایسی صورت میں اگر مذہب اسلام پر کوئی حرف آیا تو علماء نے ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا اور مذہب اسلام کی سچی تصویر پیش کی۔ ایک عالم دین کے سراپا کی تصویر کشی کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں۔

"ایک عالم دین اور اہل دل کی شخصیت وکردار اور افکار وخیالات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں پرکھنا چاہیئے کہ اس کا دل ودماغ تجلیات الٰہیہ اور انوار محمدیہ سے منور ومستنیر ہوتا ہے۔ اس کے اقوال واعمال کی اساس خلوص وللٰہیت پر ہوتی ہے کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں رکھتا جو کچھ کہتا ہے یا کرتا ہے برملا کرتا ہے مصلحت وقت نام کی شے اس کی حیات مقدسہ سے یکسر خالی ہوتی ہے ؎

یہ نغمۂ فصل گل ولالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الا اللہ

وہ کسی کی رو رعایت نہیں کرتا فیصلہ دشمن کے حق میں ہو یا دوست کے حق میں وہ اس کی بھی پرواہ نہیں کرتا اس کی نظر خدا ورسول علیہ السلام پر ہوتی ہے جو فیصلہ اس بارگاہ عالی سے صادر ہوتا ہے وہی نافذ کرتا ہے۔ بارہا تاریخ میں ایسے دور آئے ہیں جب فیصلہ دشمن کے حق میں ہوا ہے تو دوستوں نے خوشامد وتملق کا الزام لگایا ہے

اور دوستوں کے حق میں ہوا ہے تو جانب داری اور طرفداری کی تہمت لگائی ہے مگر یہ نفس تزکی ان تمام الزامات اور تہمت تراشیوں سے بے نیاز ہو کر محض اللہ کے لئے اپنے فیصلے صادر کرتا ہے" ۱؎

مولانا احمد رضا بریلوی تمام چیزوں کو دینی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے اور پرکھتے تھے جو چیز دین و مذہب کی روشنی میں ہوتی تھی اس کو بہ طیب خاطر قبول کر لیا کرتے تھے اور جو چیز اس کے برخلاف ہوا کرتی تھی اس کو ٹھکرا دیا کرتے تھے اور یہ چیز فاضل بریلوی اور علامہ اقبال کے مابین قدر مشترک کا درجہ رکھتی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر عبدالرشید استاذ شعبۂ علوم اسلامی جامعہ کراچی لکھتے ہیں۔

"یہی وجہ تھی کہ آپ نے تحریک ترک موالات کے سلسلے میں ۱۹۲۰ء میں ایک جامع فتویٰ دے کر دو قومی نظریے کی بنیاد ڈال دی اور آپ کے فتویٰ ہی کی بنا پر علامہ اقبال نے ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء میں انجمن حمایت الاسلام کے جلسہ میں انجمن کے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے مسلمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی اور فرمایا میں ہر معاملہ کو مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہوں اور مسلمانوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر وہ شریعت کے احکام پر نہ چلے تو ہندوستان میں ان کی حیثیت بالکل تباہ ہو جائے گی" ۲؎

یوں ہی ۱۴ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ/ ۲۴ جنوری ۱۹۲۱ء کو پروفیسر حاکم علی پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور نے ایک مراسلہ عربی و فارسی میں مولانا احمد رضا بریلوی کے پاس ارسال کیا اور اس میں بعض قرآنی آیات تفسیر جلالین، تفسیر حسینی اور بعض سائنس دانوں کی کتابوں کے حوالے قلم بند کرتے ہوئے حرکت زمین کے قول کی تائید و تصدیق کی اور مراسلہ کے آخر میں التماس کیا

۱؎ فاضل بریلوی اور ترک موالات۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۵۵

۲؎ معارف رضا ۱۹۸۶ء ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۴۲

"غریب نواز کرم فرما کر میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر انشاء اللہ العزیز سائنس کو اور سائنس دانوں کو مسلمان کیا ہوا پائیں گے۔" [۱]

اس پر مولانا احمد رضا بریلوی کی عالمانہ شان اور غیرت دینی کو جلال آیا، کلک رضا متحرک ہوا اور فوراً اس مراسلہ کا جواب ۳۲ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ "نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان" قلم بند فرمایا جس میں مذکورہ کتب کے علاوہ ۲۸ اور دیگر کتب تفاسیر سے حوالے پیش کئے اور پروفیسر حاکم علی کے دلائل کو مکرر قرار دیتے ہوئے سائنس دانوں پر بھی تنقید کی وہ لکھتے ہیں "یورپ والوں کو طریقہ استدلال اصلاً نہیں ہے انہیں اثبات دعویٰ کی تمیز نہیں ہے۔" [۲]

اور آخر میں پروفیسر حاکم علی کے اس التماس کا جواب بایں طور تحریر کیا:

"محب فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دور از کار کرکے سائنس کے مطابق کر لیا جائے یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے اختلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائل سائنس کو پامال و مردود کر دیا جائے جابجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو سائنس کا ابطال و اسکات ہو یوں قابو میں آئے گی اور آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہ تعالیٰ دشوار نہیں آپ اسے بچشم پسند دیکھتے ہیں۔" [۳]

الغرض فاضل بریلوی کی علمی خدمات کا موضوع کافی بکھرا ہوا ہے جس کو سمیٹنا کوئی آسان کام نہیں بلکہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہے یہاں صرف فاضل بریلوی کی علمی خدمات کا ایک

---

[۱] فوز مبین در رد حرکت زمین۔ امام احمد رضا بریلوی۔ ادارہ سنی دنیا بریلی ص ۱۳

[۲] " " " " " " " " " ص ۱۱

[۳] فوز مبین در رد حرکت زمین۔ امام احمد رضا بریلوی۔ ادارہ سنی دنیا بریلی ص ۱۲

اجمالی خاکہ " مشتے نمونہ از خروارے " کے تحت پیش کیا گیا ہے جس سے اہل علم و خرد بخوبی فاضل بریلوی کی علمی خدمات کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

علم تفسیر!

مولانا احمد رضا بریلوی کی شخصیت ایک ایسی ہمہ گیر و ہمہ جہت شخصیت ہے کہ جس پر عاجلانہ انداز میں خامہ فرسائی کر کے عہدہ برا نہیں ہوا جا سکتا وہ کون سا میدان علم ہے جس کے وہ شہسوار نہیں صفحات گذشتہ میں فاضل بریلوی کے مختلف علوم و فنون پر دسترس کا ذکر ہوا وہ خود اس بات کا بہترین ثبوت ہے کہ فاضل بریلوی علوم و فنون کی دنیا میں اپنی مثال آپ تھے ان کا ہر پہلو بحر ذخار ہے جس پر صفحات نہیں دفتر کے دفتر لکھے جائیں تب بھی حق ادا نہیں ہو سکتا۔ یہاں اجمالی طور پر فاضل بریلوی کے علم تفسیر کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی نے مستقلاً علم تفسیر میں کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ ہاں سورۃ والضحیٰ کی تفسیر لکھنے کا آغاز کیا تھا مگر عدیم الفرصتی کے باعث صرف سینکڑوں صفحات لکھ کر ہاتھ کھینچ لیا[1] جس کا ذکر ان کے مشہور و معروف ترجمۂ قرآن پاک " کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن " میں کیا جائے گا۔ مگر اس کے باوجود وقتاً فوقتاً آپ نے جو قرآن پاک کی آیتوں کی تفسیریں بیان کی ہیں یا تحریر کی ہیں اگر ان کو یکجا کیا جائے تو تفسیر کی ایک اچھی خاصی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

---

[1] معارف رضا ۱۹۹۶ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی صـ ۱۴۵

پاکستان کے ایک مشہور عالم دین اور اسکالر مولانا محمد فیض احمد اویسی نے مولانا احمد رضا بریلوی کی تفسیری خدمات پر کام کرنا شروع کیا ہے وہ اپنے ایک تحقیقی مقالہ " امام اہلسنت اور علم تفسیر " میں لکھتے ہیں۔

• یہ علیحدہ بات ہے کہ آپ کو مستقل طور پر لکھنے کا موقع نہیں ملا لیکن آپ کی تصانیف سے قرآنی ابحاث کی ایک ضخیم تفسیر تیار ہو سکتی ہے اور فقیر اویسی نے اس کے اکثر اجزا کو جمع کیا ہے بنام " تفسیر امام احمد رضا " خدا کرے کوئی بندۂ خدا اس کی اشاعت کے لئے کمر بستہ ہو جائے۔ ملا

چنانچہ " وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ " (الی آخر الآیۃ) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں۔

اَقُوْلُ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْق پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس مضمون کو قرآن کریم نے کس قدر مہتم بالشان ٹھہرایا اور طرح طرح سے موکد فرمایا۔

اولاً انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں زنہار حکم الٰہی کے خلاف ان سے متحمل نہیں کافی تھا کہ رب تعالیٰ بطرز امر انہیں فرماتا کہ اگر وہ نبی تمہارے پاس آئے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا مگر اس پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ ان سے عہد و پیمان لیا جیسے کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تا کہ ظاہر ہو کہ تمام ماسوا اللہ پر پہلا فرض ربوبیت الٰہیہ کا اذعان ہے پھر اس کے برابر رسالت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان (صلی اللہ علیہ وسلم و بارک و شرف و مجد و عظم)

ثانیاً اس عہد کو لام تاکید سے موکد فرمایا لتؤمنن بہ و لتنصرنہ جس طرح نوابوں سے بیعت سلاطین لی جاتی ہے۔ امام سبکی فرماتے ہیں یہ مسئلہ سوگند بیعت اسی آیت مبارکہ سے ماخوذ ہوئی ہے۔

ثالثاً نون تاکید

رابعاً وہ بھی ثقیلہ لا کر ثقل تاکید اور دوبالا فرمادیا۔

خامسًا یہ کمال اہتمام ملاحظہ کیجیے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام ابھی جواب نہ دینے پائیں کہ خود ہی تقدیم فرما کر پوچھتے ہیں کہ "ءَاَقْرَرْتُمْ" کیا اس امر پر اقرار لاتے ہیں یعنی کمال تعجیل و تسجیل مقصود ہے۔

سادسًا اس قدر پر بھی بس نہ فرمایا بلکہ ارشاد فرمایا وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ؟ خالی اقرار ہی نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمہ لو۔

سابعًا علیہ یا علیٰ ہٰذا۔ کی جگہ علیٰ ذالکم فرمایا کہ بُعد اشارت عظمت ہو۔

ثامنًا اور ترقی ہوئی کہ "فَاشْهَدُوْا" ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ حالانکہ معاذ اللہ اقرار کر کے مکر جانا ان پاک مقدس جنابوں سے معقول نہ تھا۔

تاسعًا کمال یہ ہے کہ صرف ان کی گواہی پر اکتفا نہ ہوا بلکہ فرمایا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

عاشرًا سب سے زیادہ نہایت کار یہ ہے کہ اس قدر عظیم و جلیل تاکیدوں کے بعد انبیاء علیہم السلام کو عصمت عطا فرمائی یہ سخت شدید تہدید بھی فرما دی گئی۔ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اب جو اس اقرار سے پھرے گا فاسق ٹھہرے گا۔ یہ وہی اعتنائے تام و اہتمام تمام ہے جو باری تعالیٰ کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں بیان فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ جو ان میں سے کہے گا کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں اس کو جہنم کی سزا دیں گے ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستمگاروں کو۔

گویا اشارہ فرماتے ہیں جس طرح ہمیں ایمان کے جزو لا الٰہ الا اللہ کا اہتمام ہے یوں ہی جزو دوم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام تام ہے کہ میں تمام جہانوں کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سر نہیں پھیر سکتے۔ اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول

ومقتدا ہے انبیاء و مرسلین بھی اس کی بیعت و خدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوئے"[1]

مولانا احمد رضا بریلوی نے چند مشہور تفاسیر پر عربی میں حواشی بھی تحریر کئے جن سے بھی آپ کے مفسر ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

(۱) حاشیہ تفسیر بیضاوی
(۲) حاشیہ عنایت القاضی شرح بیضاوی
(۳) حاشیہ معلم التنزیل
(۴) حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن ۔۔ سیوطی
(۵) حاشیہ الدر المنثور ۔۔ سیوطی
(۶) حاشیہ تفسیر خازن ۔۔ [2]

اس کے علاوہ بھی فاضل بریلوی کے بہت سارے رسالے علم تفسیر میں ہیں جن پر تعمق کے ساتھ غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے بنیز یوں ہی بہت ساری آیتوں کی تفسیریں جستہ جستہ متعدد کتب میں بکھری ہوئی پائی جاتی ہیں جن پر مستقل تحقیق و تفحص کی ضرورت ہے۔

۱؎ معارف رضا ۱۹۸۸ء ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۵۰/۱۵۲

۲؎ " " " " " ص ۴۵

کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن

گذشتہ سطور میں یہ بات عرض کی جاچکی ہے کہ مولانا احمد رضا بریلوی نے قرآن پاک کی تفسیر لکھنے کا آغاز کیا تھا مگر کثرت مصروفیات کے باعث صرف چند سو صفحات لکھ کر دست کشی کرلی۔ یوں ہی جب آپ کے شاگرد وخلیفہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی مصنف "بہار شریعت" نے قرآن پاک کا ترجمہ کرنے کی گذارش کی تو آپ نے ان کا مطالبہ تو مان لیا مگر مشاغل کثیرہ کے باعث تاخیر پر تاخیر ہوتی چلی گئی۔ مگر جب مولانا امجد علی اعظمی نے مولانا احمد رضا بریلوی سے اپنی پاکیزہ خواہش کا بار بار اظہار کیا تو فاضل بریلوی نے فرمایا۔

"چونکہ ترجمہ کے لئے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لئے آپ رات کو سونے کے وقت یا دن کو قیلولہ کے وقت آجایا کریں"

چنانچہ ایک دن حضرت صدر الشریعہ کاغذ قلم اور دوات لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور یہ اہم دینی کام بھی شروع ہوگیا۔

ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت زبانی طور پر آیات کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اسے قلم بند فرماتے جاتے۔ یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفسیر ولغت ملاحظہ فرماتے بعدہ آیت کے معنی سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ اور برجستہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف روانی سے پڑھتا جاتا ہے۔ پھر جب حضرت صدر الشریعہ اور دیگر علماء حلقۂ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کا کتب تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران ہو جاتے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ برجستہ وفی البدیہہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ کے عین مطابق ہے۔

الغرض اسی قلیل وقت میں یہ ترجمہ کا کام ہوتا رہا پھر وہ مبارک ساعت بھی آگئی کہ حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت سے قرآن مجید کا ترجمہ مکمل کرالیا اور آپ کی کوشش بلیغ کی بدولت دنیائے سنیت کو کنز الایمان کی دولت عظمیٰ نصیب ہوئی"۔ ۱؎

مقالہ نگار کے خیال میں حضرت فاضل بریلوی کی قرآن مجید کی تفسیر سے دست کشی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ چونکہ آپ کا ترجمۂ قرآن پاک "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" تفسیر کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے اس لئے مزید اس پر وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی ملاحظہ ہو قرآن پاک کی ایک آیت کا ترجمہ:

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ مولانا احمد رضا بریلوی اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔

"اے جن وانسان کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے"

ایک اور فاضل مولانا اشرف علی تھانوی اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔

"اے گروہ جن اور انسان کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکلو مگر بدوں زور کے نہیں نکل سکتے اور زور ہے نہیں پس نکلنے کا وقوع بھی محتمل نہیں۔

نیز اسی مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے پروفیسر مجید اللہ قادری نے قرآن مقدس کی آیت (الانشقاق ۱۹) لتركبن طبقا عن طبق پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا احمد رضا بریلوی کے ترجمہ کی انفرادیت اس طرح بیان کی ہے وہ لکھتے ہیں:

یہاں آپ نے لتركبن طبقا عن طبق کا ترجمہ منزل چڑھنا فرما کر یہ بتا دیا کہ

۱؎ محاسن کنز الایمان۔ ملک شیر محمد خاں اعوان۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۱۸/۱۹

انسان جب فضاؤں کو چیرتا ہوا باہر نکلے گا تو ضرور اس کی کوئی دوسری منزل ہوگی اور سورہ کی اٹھارہویں
آیت یہ بھی اشارہ کرتی ہے کہ وہ منزل چاند ہوگی اور ممکن ہے کہ منزل بہ منزل انسان چڑھتا ہی چلا جائے
اور بیسویں آیت یہ بھی اشارہ کر رہی ہے کہ یہ انسان جو چاند یا کسی اور سیارے پر قدم رکھے گا
وہ مسلمان نہیں کافر ہوگا اور دنیا گواہ ہے کہ چاند پر پہلا قدم رکھنے والے دونوں امریکی خلا باز
نیل آرمسٹرانگ اور ایڈن ایلڈرن کافر تھے اب اگر قرآن یہ بات بتلانے سے قاصر رہے کہ آیا
انسان کسی دوسرے سیارے پر قدم رکھے گا یا نہیں اور انسان قدم رکھ لے تو اتنی بڑی ترقی
اگر قرآن نہ بتا سکے تو پھر قرآن کا یہ وعدہ درست نہیں رہتا کہ ہر خشک و تر کا ذکر قرآن میں موجود
ہے یا ہر شے کی تفصیل موجود ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہوا کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے خاص کر آج کے
دور میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم پر دسترس بھی ضروری ہے۔ امام احمد رضا نے
ایسے ہی لفظوں کا انتخاب کر کے جہاں مذہبی اور دینی قانون کی پاسداری کی ہے وہیں
دیگر علوم و فنون کی معلومات کی بھی بڑے نپے تلے لفظوں میں ترجمانی کی ہے۔ اب اس
آیت کا ترجمہ جو دیگر مترجمین کرتے ہیں اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ آیت انسان کی اس
ترقی کی طرف اشارہ کرتی ہے" ملہ

مولانا احمد رضا بریلوی کے ترجمہ قرآن "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" کا انگریزی
زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے جس کو Dr. Hanif Akhtar Fatmi Qadri Naushhi
Barrister at law professor London University Formerly professor Karachi
University- Riyyadh University and Kuwait University.

نے کیا ہے جو Islamic world mission Bradford U.K. obtion atele from.
Raza academy. 16 Charmichal street Edgeley Stockport Manchester- U.K.

سے طبع ہو چکا ہے۔ چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

"پروفیسر محمد حنیف اختر صاحب نے کئی سال ہوئے امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کو انگریزی میں منتقل کیا تھا جو لاہور میں چھپ رہا ہے۔

نیز کنز الایمان کو پروفیسر شاہ فرید الحق (کراچی) اور آلِ رسول حسنین صاحب (مارہرہ شریف) انگریزی میں منتقل کر رہے ہیں۔" ۲

ملاحظہ ہو شاہ فرید الحق کا ترجمہ:

و اذ اقتلتم نفسا فادّٰرءتم فیھا واللہ مخرج ما کنتم تکتمون۔	And When Your shed the blood of a Person then began accousing for it each-other and Allah Was to disclose what you were widing. ۳

"امام احمد رضا بریلوی کے ترجمہ قرآن کنز الایمان کا ترجمہ بنگلہ زبان میں بھی ہو چکا ہے جسکو بنگلہ دیش کے ایک دانشور فاضل مولانا محمد عبد المنان صاحب نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ رضا اکیڈمی چٹاگانگ بنگلہ دیش سے شائع بھی ہو چکا ہے۔" ۴

۱۔ قرآن سائنس اور امام احمد رضا۔ پروفیسر مجید اللہ قادری۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۸

۲۔ معارف رضا ۱۹۸۶ء۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۴۳

۳۔ امام احمد رضا دنیائے صحافت میں۔ آر بی مظہری۔ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۲۴

۴۔ امام احمد رضا کانفرنس مجلہ ۱۹۹۲ء ص ۸

علمِ حدیث

ایک عالمِ دین کا اثاثۂ علم، متاعِ زندگی اور مآخذ و مراجع قرآن و حدیث ہی ہوتا ہے۔ امام
رضا کی علمِ حدیث پر گہری نظر تھی وہ متنِ حدیث کے اسرار و رموز سے بخوبی واقف تھے خصوصاً اسماء الرجال
پر اچھی گرفت تھی۔ اسماء الرجال کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے جرمنی کے ایک فاضل مستشرق ڈاکٹر اسپ
لکھتے ہیں، "نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گذری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال
عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ افراد کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔" [۱]

مولانا احمد رضا بریلوی کے والد مفتی نقی علی خاں صاحب نے فضیلتِ علم میں ایک رسالہ
تھا جسکی آپ نے شرح لکھی، "اَلنُّجُومُ الثَّوَاقِبُ فِی تَخْرِیْجِ اَحَادِیْثِ الْکَوَاکِبِ" جس میں آ
نے حدیث کے قواعد و ضوابط، کتبِ احادیث اور حدیث کے فرقِ مراتب پر روشنی ڈالی
فاضل بریلوی نے عربی زبان میں ایک کتاب "اَلرَّوْضُ الْبَهِیْجُ فِیْ اٰدَابِ التَّخْرِیْجِ" تحریر
ہے جس میں انہوں نے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ ایک عالمِ دین کو استخراج حدیث میں
کن کن باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی حدیث دانی پر سیر حاصل بحث اس مقالہ میں ممکن نہ
صرف اظہارِ خیال اور ایک اجمالی خاکہ ہی پیش کیا جا سکتا ہے۔ اسی مناسبت سے ایک بحث
پیشِ خدمت ہے۔

چنانچہ ایک بحث ہے کہ وضو کے بعد اعضائے وضو کو کپڑے سے پونچھنا چاہیئے کہ

---

[۱] فکر و نظر۔ شمارہ جولائی ستمبر ۱۹۹۰ء صفحہ ۱۹ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اس پر دلیل پیش کرتے ہیں کہ صحیحین میں ایک روایت مذکور ہے کہ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غسل فرمایا غسل کے بعد ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بدن پونچھنے کے لئے ایک کپڑا پیش کیا مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو نہ لیا اور ہاتھ سے پانی پونچھ پونچھ کر جھاڑ دیا۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ وضو یا غسل کے بعد کپڑے سے پونچھنا مکروہ ہے۔

علامہ نووی مسلم شریف کے شارح ہیں اور جلیل القدر محدث وفقیہ بھی اس روایت کی تاویل میں فرماتے ہیں کہ یہ ایک خاص واقعہ تھا اس کو عموم پر کیسے محمول کیا جا سکتا ہے کیونکہ ممکن ہے وہ کپڑا گندہ رہا ہو اور آپ نے اس کو پسند نہ فرمایا۔

مگر مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنی محدثانہ بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: وفیہ بعد ان تکون ام المومنین اختارت لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل ھذا مع علمھا بکمال نزاھتہ ونظافتہ ولطافتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یہ تاویل دور از کار ہے کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا باوجود آپ کی لطافت طبع جاننے کے آپ کی خدمت میں اس قسم کا کپڑا پیش کریں۔

یہاں سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا محدثانہ نظریہ خوب واضح ہو کر سامنے آتا ہے وہ ہر قیمت پر تمام بزرگان دین کی عظمتوں کو فرق مراتب کے ساتھ ملحوظ رکھتے ہیں۔ علامہ نووی نے اپنی تاویل سے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لطافت طبع تو ظاہر کر دی مگر ام المومنین کی طرف توجہ نہ کی۔ پھر خود مولانا احمد رضا بریلوی بہترین توجیہ فرماتے ہیں کہ آپ نے وہ کپڑا صرف عجلت کی وجہ سے نہ لیا اور آگے فرماتے ہیں بے شک آپ کو جلدی تھی جیسا کہ بخاری کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے فانطلق وھو ینفض یدیہ آپ اپنے ہاتھ کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے ایسی صورت میں کپڑے کو اپنے ساتھ لیجانا مناسب خیال نہ فرمایا۔[1]

---

[1] معارف رضا ۱۹۸۳ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۳۷

مولانا احمد رضا بریلوی نے حدیث کی شاید کتب پر حواشی بھی تحریر کئے ہیں۔ اگر احمد رضا خاں بریلوی کی علم حدیث پر مضبوط گرفت نہ ہوتی تو آپ قطعاً کتب احادیث پر حواشی تحریر نہ کرتے پیش نظر ہے ان حواشی کا ایک خاکہ

نمبر شمار	اسمائے حواشی	زبان	نمبر شمار	اسمائے حواشی	زبان
۱	حاشیہ صحیح بخاری	عربی	۱۷	حاشیہ ترغیب وترہیب	عربی
۲	حاشیہ صحیح مسلم	"	۱۸	حاشیہ کتاب الاسماء والصفات	"
۳	حاشیہ ترمذی شریف	"	۱۹	حاشیہ القول البدیع	"
۴	حاشیہ نسائی شریف	"	۲۰	حاشیہ نیل الاوطار	"
۵	حاشیہ ابن ماجہ	"	۲۱	المقاصد الحسنہ	"
۶	حاشیہ مسند امام اعظم	"	۲۲	حاشیہ اللآلی المصنوعہ	"
۷	حاشیہ تیسیر شرح جامع صغیر	"	۲۳	حاشیہ موضوعات کبیر	"
۸	حاشیہ تقریب	"	۲۴	حاشیہ الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ	"
۹	حاشیہ تہذیب	"	۲۵	حاشیہ تذکرۃ الحفاظ	"
۱۰	حاشیہ کتاب الحج	"	۲۶	حاشیہ عمدۃ القاری	"
۱۱	حاشیہ کتاب الآثار	"	۲۷	حاشیہ فتح الباری	"
۱۲	حاشیہ طحاوی شریف	"	۲۸	حاشیہ نصب الرایہ	"
۱۳	حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل	"	۲۹	حاشیہ جمع الوسائل فی شرح الشمائل	"
۱۴	حاشیہ سنن دارمی شریف	"	۳۰	حاشیہ فیض القدیر شرح جامع الصغیر	"
۱۵	حاشیہ خصائص کبریٰ	"	۳۱	حاشیہ مرقاۃ المفاتیح	"
۱۶	حاشیہ کنز العمال	"	۳۲	حاشیہ اشعۃ اللمعات	"

۳۳	حاشیہ مجمع بحار الانوار	عربی	۳۷	حاشیہ تہذیب التہذیب	عربی
۳۴	حاشیہ فتح المغیث	"	۳۸	حاشیہ خلاصۃ تہذیب الکمال	"
۳۵	حاشیہ میزان الاعتدال	"	۳۹	معراج طبقات الحدیث	"
۳۶	حاشیہ العلل المتناہیہ	"	۴۰	الفضل الموہبی ۱	"

مولانا احمد رضا بریلوی کو متعدد طریقے سے سند حدیث و قرآن بھی حاصل تھی جسکی تفصیل خود فاضل بریلوی کی کتاب "الاجازا المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ" میں موجود ہے۔ فاضل بریلوی کی اس کتاب کو پاکستان کے ایک اسکالر محمد صدیق اکبر نے پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے کے لئے پیش کیا تھا اور "امام احمد رضا کی عربی سندات" کے نام سے مرتب کیا تھا۔

۱۔ امام احمد رضا اور علم حدیث۔ مولانا محمد فیض احمد اویسی، مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۱۳/۱۴

مولانا احمد رضا بریلوی کی شہرت و مقبولیت کی علمبرداران کی فقاہت ہے جو ان کا خاندانی طرۂ امتیاز تھا۔ علامہ اقبال آپ کی فقاہت کے بارے میں فرماتے ہیں، وہ بے حد ذہین اور باریک بیں عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا ان کے فتاوی کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور ہندوستان کے کیسے نابغۂ روزگار فقیہ تھے۔ ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بہ مشکل ملے گا۔

فاضل بریلوی کے فتاویٰ کا مجموعہ "العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ" جو بارہ جلدوں میں تقریباً ایک ایک ہزار صفحات کی ضخامت پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کے فتاویٰ کا ذکر کتابی صورت میں ملتا ہے جیسے فتاویٰ افریقہ وغیرہ۔

مولانا احمد رضا بریلوی سے سائل و مستفتی نے جس اسلوب و زبان میں استفتار کیا آپ نے اسی اسلوب و زبان میں جواب دیا۔ چنانچہ ایک بار نواب سلطان احمد خاں صاحب بریلوی نے اردو نظم میں اس طرح سوال کیا۔

مسئلہ :-

عالمانِ شرع سے ہے اس طرح میرا سوال
دیں جواب اس کا برائے حق مجھے وہ خوش خصال
گر کسی نے ترجمہ سجدہ کی آیت کا پڑھا
تب بھی سجدہ کرنا کیا اس شخص پر واجب ہوا

اور ہوں سجدے ادا کرنے تلاوت کے جسے
پھر ادا کرنے سے ان سجدوں کے وہ پہلے مرے
پس سبکدوشی کی اس کی شکل کیا ہوگی جناب
چاہیئے ہے آپ کو دینا جواب باصواب

الجواب :-

ترجمہ بھی اصل سا ہے وجہ سجدہ بالیقیں
فرق یہ ہے فہم معنی اِس میں شرط اس میں نہیں
آیتِ سجدہ سنی جانا کہ ہے سجدہ کی جا
اب زباں سمجھے نہ سمجھے سجدہ واجب ہو گیا
ترجمہ میں اس زباں کا جاننا بھی چاہیئے
نظم و معنی دو ہیں ان میں ایک تو باقی رہے
تاکہ من وجہ یہ صادق ہو سنا قرآن کو
ورنہ اک موج ہوا تھی چھو گئی جو کان کو
ہے یہی مذہب یہ مُفتیٰ علیہ الاعتماد
شامی از فیض و نہر واللہ اعلم بالرشاد
سجدہ کا فدیہ نہیں اشباہ میں تصریح کی
صیرفیہ میں اسی انکار کی تصحیح کی
کہتے ہیں واجب نہیں اس پر وصیت وقت موت
فدیہ گر ہوتا تو کیوں واجب نہ ہوتا جبر فوت
یعنی اس کا شرع میں کوئی بدل ٹھہرا نہیں
جز ادا یا توبہ وقت عجز کچھ چارہ نہیں

یہ نہیں معنی کہ نا جائز ہے یا بیکار ہے
آخر نیکی ہے نیکی ماحی اوزار ہے

قلتہ اخذاً من التعلیل فی امر الصلوٰۃ

وھو بحث ظاہر والعلم حقا الا اللہ[1]

مسئلہ:- از مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلی مسئولہ محمد افضل صاحب کابلی طالب علم مدرسہ مذکورہ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ

سزائیم بر گناہم لازم آمد | پس آنگہ رحمتش نہ باہم آمد
بگو مفتی خطائے یا صوابم | بیا اسرار اینجا باہم آمد

الجواب:-

مسلماں را سزا لازم کہ کردست | کہ قول اعتزالی ظالم آمد
وگر یا بد سزا کامل نیابد | کہ عفوش بہر مومن لازم آمد
وگر بالفرض از وے چیزے نبخشد | زنقصاں رحمتش خود سالم آمد
کہ یرحم من یشاء از کل فرد | یعذب من یشاء ہم قائم آمد
بدنیا رحمتش بر جملہ عام است | بعقبیٰ خاص حظ مسلم آمد
ثوابش بہر مومن منتہی است | عذابش بہر کافر دائم آمد

برائے ہر صفت مظہر بکارست
کہ او ذوانتقام وارحم آمد[2]

---

[1] نقید اسلام ڈاکٹر حسن رضا خاں مطبوعہ پٹنہ ص۱۶۷

[2] نقیہ اسلام بحیثیت شاعر و ادیب، پروفیسر مجید اللہ قادری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص۱۳/۱۴

مسئلہ :- نواب صاحب محلہ بہاری پورہ بریلی۔

عالمانِ شرع نے کیا حکم ہے اس میں دیا
گر کسی نے ٹھیکہ دو کانوں کا مالک سے لیا
لے کے ٹھیکہ پھر یہ اس نے انتظام اپنا کیا
سب دو کانوں کا کرایہ اس نے زائد کر دیا
پس یہ زائد جو اسے حاصل ہوا ہے اسکو زر
اس کے استعمال میں ہے فائدہ ہے کچھ ضرر
اور اگر اس شخص کو ٹھیکہ سے کم آمد ہوئی
اور پوری کر دی اس نے پاس سے اپنی کمی
اس کمی کا لینا کیا مالک کو جائز ہو گیا
اس میں جو حکم شریعت ہو مجھے دیجے بتا

الجواب :-

جتنی اجرت پہ کہ مستاجر نے لی مالک سے شئے
اس سے زائد پہ اٹھانا چاہے تو یہ شکل ہے
اپنا کوئی مال جو قابل اجارہ کے ہوئے
اس کو اس شئے سے ملا کر دونوں کو اک ساتھ دے
یا زیادت شئے میں کر دے مثل تعمیر مکاں
کھونٹیاں کہگل کواں چونہ مرمت این و آں
یا بدل دے جنس اجرت جیسے واں ٹھہرے روپے
اس کے یاں آنے ہیں گو بدلے میں لے انکے روپے

یا کوئی کام اپنے ذمہ کرے اس اجار میں
تا زیادت اس عمل کے بدلے ہو اقرار میں

جیسے جاروب دوکان اصلاح اسباب دوکاں
اور جو خدمت کہ ہو شایانِ اجرت بے گماں

اور اگر یہ کم پہ دیتا ہے تو دے مختار ہے
مالک اجرت پوری لے گا اس سے جو اقرار ہے

یوں ہی خالی ڈال رکھنا جب بھی تو لینا وہ دام
اب کمی سے کیا اسے واللہ اعلم والسلام[1]

---

[1] فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم مطبوعہ اعظم گڑھ ص ۱۹۴/۱۹۵

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے مجموعۂ فتاوی میں انگریزی کے ایک فتوے کا بھی ذکر ملتا ہے جس کو محمد قادر غنی صاحب نے رنگون سے استفتار کیا تھا سوال وجواب مندرجۂ ذیل ہے۔

Rangoon
The 19th May 1908
To

Maulvi Haji Ahmad Reza Khan Eaque
Mohalla Saudagran
Barailly United Provinces.

Honoured Sir

We desire to place before you a certain religious matter on which we solicit your valuable opinion The facts are briefly thus. There is a chulia Mosque in Moving Loulay Street at there place there are five duly elected trusted or Motawillies who manage the affairs of the said mosque according to schems fremed by the Chief Court of lawer Barma. The trustees are given the power of dispensing with the Imam, Muazzin and warders of the mosque. By virtue of the said power, the trustees at a meeting discharged the Imam, Syed Maqbool for misconduct and disobedience. After the the discharge the trustees filed a suit in the chief court of lower Barma for a declaretion that the discharge of the Imam may be confirmed that inspite of his misconduct they have no power to discharge

Having placed the facts briefly, we request you most humbly to give your fatwa as to whether the trustees have the power to discharge the Imam whan they fined if necessary to do so, This is a vital point which is at present ingaging the attention of the leading member of the Chulia Sunni Mohammedan Community and we shall thank you very much if you can sand your Fatwa before the 1st week of June.

Thanking you in anticipetion. we beg to remain Honoured Sir,

Your most obedients & humble Followers

M. Quadir Ghani.
President, The Medras Muslim Association,
No 37, Tocakey Mig Louley Street,

انگریزی

Baraily
The 28th of May, 1908.

To
Mr. Quadir Ghani,
President, The Madras Mulim Association.

Sir,
with referance to your letter dated the 9th of May 1908 I send my Fatwa for your perusal.

The trustees can discharge an Imam by their authority when such indifference is found in him which may be the sufficient reason of share for him to be dismissed

wide lisonal Hukkom Printed almisr (egipt) page 123.

فی فتاوی قاضی خاں اذا عرض للامام او للمؤذن عذر منعه عن المباشرة مدۃ ستة اشهر فللمتولی ان یعزله ویولی غیرہ وان کان له مذرور نائب ۔

Translation :- There is a Fatwa Qazi khan, when an Imam or Muazzin may have some certain business which may be cause of six months absence from the Mosque, not with standing, he may have given som person for him to act. At such opportunity trustees can discharge him and may astablish or appoint an other Imam in his place.

Tahtawi printed misr and shami printed constantipls Volume 3 page 63?

ونقدم مایدل علی جواز عزله اذا مضی شهر

Translation :- Birizoda has said that the Books aforesaid style shows that a trustee can discharge an Imam on account of a month's absence from the Mosque the trustee has no nead of taking sanction of discharging the Imam from the Court or from any higher officer or Governer because the authority of trustee in these months is over the power of a Mohammedan Governor, although the same Motawallis or trustees may have been fixed by the some Mohammedan Governor.

See Ashbahunnazair printed Lucknow page 179 copied from the Fawa of Imam Rashiduddin.

لایملک القاضی التصرف فی الوقف مع وجود ناظر ولو من قبلہ

Translation :-- A Qazi can not interfare a waqf in the presence of a trustee although Trustee may have been fixed by the some Qazi. Hamwi Sharhe Ashbah printed Lucknow Page 179 ccpied from Fatwa Zahiruddin.

قاضی البلد اذا نصب رجلاً متولیاً للوقف بعد ما قلدہ الحاکم للحکومۃ فلیس للحاکم علی الوقف سبیل حتی لا یملک الاجارۃ ولا غیرھا

Translation : - A king appointed a Qazi and after it the Qazi fixed a Trustee on a waqf.

Now the king has no connaction with the waqf nor has he any power of its contract etc

Another style from Ilsonal Hukum copied from Fatwa Imam wabri.

لاتدخل ولایۃ السلطان علی ولایۃ المتولی فی الوقف

Translation :- A king can not interfare a waqf against a trustee's authorities.

In this case the higher officers or governors are not Mohammedan once and therefore they do not know the schemes of "Shara" as a Mohammedan trustee knowers.

The trustees can discharge an Imam when the Imam leaves the Sunni doctrine or an open sin against "Shara" or there may be found in him some thing wich may be the cause of abborrance wich decreeses number of people at prayers or he may be disobadient against the manegIng rules of affairs of the mosque or assambly of persone at prayers or there may be somthing such in him:otherwise he will not be discharged without fault.

See Raddul Muhtar constant Ln ople Volume 3 page 597:-

قال فی البحر واستفید من عدمہ وصحۃ عزل الناظر بلا جنحۃ عدمھا

لصاحب وظیفة فی جنحة وقف بغیر جنحة وعدم اهلیة

Translation :- It is said in "Bahrul Raeque" Motawalli can not be dismissed without faults From this it is manifested that any receivers of a salery of a waqf cannot be discharged until his fault be proved or he may be proved to be unfit for his duties.

امر برقم عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

عفی عنہ بمحمد ن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

دار نقیہ اسلام ۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں ، اسلامک پبلیکیشنز سنٹر پٹنہ ص ۱۴۲ تا ۱۴۹

مولانا احمد رضا بریلوی فتوی نویسی میں اپنے ہمعصروں میں سب پر فوقیت رکھتے تھے۔ انکی
فتوی نویسی کا یہ عالم تھا کہ اکناف عالم سے استفتے آتے تھے اور بیک وقت چار چار پانچ پانچ سو
استفتے جمع ہو جاتے تھے۔
ڈاکٹر محمد مسعود احمد آپ کی فتوی نویسی کے بارے میں رقم طراز ہیں؛ "مولانا احمد رضا بریلوی فتوی
نویسی میں غیر معمولی مہارت کی وجہ سے نہ صرف پاکستان و ہندوستان بلکہ چین امریکہ، افریقہ اور
ممالک عربیہ کے مرجع تھے۔ ان کے دار الافتاء میں ایک وقت میں چار چار اور پانچ پانچ سو فتوے
جمع ہو جایا کرتے تھے ان کے زمانے میں شاید ہی کوئی ایسا دار الافتاء موجود رہا ہو جہاں اس کثرت
سے فتوے آتے ہیں۔" مل
مولانا احمد رضا بریلوی فقہی جزئیات میں غیر معمولی صلاحیت کے مالک تھے بلکہ وہ فقہ
کی جزئیات وکلیات کے عظیم محقق تھے انہوں نے فقہ میں تحقیق کے ایسے جواہر پارے بکھیرے کہ جس کو دیکھ کر
اہل دانش وخرد انگشت بدنداں رہ گئے۔ مثلاً وہ پانی جس سے وضو جائز ہے اس کی ایک سو ساٹھ ۱۶۰ قسمیں
بیان کیں۔ اور وہ پانی جس سے وضو نا جائز ہے اس کی ایک سو چھیالیس ۱۴۶ قسمیں بیان کیں۔ اسی
طرح پانی کے استعمال سے عجز کی ایک سو چھتر ۱۷۵ صورتیں بیان کیں اور اس موضوع پر ایک مفصل رسالہ
تصنیف کیا جس کا عنوان ہے۔ "سمح الندا فیما یورث العجز عن الماء"
ماء مطلق اور مقید کی تعریف میں بھی ایک رسالہ تصنیف کیا جس کا عنوان ہے "النور
والنورق الاسفار ماء مطلق"۔
وہ اشیاء جن سے تیمم جائز ہے ان کی ایک سو اکیاسی ۱۸۱ قسمیں بیان کیں۔ ۷۴ منصوصات
اور ایک سو سات مزیدات (مصنف مولانا احمد رضا بریلوی)۔ اور وہ اشیاء جن سے تیمم جائز نہیں
ان کی ایک سو تیس قسمیں بیان کیں ۵۸ منصوصات اور ۷۲ مزیدات (مولانا احمد رضا بریلوی) نیز
مولانا احمد رضا بریلوی نے ان فقہی جزئیات میں مزید اپنی تحقیق کے ذریعہ اضافہ کیا ہے جو شرعی

مل حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۱۱۲

احکامات اور امر و نواہی پر مشتمل ہیں۔ اولاً علمارِ اصولیین نے ان کو پانچ قسموں میں تقسیم کیا ہے پروفیسر مجید اللہ قادری نے مولانا احمد رضا بریلوی کی تحقیق کا بایں طور جائزہ لیا ہے۔

حرام — فرض
مدارج (نہی) — مکروہ
مستحب — مدارج (امر)
مباح
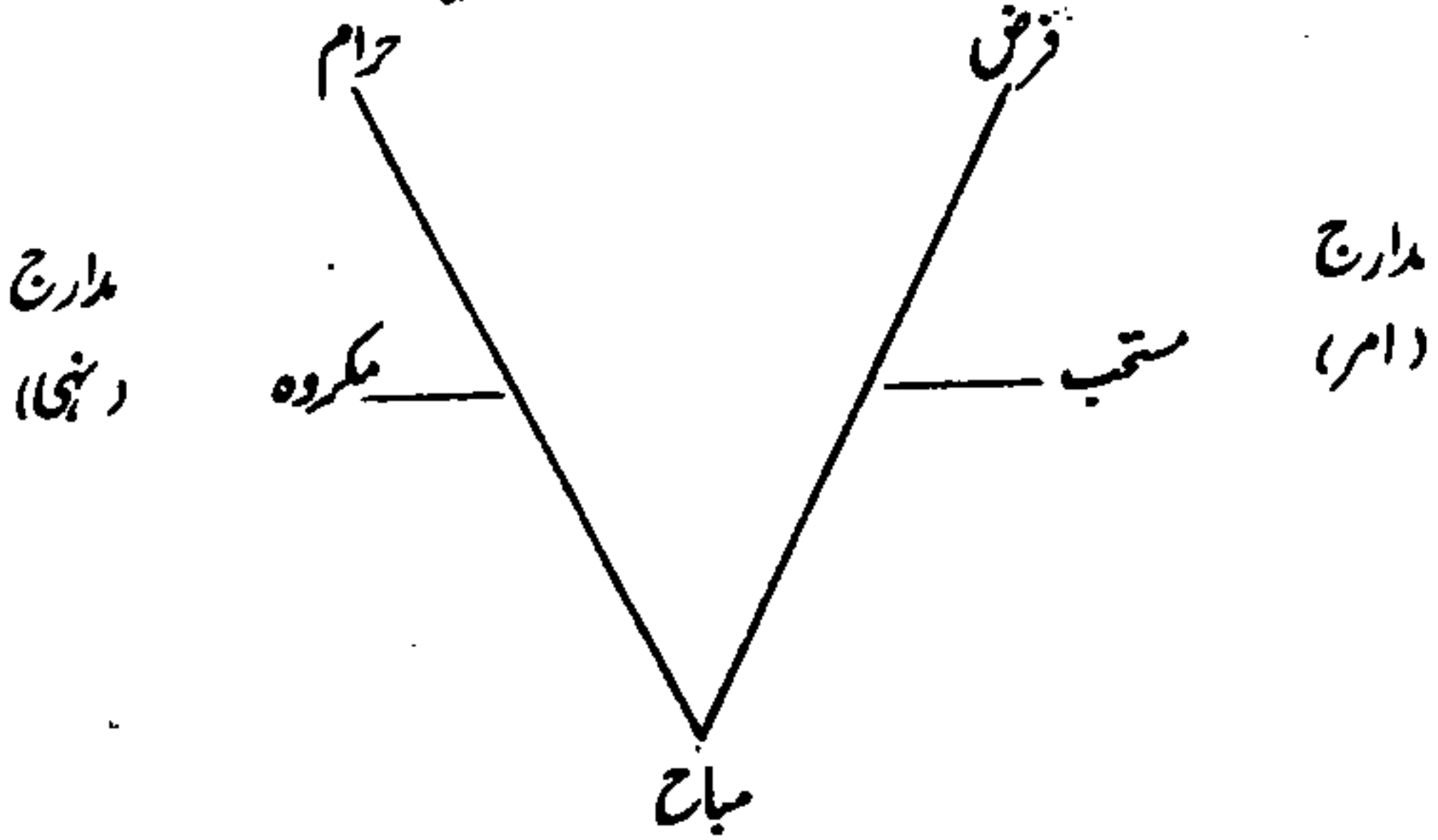
بعد ازاں علمارِ اصولیین نے اس میں مزید توسیع کی اور ان کو پانچ کے بجائے سات اقسام میں اس طرح تقسیم کیا۔

حرام — فرض
مدارج (نہی) — مکروہ تحریمی
واجب — مدارج (امر)
مکروہ تنزیہی
مستحب
مباح
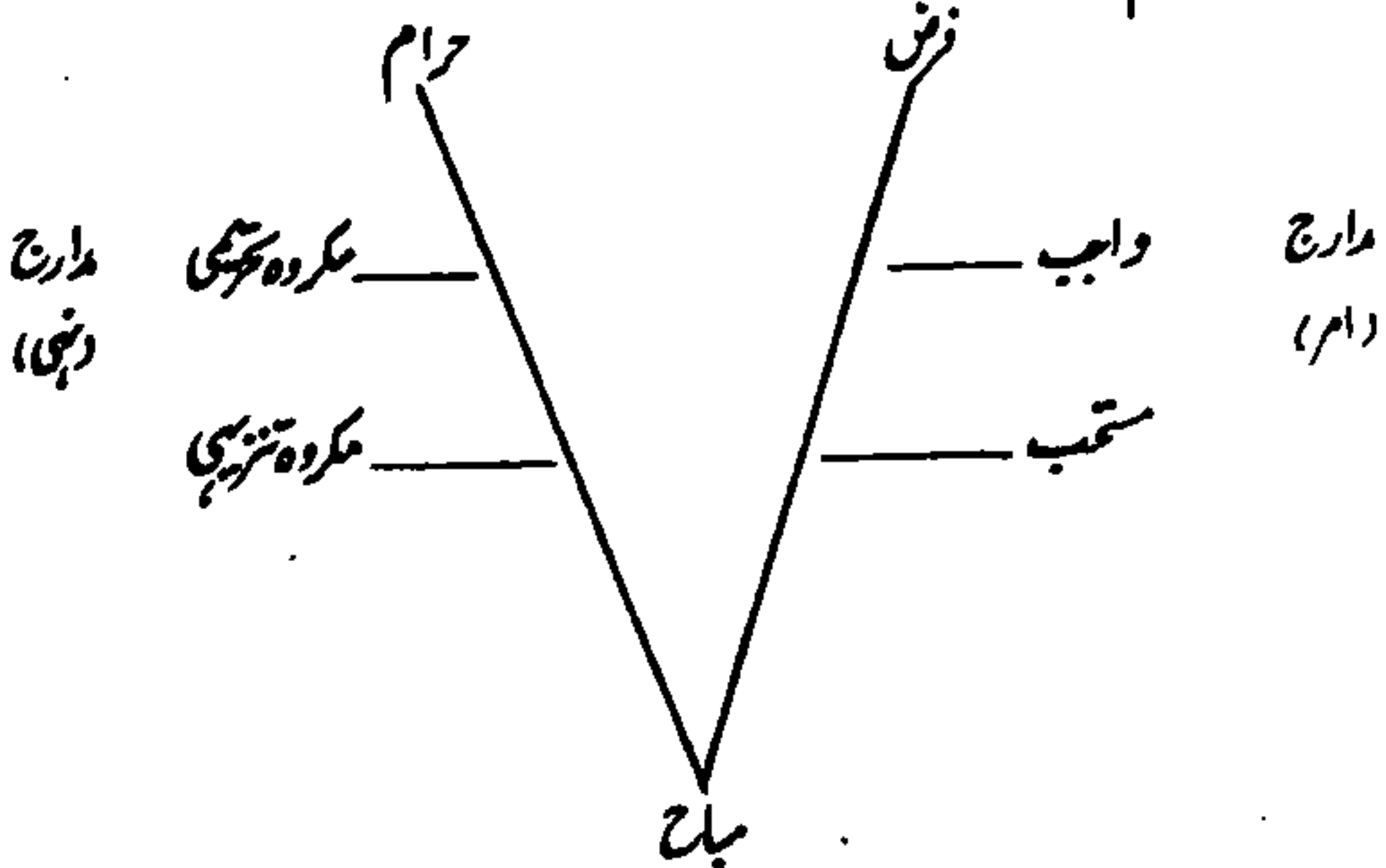
بعد میں اصولیین نے مزید کام کیا اور احکام شرعیہ کی روشنی میں مزید توسیع کی اور ان کو پھیلا کر نو مدارج میں تقسیم کیا اور ان کی ترتیب کچھ اس طرح ہوئی۔

حرام

فرض

مدارج (نہی)

مدارج (امر)

مکروہ تحریمی

واجب

سنت موکدہ

مکروہ تنزیہی

سنت غیر موکدہ

مستحب

مباح
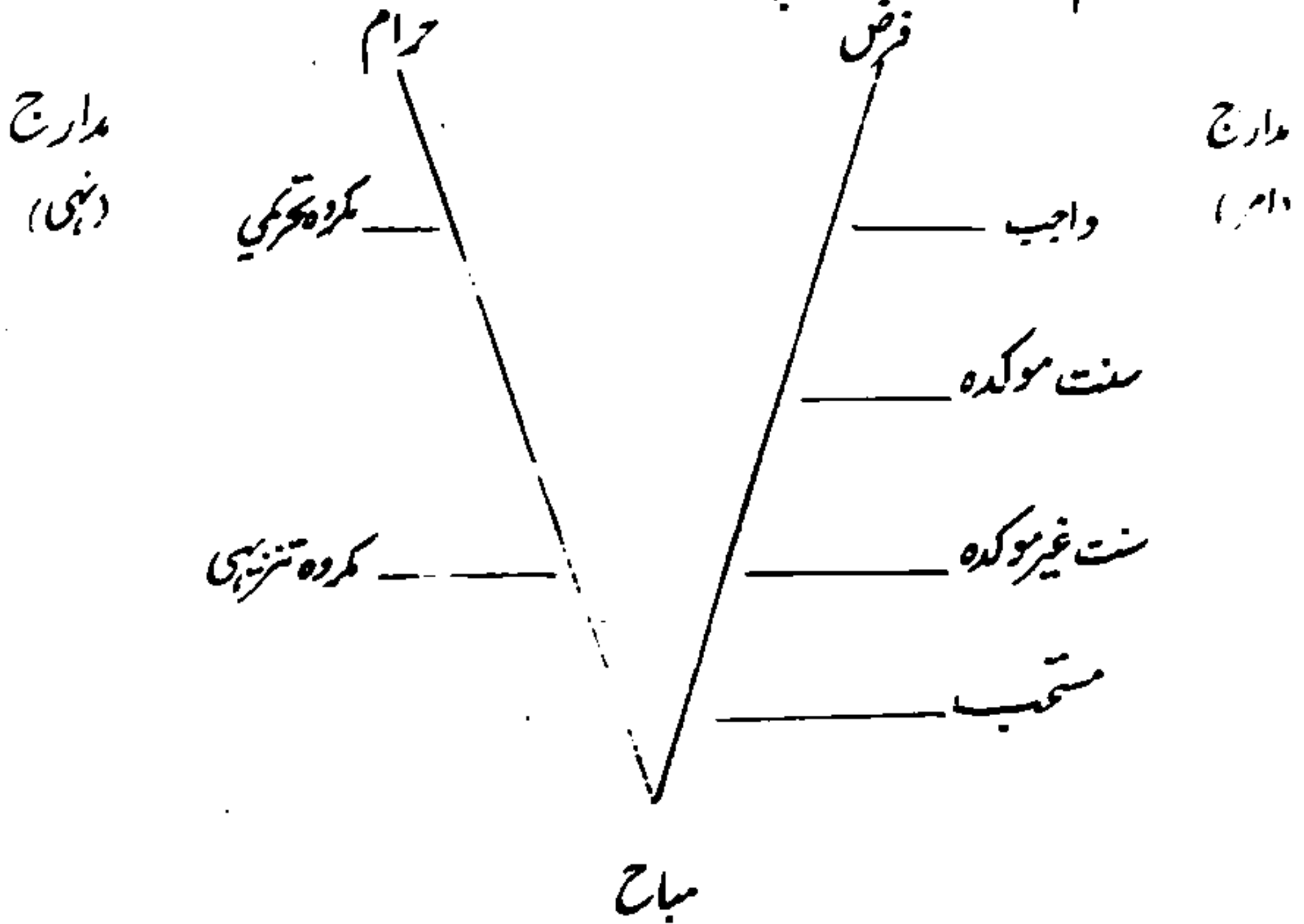
مولانا احمد رضا بریلوی نے ان علمائے اصولیین کی تحقیق پر مزید تحقیق فرمائی اور ان کے دیئے گئے نو مدارج میں اضافہ بھی فرمایا اور اوامر و نواہی کا توازن قائم کیا۔ چنانچہ آپ نے جن گیارہ مدارج کی اصولی ترتیب فرمائی وہ مندرجہ ذیل خاکہ میں دکھائی گئی ہے۔ ان احکامات کی شرعی حیثیت میزان مقابلہ میں کمال اعتدال پر ہے کہ ہر ایک اپنی نظیر کا مقابل ہے
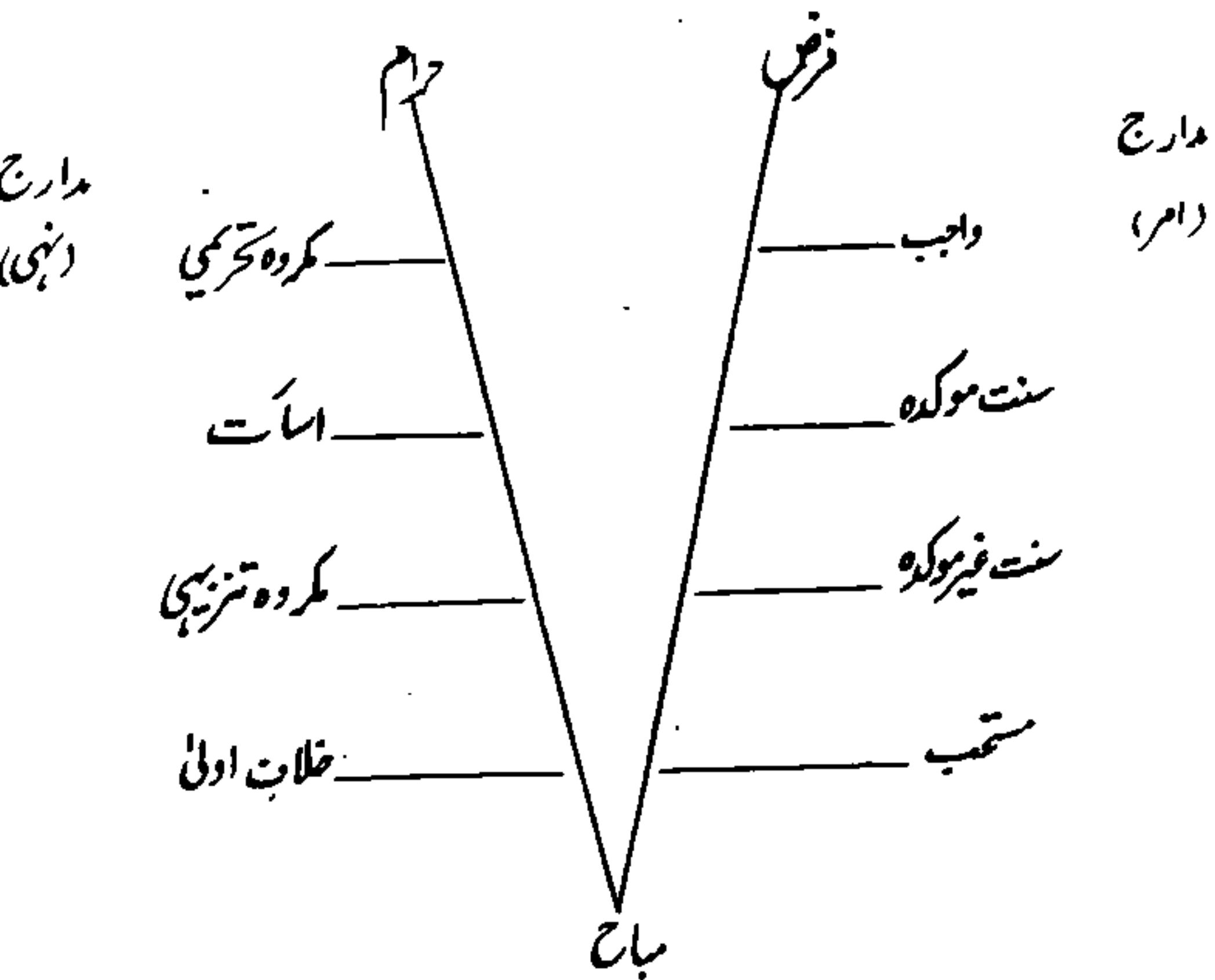
میزان مولانا احمد رضا بریلوی

اوران سب کے وسط میں مباح خالص ہے۔ احکام کی یہ تمام قسمیں مشترکہ طور پر کلام فقہاء میں مستعمل ہیں لیکن یکجا طور پر ان گیارہ اقسام کا بیان سوائے امام احمد رضا کے پورے عالم اسلام میں نہیں ملتا۔ اس امت پر ان کا کتنا بڑا احسان ہے۔ [۱]

۱۔ فتاویٰ رضویہ کا موضوعاتی جائزہ۔ پروفیسر مجید اللہ قادری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص۹/۸

علم سائنس

امام احمد رضا بریلوی علوم مشرقیہ کے علاوہ علوم قدیمہ وجدیدہ پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ علوم جدیدہ ہی میں علم سائنس بھی ہے جس کا نام عصر حاضر میں بڑے ہی فخر ومباہات کے ساتھ لیا جاتا ہے اور اس کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ علم سائنس پر امام احمد رضا کی بڑی گہری نظر تھی وہ علم سائنس کو اسلام کی روشنی میں دیکھتے اور پرکھتے تھے اگر اس کے نظریات اسلام کے مطابق ہوتے تو اس کو قبول کر لیتے اور اگر اسلامی نظریات سے متعرض ہوتے تو اس کو ٹھکرا دیا کرتے تھے اور پھر اس کا رد وابطال کرتے ہوئے اس موضوع پر اسلامی موقف اور نظریہ کو واضح کرتے۔

چنانچہ جب جدید سائنس دانوں نے زمین کی گردش اور سورج کے سکون کا قول کیا اور اپنی تحقیقات سے ثابت کیا کہ سورج اپنے مستقر میں ٹھہرا ہوا ہے اور زمین اس کے اردگرد چکر کاٹ رہی ہے۔ تو فوراً مولانا احمد رضا بریلوی کا قلم حرکت میں آگیا اور جدید سائنس دانوں کے مذکورہ قول یا تحقیق کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے قرآن وحدیث نیز قدیم سائنس دانوں کی تحقیقات سے ثابت کیا کہ جدید سائنس دانوں کی مذکورہ تحقیق بے سروپا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ زمین اپنے مستقر میں ٹھہری ہوئی ہے اور سورج چل رہا ہے جیسا کہ قرآن پاک کا واضح لفظوں میں اعلان ہے وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝

سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے یہ سادھا ہوا ہے زبردست علم والے کے لئے

(قرآن عظیم پ

چنانچہ جب مشہور سائنس داں پروفیسر حاکم علی پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور نے اپنے ایک مکتوب کے ذریعہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو جدید سائنسی نظریات کو قبول کر لینے کی دعوت دی اور اس کے مفاد کو بھی سمجھایا تو فاضل بریلوی نے اس کے جواب میں لکھا:

"محب فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دور از کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے اختلاف ہے سب میں مسئلۂ اسلامی روشن کیا جائے۔ دلائل سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے۔ جابجا سائنس ہی کے اقوال سے مسئلۂ اسلامی کا اثبات ہو سائنس کا ابطال ہو یوں قابو میں آئے گی۔ اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہ تعالیٰ دشوار نہیں آپ اسے بچشم پسند دیکھتے ہیں و عین الرضا عن کل عیب کلیلة" [1]

چنانچہ مفتی تقدس علی خاں صاحب مولانا احمد رضا بریلوی اور پروفیسر حاکم علی کی ملاقات اور سائنس کے موضوع پر مذاکرات کا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"میں نے اپنے زمانۂ طالب علمی میں دیکھا ہے کہ جب کبھی مولوی حاکم علی بریلی شریف تشریف لاتے تو مولوی صاحب اور اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں مختلف سائنسی آلات کو کوٹھی میں معلق کر کے حرکت زمین یا رد حرکت زمین کے متعلق تجربات کیا کرتے تھے اور اس مسئلہ پر مفصل و مدلل بحث ہوا کرتی تھی اگرچہ اس وقت مجھ میں اس بحث و دلائل کی سمجھ نہیں تھی مگر پھر بھی بغور اس دلچسپ کھیل کو دیکھا کرتا تھا" [2]

مولانا احمد رضا بریلوی اپنی کتاب "فوز مبین در رد حرکت زمین" میں حرکت زمین کا رد و ابطال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] معارف رضا ۱۹۸۳ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۹۶

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ص ۳۰۶

"اقول ہر عاقل جانتا ہے کہ جہات ستہ میں چپ و راست، پس و پیش پہلو بدلنے سے بدل جاتے ہیں۔ مشرق کو منہ کرو تو مشرق آگے مغرب پیچھے جنوب داہنے اور شمال بائیں ہے اور مغرب کی طرف متوجہ ہو تو سب بدل جائیں گے کہ ان میں تمہارے اعضاء منہ اور پیٹھ اور بازوؤں کا اعتبار ہے یہ جس طرف ہوں گے وہ سمت پیش و پس راست و چپ ہوگی مگر زیر و بالا میں تمہارے سر و پا کا اعتبار نہیں کہ جدھر سیدھے وہ اوپر ہے اور جدھر پاؤں ہے وہ نیچے بلکہ وہ جہتیں خود متعین ہیں۔ سیدھے کھڑے ہونے میں جو جانب فوق اور دوسری تحت ہے۔ الٹے ہو جاؤ جب بھی فوق و تحت وہی رہیں گے۔ اب یہ نہ ہوگا کہ سر کی طرف اوپر ہے اور پاؤں کی طرف نیچے بلکہ یہ ہوگا کہ اب تمہارا سر نیچے اور پاؤں اوپر ہے۔ اگر مرکز شمس جیسا کہ ہیئات جدیدہ کا گمان ہے وہ مرکز ساکن و تحت حقیقی ہو، زیر و بالا کی بھی وہی حالت ہو جائے گی جو ان چاروں جہات کی تھی۔ جب آفتاب طلوع سے ایک خفیف دوپہر کے بعد یا غروب سے ایک خفیف دوپہر سے پہلے افق حسی کی محاذات میں آئے تو اگر اس کی طرف پاؤں کر کے لیٹو تو سر اوپر ہے اور پاؤں نیچے کہ مرکز شمس سے قریب تر ہیں اور اسی وقت سر جانب شمس کر کے لیٹ جاؤ تمہارا سر نیچا ہو گیا اور ٹانگیں اوپر کہ اب سر مرکز شمس سے قریب ہے۔ اسی طرح جو سیارہ، یا ثابتہ یا قمر یہی حالت ہوگی سوائے زمین کے کہ اس مرکز کو تحت حقیقی ماننے سے سب شکلیں ٹھیک رہتی ہیں۔ لاجرم وہ مرکز ساکن ہے اور حرکت زمین باطل ہے۔"[۱]

مولانا احمد رضا بریلوی کے مذکورہ بالا نظریات پر اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

"مولانا احمد رضا بریلوی نے نیوٹن اور آئن اسٹائن کے نظریات کا تعاقب کیا ہے اور اپنے منطقی دلائل دیئے ہیں اس مخالفت میں وہ تنہا نہیں بلکہ اور سائنس داں بھی ہیں۔ بنگلور ۱۹۸۲ء میں راجکور (صوبہ کرناٹک) میں ہندوستانی سائنس دانوں کی دو روزہ کانفرنس ہوئی جس میں بعض سائنسدانوں نے اپنے ۲۳ سالہ تجربے اور مشاہدے کی بنا پر نیوٹن کے نظریۂ کشش ثقل کو رد کیا اور دوسرے

---

[۱] فوز مبین در رد حرکت زمین۔ امام احمد رضا قادری۔ مکتبہ سنی دنیا بریلی صفحہ ۱۴۷

سائنس دانوں کو دعوتِ فکر دی اسی طرح مسٹر برنٹ (Barnet) نے اپنی کتاب The Universe and Dr. Elnstien میں نظریہ اضافت کے حوالے سے لکھا ہے کہ آئن اسٹائن کی نظر میں " دنیا میں کوئی ایسا متعین ضابطہ اور معیار نظر نہیں آتا جس سے انسان حتمی طور پر زمین کی حرکت کا اندازہ کر سکے یا دوسرا کوئی متحرک نظام معلوم کر سکے نہ کوئی ایسا طبعیاتی تجربہ ہوا جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ واقعی زمین حرکت کر رہی ہے ۱؎"

چنانچہ علامہ شبیر احمد مولانا احمد رضا بریلوی کی سائنسی بصیرت کی پذیرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

His contribution to scince are no less important he refuted the theories and conclusions of (Aristotle) Newton and kapler. He prosed with conclusive evidence that the earth was stationary and did not revolve round the sun.

ان کی خدمات سائنس میں کچھ کم اہمیت نہیں رکھتیں انہوں نے کپلر، نیوٹن اور ارسطو کے فیصلوں اور نظریوں کو رد فرما دیا۔ انہوں نے تحقیق و تنقیح سے ثابت کر دیا کہ زمین ساکن ہے آفتاب کے گرد چکر نہیں کاٹتی۔ ۲؎

جہاں فاضل بریلوی کے مندرجہ ذیل رسائل خاص کر علم سائنس میں ہیں جیسے، " فوز مبین در رد حرکت زمین " اور " معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین " ——— وہیں ضمنی طور پر فاضل بریلوی کے چند ایسے رسالوں کا ذکر ملتا ہے جو علم سائنس سے متعلق ہیں مثلاً " البیان شافیا لفونو غرافیا " ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء۔ اس رسالے میں گراموفون میں قید کی گئی آوازوں کے سننے اور ان پر عمل کرنے کے احکام واضح کئے گئے ہیں۔ فوٹوگرافی پر بحث کرتے ہوئے دو متعدد

۱؎ معارف رضا ۱۹۸۶ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی صفحہ ۱۲۸

۲؎ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ شمارہ اکتوبر ۱۹۸۵ء صفحہ ۲۷

قائم کئے گئے ہیں مقدمہ اولیٰ میں مندرجہ ذیل مباحث شامل ہیں۔

(۱) آواز کیا چیز ہے ؟

(۲) کیونکر پیدا ہوتی ہے۔ ؟

(۳) کیونکر سننے میں آتی ہے ؟

(۴) اپنے ذریعہ حدوث کے بعد باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہو جاتی ہے۔

(۵) کان سے باہر بھی موجود ہے یا کان ہی میں پیدا ہوتی ہے۔

(۶) آواز کنندہ کی طرف اس کی اضافت کیسی ہے وہ اسکی صفت ہے یا کسی چیز کی۔ ؟

(۷) اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے یا نہیں۔ ؟

مندرجہ بالا نکات پر فاضلانہ اور محققانہ بحث کے بعد مقدمہ ثانیہ شروع ہوتا ہے جس میں ان امور پر بحث ہے۔

(۱) وجود فی الاعیان

(۲) وجود فی الاذھان

(۳) وجود فی العبارۃ

(۴) وجود فی الکتابت [۱]

یوں ہی فاضل بریلوی کا رسالہ " رجب الساحت فی میاہ لا لیستوی وجہھا وجوفہا فی المساحۃ " مارجامد اور ما، جاری کی تعریف - یہ فتوئی علم طبعیات کا تحقیقی مقالہ معلوم ہوتا ہے۔ الدقۃ و البیان لعلم الرقۃ و السیلان " ترکیب اجسام پانی کے رنگ اور شعاعوں کے کے انعکاس و انعطاف وغیرہ کے بارے میں بحثیں بھی علم طبیعیات سے متعلق ہیں جنس ارض کی تحدید و تعدید اور جنس ارض کے آثار سے متعلق یہ فتوئی ارضیات سے متعلق ایک تحقیقی مقالہ معلوم ہوتا ہے " المطر السعید علیٰ بنت جنس الصعید "

---

[۱] حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۱۱۴/۱۱۵

مندرجۂ ذیل بحثیں بھی ارضیات وطبیعیات وغیرہ سے متعلق ہیں۔

(۱) پتھر کس طرح بنتا ہے؟

(۲) ضعیف الترکیب جسم منطبع بالنار نہیں ہو سکتا۔

(۳) پارہ آگ پر کیوں نہیں ٹھہرتا۔؟

(۴) آگ جسم میں کیا اثرات پیدا کرتی ہے؟

(۵) سونے چاندی کے پگھلنے کا سبب۔

(۶) جملہ معدنیات کا تکون گندھک اور پارہ کے ازدواج کے باعث ہے۔

(۷) کبریت نر ہے اور پارہ مادہ۔ انہیں کے اختلاف مقادیر و اصناف و اوصاف واحوال سے مختلف معدنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ [۱]

الغرض اگر "مولانا احمد رضا بریلوی اور علوم سائنس" کے موضوع پر تحقیقی مقالہ قلم بند کیا جائے تو ایک ضخیم تحقیقی مقالہ تیار کیا جا سکتا ہے جس سے اس بات کا بخوبی انکشاف ہو سکے گا کہ فاضل بریلوی کا علوم سائنس میں کیا مقام ہے وہ ایک مسلمان سائنس داں کی حیثیت سے عروج و ارتقا کی کس منزل پر فائز ہیں۔

---

[۱] حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۱۳۰/۱۳۱

علم ریاضی

مولانا احمد رضا بریلوی کو جہاں تمامی علوم و فنون پر دسترس و مہارت حاصل تھی وہیں علم ریاضی کے بھی وہ ایک ماہر استاد سمجھے جاتے تھے۔ جبکہ یہ علم انہوں نے کسی استاد سے حاصل نہیں کیا تھا بلکہ ملہم غیبی نے ان کو اپنی جانب سے عطا کیا تھا۔ اور جس کے لئے عطائے ربانی کے دروازے کھل جائیں پھر وہ محتاج نہیں رہ جاتا بلکہ غنی ہو جاتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ہ

چنانچہ سید ایوب علی کا بیان ہے کہ کسور اعشاریہ متوالی میں نصاریٰ تیسری قوت سے زیادہ کا سوال حل کرنے سے قاصر ہیں۔ چنانچہ فقیر کو بھی اسی قدر واقفیت تھی مگر حضور (مولانا احمد رضا خاں صاحب) نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جس قوت کا سوال دیا جائے حل کر دوں گا اس کے بعد مجھے اور برادرم قناعت علی کو وہ قاعدہ تفہیم فرما کر دو چار مثالیں بھی حل کرا دیں۔ اس کے بعد ہی ایک خط جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج کا حضور کی خدمت میں بایں مضمون آتا ہے کہ "ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب جو ریاضی میں تقریباً ولایت کی تمام ڈگریاں اور تمغہ جات حاصل کئے ہوئے ہیں عرصہ سے حضور کی ملاقات کے مشتاق ہیں چونکہ ایک جینٹل مین اور انگریزی وضع قطع کے آدمی ہیں اس لئے آتے ہوئے جھجکتے ہیں مگر اب میرے کہنے اور اپنے اشتیاق ملاقات سے آمدگی ظاہر کی ہے۔ قیام نواب ضمیر احمد کے بنگلہ پر ہوگا۔ لہٰذا اگر وہ پہونچیں تو انہیں باریابی کا موقع دیا جائے۔

حضور نے مولانا صاحب کو جواب بھیج دیا کہ وہ بلا تکلف تشریف لے آئیں فقیر منتظر رہے گا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ بدایونی مقدمہ چل رہا تھا۔ دو چار روز کے بعد ڈاکٹر صاحب نے نواب صاحب کے جنگلہ سے اطلاع کی کہ میں پانچ بجے حاضر خدمت ہوں گا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر موٹر آگیا ہم دونوں اس وقت موجود تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو اندر بلا لیا گیا شاید نماز عصر ہونے والی تھی ۔ ....

.... بعد نماز کچھ باہمی گفتگو رہی۔ حضور نے اپنا ایک قلمی رسالہ جس میں اکثر اشکال قلمی مثلث اور دوائر کے بنے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو دکھایا۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب نہایت حیرت واستعجاب سے اسے دیکھ رہے تھے اور بالآخر فرمایا کہ۔ میں نے اس علم کے حاصل کرنے میں غیر ممالک کے اکثر سفر کئے مگر یہ باتیں کہیں بھی حاصل نہیں ہوئیں میں تو اپنے آپ کو طفل مکتب سمجھ رہا ہوں۔ مولانا! یہ تو فرمایئے آپ کا اس فن میں استاد کون ہے ۔

حضور نے ارشاد فرمایا میرا کوئی استاد نہیں۔ میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے صرف چار قاعدے جمع، تفریق، ضرب، تقسیم محض اس لئے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ شرح چغمینی شروع کی تھی کہ والد ماجد نے فرمایا کیوں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو مصطفیٰ پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں مکان کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں یہ سب سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم ہے ۔

اس کے بعد کسور اعشاریہ متوالیہ کی قوت کا تذکرہ آیا ڈاکٹر صاحب نے بھی وہی فرمایا کہ تیسری قوت تک ہے اس پر حضور نے زبیری اور قناعت علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ میرے دو بچے بیٹھے ہیں انہیں جس قوت کا آپ سوال دے دیں یہ حل کر دیں گے ۔

ڈاکٹر صاحب متحیر ہو کر ہم دونوں کو دیکھنے لگے۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے دریافت کیا کہ حضور اس کا کیا سبب ہے کہ آفتاب حقیقۃً طلوع نہیں ہوا اگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طلوع ہو گیا ہے ۔ اس کا جواب علمی اصطلاح میں حضور نے دیا جسے فقیر بیان کرنے سے قاصر ہے۔ ہاں جو مثال بیان فرمائی وہ یہ تھی کہ کسی بند کمرے میں جھروکوں سے اگر روشنی پہونچتی ہو تو باہر کے چلنے پھرنے

والوں کا سایہ الٹا نظر آتا ہے یعنی سر نیچے اور پاؤں اوپر اس کے علاوہ اور مشاہدہ کیجئے۔
حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا حاجی صاحب! ایک طشت میں تھوڑا سا پانی ڈال کر ایک روپیہ اس میں ڈال دو۔
انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔
اب حضور نے ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ آپ کھڑے ہو کر دیکھئے برتن میں روپیہ نظر آتا ہے کہ نہیں۔؟
انہوں نے کچھ فاصلے سے دیکھ کر عرض کیا۔ ہاں نظر آرہا ہے۔
فرمایا ذرا پیچھے ہٹ آیئے۔
فرمایا اب دکھائی نہیں دیتا۔ حضور نے حاجی صاحب کو اشارہ کیا۔ انہوں نے تھوڑا سا پانی برتن میں ڈال دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا اب نظر آنے لگا۔
فرمایا اور دو قدم پیچھے کو آجایئے۔
پھر روپیہ نظر سے غائب تھا۔ حاجی صاحب نے اور پانی ڈالا پھر روپیہ نمایاں تھا۔
بعدہٗ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا، افسوس یہ ہے کہ میں عربی سے ناواقف ہوں اور آپ انگریزی سے۔ کیا اچھا ہوتا کہ عربی کتب کا ترجمہ اردو میں ہو جاتا پھر میں انگریزی کر کے شائع کر دیتا، اور فرمایا میرے یہاں کالج کی لائبریری (کتب خانہ) میں ایک کتاب عربی میں ہے جس کا وجود دنیا میں معدودے چند نسخوں پر ہے۔"[1]
آگے چل کر مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں:
"جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ القوی کہتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے ان سوالوں کے جواب میں کہ کیا وجہ ہے کہ آفتاب قبل طلوع کے .... معلوم ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح غروب ہونے کے .... معلوم ہوتا ہے۔

---

[1] ماہنامہ مہر و ماہ لاہور ماہ ستمبر ۱۹۹۰ء صفحہ ۹

غالباً اعلیٰ حضرت نے یہ جواب دیا ہوگا جو سید صاحب کی سمجھ میں نہ آیا اور اسے نہ لکھ سکے وجہ اس کی یہ ہے کہ علم المناظرہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ نگاہ جب دو ملار مختلف میں ہو کر گذرے جو کثافت میں اور لطافت میں اختلاف رکھتے ہوں۔ تو خطوط شعاعیہ جب ان دونوں ملار کے ملتقی پر پہونچیں گے ٹوٹ جائے گی اور جس سمت پر جاری تھی اس کے نیچے ہو کر گذرے گی یہی وجہ ہے کہ اگر دریا یا تالاب میں کوئی لکڑی سیدھی اس طرح قائم کی جائے کہ اس کا ایک حصہ پانی میں ہو اور ایک حصہ باہر تو پانی کی سطح پر جو اس کا حصہ ہے نگاہ سے دیکھنے میں ٹوٹا ہوا معلوم ہوگا کہ پہلے نگاہ ملار ہوا میں گزری پھر ملار آب میں کہ بہ نسبت ملار ہوا کے کثیف تر ہے یوں ہی طلوع و غروب کے وقت آسمان کی طرف دیکھنے میں نگاہ کو دو ملار قطع کرنا پڑتا ہے۔ ایک عالم نسیم کا کہ کثیف ہے دوسرا اس کے بعد ہوا کا کہ بہ نسبت اس کے لطیف ہے۔ لاجرم خطوط شعاعیہ ملتقی پر پہونچکر ٹوٹ جائے گی اور نیچے ہو کر گذرے گی تو افق حقیقی کہ بظاہر نگاہ کو وہیں تک پہونچنا چاہیئے تھا۔ اس انکسار کے سبب نگاہ اس سے نیچے پہونچے گی اور آفتاب جانب شرق قبل اس کے کہ افق پر آئے ہمیں مرئی ہوگا اور جانب غرب بعد اس کے کہ افق سے گذر جائے مرئی رہے گا۔ واللہ اعلم [1]

---

[1] ماہنامہ مہر و ماہ لاہور ماہ ستمبر ۱۹۷۰ء صفحہ ۱۰

علم نجوم وہیأت وتوقیت

مولانا احمد رضا بریلوی علم نجوم و علم ہیأت و توقیت میں ماہرانہ کمال رکھتے تھے جبکہ عصر حاضر میں ان علوم کے جاننے والے کرۂ ارض سے ناپید و محدود ہوتے جا رہے ہیں اور خاص کر علمار کرام میں اس کی شرح تین چار فیصد سے زائد نہ ہوگی جبکہ اکابر علمار کرام ان علوم کے غوّاص ہوا کرتے تھے۔ مولانا احمد رضا بریلوی کا بھی شمار انہیں علمار کی فہرست میں ہوتا ہے۔

مولانا احمد رضا بریلوی کے زمانہ میں سان فرنسکو امریکہ کا ایک مشہور منجم و ہیئت داں پروفیسر البرٹ ایف پورٹا نے پیشین گوئی کی کہ:

"۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل، نیچون یہ چھ سیارے جنگی طاقت سب سے زائد ہے قِران میں ہوں گے آفتاب کے ایک طرف ۲۶ درجے کے تنگ کے فاصلہ میں جمع ہو کر اسے بقوت کھینچیں گے اور وہ ان کے ٹھیک مقابلہ میں ہوگا اور مقابلہ میں آتا جائے گا۔ ایک بڑا کوکب یورینس سیاروں کا ایسا اجتماع تاریخ ہیأت میں کبھی نہ جانا گیا۔ یورینس اور ان چھ میں مقناطیسی لہر آفتاب میں بڑے بھالے کی طرح سوراخ کرے گی۔ ان چھ بڑے سیاروں کے اجتماع سے جو بیس صدیوں سے نہ دیکھا گیا۔ ممالک متحدہ کو دسمبر میں بڑے خوفناک طوفان آب سے صاف کر دیا جائے گا۔ یہ داغ شمس ۱۷ر دسمبر کو ظاہر ہوگا جو بغیر آلات کے آنکھ سے دیکھا جائے گا۔ ایسا داغ کہ بغیر آلات کے دیکھا جائے آج تک ظاہر نہ ہوا اور یہ وسیع زخم آفتاب کے ایک جانب ہوگا۔ یہ داغ شمس کرۂ ارض میں تزلزل ڈالیگا طوفان بجلیاں اور سخت مینھ اور بڑے زلزلے ہوں گے زمین ہفتوں میں اعتدال پر آئے گی۔

امریکی منجم پروفیسر البرٹ۔ ایف پورٹا کی مذکورہ پیش گوئی بانکی پور پٹنہ کے انگریزی اخبار ایکسپریس میں ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو شائع ہوئی۔

مولانا احمد رضا بریلوی کے شاگرد و خلیفہ مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس اخبار کے دوسرے ورق کا پہلا کالم تراش کر فاضل بریلوی کی خدمت میں ارسال کیا اور امر واقعہ کی صحیح صورت حال جاننا چاہا۔

فاضل بریلوی نے مولانا ظفر الدین بہاری کو صحیح صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے باضابطہ ایک رسالہ "معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین" تحریر کر ڈالا۔

فاضل بریلوی پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کی پیش گوئی کو لغو و باطل قرار دیتے ہوئے رسالہ کے آخر میں رقمطراز ہیں۔

"بالفرض یہ سب کچھ صحیح پھر آفتاب کے داغوں کو زمین کے زلزلوں، طوفانوں، بجلیوں اور بارشوں سے کیا نسبت ہے۔ کیا یہ احکام منجموں کے لئے بے سر و پا خیالات کے مثل نہیں کہ فلاں گروہ یا جوگ یا نچھتر کے اثر سے دنیا میں یہ حادثات ہوئے جن کو تم بھی خرافات سمجھتے ہو۔ اور واقعی خرافات ہیں۔ پھر آفتاب کیا امریکہ کی پیدائش یا وہیں کا ساکن ہے کہ اس کی مصیبت خاص ممالک متحدہ کا صفایا کر دے گی۔ کل زمین سے اس کا تعلق کیوں نہ ہوا یہاں منجم پر اور مواخذات بھی ہیں مگر، ۱۷ دسمبر کے لئے، ۱۷ پر ہی اکتفا کریں۔" [1]

چونکہ پروفیسر البرٹ ایف پورٹا نے اپنی پیش گوئی خاص کر ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کے لئے کی تھی۔ اس لئے فاضل بریلوی نے صرف ۱۷ دلائل قاہرہ پر اکتفا کیا۔ چنانچہ رسالہ مذکورہ میں دلیل نمبر ۶ کے تحت لکھتے ہیں،

"عطارد تو سب سے چھوٹا اور اس کے حساب سے باقی ۱۳ ہی درجے کے فاصلے میں ہیں ۲۶ کا آدھا ہے تو اپنی عظیم ہاتھی مع پورٹیس اس چھوٹی سی چڑیا کے ریزہ ریزہ کر دینے کو بہت ہیں۔ منجم نے اسی مضمون

---

[1] معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین امام احمد رضا قادری، مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۱۶

میں کہا ہے :

" دو سیارے ملے ہوئے کافی ہیں ایک چھوٹا داغ شمس میں پیدا کرنے اور ایک چھوٹا طوفان برپا کرنے میں تین ان میں سے بڑا طوفان اور بڑا داغ اور چار فی الحقیقۃ ایک بہت بڑا طوفان اور بہت بڑا داغ "

جب آفتاب میں تین اور چار کا یہ عمل ہے تو یہ چارے عطارد و مریخ چار اور پانچ کے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں اور زحل پر تو اکھٹے چھ جمع ہیں تو جو نسبت ان کو آفتاب سے ہے اسی نسبت سے ان پر اثر زیادہ ہونا لازم تھا۔ کہ یہ کھینچنے والوں سے چمٹ جائیں لیکن ان میں نافریت بھی رکھی ہے اور وہ انہیں تمر دپر لائے گی جس کا صاف نتیجہ ان کا ریزہ ریزہ ہو کر جواذب میں گم ہو جانا ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ کمزور چیز نہایت قوت کے ساتھ کھینچی جائے اگر دوسری طرف اس کا تعلق ضعیف ہے کھینچ آئیگی ورنہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی یہ سب اگر نہ ہوگا تو کیوں ؟ حالانکہ آفتاب پر اثر ضرب شدید کا مقتضی یہی ہے اور ہوگا تو غنیمت ہے کہ آفتاب کی جان چھوٹی وہ آپس میں کٹ مر کر فنا ہوں گے نہ آفتاب کا اس طرف چھر رہیں گے نہ اس کے زخم آئے گا۔ بالجملہ پیش گوئی محض باطل و پادر ہوا ہے۔ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خلق میں جو چاہے کرے۔ اگر اتفاقاً بمشیت الٰہی معاذ اللہ ان میں سے بعض یا فرض کیجئے کہ سب باتیں واقع ہو جائیں جب بھی پیش گوئی قطعاً یقیناً جھوٹی ہے کہ وہ جن اوضاع کواکب پر مبنی ہیں وہ اوضاع فرضی ہیں اور اگر بفرض غلط واقعی بھی ہوئے تو نتائج جن اصول پر مبنی ہیں وہ اصول محض بے اصل اور من گڑھت ہیں جن کا جہل و بے اثر ہونا خود اسی اجتماع نے روشن کر دیا۔ اگر جاذبیت صحیح ہے اور اگر یہ اجتماع قائم ہو تو جاذبیت کا اثر غلط ہے بہر حال پیش گوئی باطل واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل :ملہ

علم ہیئت و نجوم کی طرح فاضل بریلوی کو علم توقیت میں بھی کمال درجہ مہارت حاصل تھی۔ گویا شب و روز کے چوبیسوں گھنٹے ان کی ہتھیلی پر رکھے ہوئے ہوں۔ وہ لمحہ بہ لمحہ گھنٹہ منٹ اور سکنڈ تک کی پوری خبر رکھتے تھے۔

ملہ معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین ۔ امام احمد رضا قادری مرکزی مجلس رضا لاہور صٹ

چنانچہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت (مولانا احمد رضا بریلوی) بدایوں تشریف لے گئے۔ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قادری برکاتی قدس سرہٗ کے یہاں مہمان تھے۔ مدرسہ قادریہ مسجد خرما میں خود حضرت تاج الفحول امامت فرماتے تھے جب فجر کی تکبیر شروع ہوئی تو حضرت مولانا عبدالقادر صاحب نے عالم اہلسنت فاضل بریلوی کو امامت کے لئے آگے بڑھا دیا۔ اعلیٰ حضرت نے نماز فجر کی امامت فرمائی اور قرأت اتنی طویل کر دی کہ مولانا عبدالقادر صاحب کو بعد سلام کے شک ہوا کہ آفتاب تو طلوع نہیں ہو گیا۔ مسجد سے نکل کر لوگ آفتاب کی جانب دیکھنے لگے۔

یہ حال دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آفتاب نکلنے میں ابھی ۴ منٹ ۸ سکنڈ باقی ہیں یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے۔" [1]

---

[1] حیات اعلیٰ حضرت۔ مولانا ظفرالدین بہاری۔ مرکزی مجلس رضا لاہور صفحہ ۱۶۰/۱۶۱

ادبی خدمات

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی ادبی خدمات کا دائرہ بہت ہی اہم اور وسیع ہے وہ مختلف اصناف ادب کے صاحب طرز اور صاحب اسلوب شاعر، ادیب، نثار و نقاد تھے۔ جب ہم ان کی تصنیفات و تالیفات اور تراجم پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں تو ادب سے متعلق متعدد کتابیں مختلف زبانوں میں مثلاً عربی، فارسی، اردو، ہندی وغیرہ میں ایک منفرد اسلوب نگارش کے ساتھ نظر آتی ہیں جو دوسرے ادیبوں کے ادبی سرمایہ پر فوقیت رکھتی ہیں اگر حضرت فاضل بریلوی کی "ادبی خدمات کا تحقیقی جائزہ" لیا جائے تو باقاعدہ ایک ضخیم اور مبسوط کتاب تیار ہو سکتی ہے اور "ادب کی تاریخ" میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ پاکستان کے ایک مشہور اسکالر سید ریاست علی قادری حضرت رضا بریلوی کی ادبی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:

"امام احمد رضا پچپن علوم و فنون پر نہ صرف عبور رکھتے تھے بلکہ انہوں نے علم و فن کی ہر صنف پر بے شمار کتابیں تحریر فرمائیں۔ ان کی کتب کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ہر موضوع پر ادیبانہ اسلوب نگارش اختیار کرنے پر کتنی قدرت رکھتے تھے۔ ادب و شاعری میں ان کا مقام صف اول کے شہسواروں میں ہوتا ہے۔ ان کی ادبی خدمات سے کسی طرح صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ایک کہنہ مشق ادیب اور بے باک قلم کار تھے ان کی تحریروں میں بلا کی سلاست اور روانی پائی جاتی ہے ان میں جگہ جگہ ادبی شہ پارے نظر آتے ہیں کہ طبیعت جھوم جھوم اٹھتی ہے ان کا حسین انداز بیان زبان کی چستی و ٹھہراؤ، برمحل شیریں الفاظ کا دروبست، استعارات کی جودت، طرز ادا میں نفاست، جذبات میں خلوص، ادائیگی بیان میں مہارت، فکر میں گہرائی، اظہار میں بے ساختگی اور رفعت، خیالوں میں شادابی و طہارت ان عناصر کے امتزاج سے وہ اپنی تحریروں کے چہرے کا غازہ تیار کرتے تھے۔ سرعت نگارش کا یہ عالم تھا کہ ایک ہی نشست

میں پورا رسالہ قلمبند فرمالیتے۔ نفس موضوع اور بندش الفاظ پر ایسی قدرت کہ ایک دفعہ کے لکھے ہوئے جملے کو قلمزد کرنے کی نوبت نہ آتی۔"[1]

جیسا کہ ابھی ذکر ہوا کہ حضرت فاضل بریلوی صاحب طرز اور صاحب اسلوب ادیب تھے اس دعوے کی دلیل میں حضرت فاضل بریلوی کی اس نعت کو پیش کیا جا سکتا ہے جس میں ذوق تلذذ کا سامان اور عربی، فارسی، اردو اور ہندی کی حسین آمیزش ہے ملاحظہ ہو ؎

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

البحر علا والموج طغیٰ من بیکس و طوفاں ہوشربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

یا شمس نظرت الیٰ لیلی چو بطیبہ رسی عرض بکنی
توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

لک بدر فی الوجہ الاجمل خط ہالۂ مہ زلف ابر اجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

انا فی عطش وسخاک اتم اے گیسوئے پاک اے ابر کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا

یا قافلتی زیدی اجلک رحمے بر حسرت تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

واھاً لسویعات ذہبت آں عہد حضور بار گہت
جب یاد آوت موہے کر نہ پرت درداوہ مدینہ کا جانا

---

[1] معارف رضا شمارہ ۱۹۸۳ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۶۱/۲۶۲

القلب شجٌ والھمو شجون دل زار چناں جاں زیر چوں
پت اپنی بپت میں کا سے کہوں مرا کون ہے تیرے سوا جانا

الروح فداک فزد حرقا یک شعلہ دیگر برزن عشقا
مورا تن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

بس خامہ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا
ارشادِ احبا ناطق تھا ناچار اس راہ پڑا جانا

مقالہ نگار نے جب "حضرت فاضل بریلوی کی ادبی خدمات" پر خامہ فرسائی کے لئے ان کی تصنیفات و تالیفات اور تراجم کا تحقیق و تجسس کے ساتھ مطالعہ کیا تو ادب سے متعلق مندرجہ ذیل کتابیں نظر آئیں جن کی تفصیل اس قدر ہے۔ مگر ان کتابوں میں کمی و بیشی بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ حضرت فاضل بریلوی سے متعلق یہ موضوع بذات خود تحقیق طلب ہے جس پر الگ سے مستقلاً تحقیقی کام کرنے کی ضرورت ہے جو اس مقالہ کا دائرہ کار نہیں۔ ملاحظہ ہو ادبی کتابوں کی تفصیلی فہرست۔

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	کیفیت	موضوع
۱	حدائق بخشش	اردو، عربی، فارسی	مطبوعہ	منتخب دیوانِ نعت
۲	اکسیر اعظم	فارسی	مبیضہ	قصائد غوث پاک
۳	دیوان القصائد	عربی	مبیضہ	قصائد و نعت و منقبت کا مجموعہ
۴	سلسلۃ الذہب نافیۃ الادب	فارسی	مطبوعہ	شجرۂ عالیہ قادریہ منظومہ
۵	ذریعۂ قادریہ	اردو	مطبوعہ	نظم و نعت و منقبت غوث پاک
۶	فضائل فاروق	اردو	ناتمام	سیدنا فاروق اعظم کے مناقب در نظم
۷	نظم معطر	فارسی	مطبوعہ	رباعیات در شان غوث اعظم

۸	مشرقستانِ قدس	اردو	مطبوعہ	قصیدۂ مدحیہ حضرت نوری میاں
۹	چراغِ انس	اردو	مطبوعہ	قصیدۂ مدحیہ درشان تاج الفحول بدایونی
۱۰	وظیفۂ قادریہ	فارسی	مطبوعہ	قصیدۂ غوثیہ کا نظم ترجمہ مع دعا
۱۱	حضورجانِ نور	اردو	مطبوعہ	حاضری اقدس کے موقع پر نعت لکھی
۱۲	نعت واستعارات	اردو	ناتمام	نعت شریف کا رسالہ پرمغز استعاروں پر مشتمل
۱۳	سراپا نور	اردو	ناتمام	قصیدۂ نور ۶۰ مطلع پر مشتمل
۱۴	مناقب صدیقہ	اردو	ناتمام	ام المومنین کی منقبت
۱۵	حمائدِ فضل رسول	عربی	مطبوعہ	مولانا فضل رسول بدایونی کی مدح
۱۶	مدائحِ فضل رسول	عربی	مبیضہ	مولانا فضل رسول بدایونی کی مدح
۱۷	نذر گدا در تہنیت شادی اسری	اردو	مطبوعہ	معراج اقدس کا بیان
۱۸	الزمزمۃ القمریہ فی الذب عن الخمریہ	اردو	مبیضہ	قصیدۂ غوثیہ پر اعتراضات کے جواب میں
۱۹	مشرقستان اقدس	اردو	مطبوعہ	قصیدۂ مشرقستان پر اعتراض کا جواب
۲۰	شرح مقالہ زراقیہ	۰	۰	ایک مدعی ادب کے جہالات عربی ادب کا جواب
۲۱	صنائع بدیعہ	عربی فارسی ہندی	مبیضہ مسودہ	دیوان صنائع وبدائع
۲۲	الاستمداد	اردو	مطبوعہ	

حضرت فاضل بریلوی کی مذکورہ ادبی کتابوں میں دو تین کتابیں بہت ہی وقیع معلوم ہوتی ہیں اول نعت واستعارات ۔ جو صنف نعت کا پرمغز اور معلوماتی رسالہ معلوم ہوتا ہے اگر آج یہ رسالہ فراہم ہوتا تو نعتیہ ادب پر کام کرنے والوں کے لئے بیحد مفید وکارگر ثابت ہوتا۔ یقیناً اس میں فن نعت گوئی کے اسرار ورموز کو بیان کیا گیا ہوگا، واحسرتاہ۔

دوسری کتاب صنائع بدیعہ جس میں صنائع وبدائع کی خوبیوں پر روشنی ڈالی گئی ہوگی جو

شاعری کے محاسن اور لوازمات سے ہے۔ حضرت فاضل بریلوی کا یہ رسالہ بھی فن شاعری کے اہم رسالوں میں معلوم ہوتا ہے۔ اس کی افادیت کا اندازہ خود اس کے نام سے ہی ہو سکتا ہے اور یہ دونوں رسالے وقعت واہمیت کے اعتبار سے مولانا حالی کی کتاب "مقدمہ شعر وشاعری" کے ہم نوا معلوم ہوتے ہیں۔ اگر یہ دونوں رسالے زیور طبع سے آراستہ ہو کر ارباب علم وفن کے ہاتھوں تک پہونچے ہوتے تو آج، اردو ادب کی تاریخ میں حضرت فاضل بریلوی کو ضرور وہ مقام خاص ملا ہوتا جس کے وہ یقیناً مستحق تھے۔

تیسری کتاب کا بھی تعلق ادب ہی سے ہے جس میں انہوں نے ادبی انداز میں عربی ادب کے ایک مدعی کے اعتراضات کے جواب دیئے ہیں۔

ادب کے بارے میں منقول ہے کہ:

"ادب کا بہت بڑا وصف یہ ہے کہ سخت سے سخت مسائل باتوں باتوں میں طے کر دیئے جائیں"[۱]

حضرت فاضل بریلوی ادب کے اس مقولے پر بھی مکمل طور سے پورے اترتے ہیں۔ اگر ان کے ادبی کارناموں کا جائزہ لیا جائے تو یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ انہوں نے زندگی کے اہم سے اہم مسائل کو اس طرح نپے تلے، دو ٹوک جملوں میں حل کر دیا ہے کہ عقل محو تماشائے لب بام ہو کر رہ جاتی ہے چنانچہ اپنے زمانے کی سیاست پر تنقید وتبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مسلمانو! تم نے دیکھا یہ حالت ہے ان لیڈر بننے والوں کے دین کی کس کس طرح شریعت کو بدلتے، مسلتے، پاؤں کے نیچے کچلتے اور خیرخواہ اسلام بن کر مسلمانوں کو چھیلتے ہیں۔ موالات مشرکین۔ ایک۔ معاہدہ مشرکین۔ دو۔ استعانت بہ مشرکین۔ تین۔ مسجد میں اعلائے مشرکین۔ چار۔ ان سب میں بلا مبالغہ یقیناً قطعاً لیڈروں نے خنزیر کو دنبے کی کھال پہنا کر حلال کیا ہے۔ دین الہٰی کو دیدہ ودانستہ پامال کیا ہے اور پھر لیڈر ہیں، ریفارمر ہیں مسلمانوں کے بڑے راہبر ہیں جو ان کی ہاں میں ہاں نہ ملائے مسلمان ہی نہیں یعنی جب تک اسلام کو کند چھری سے ذبح نہ کرے ایمان ہی نہیں۔"[۲]

---

[۱] تنقیدی اشارے۔ پروفیسر آل احمد صدیقی ص۶۰ [۲] معارف رضا شمارہ ۱۹۸۱ء کراچی ص۲۷

حضرت فاضل بریلوی کی تمام تر تصنیفات اور ادبی کتابوں میں "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" کو سب پر فوقیت اور برتری حاصل ہے جس کو اسلام کا انسائیکلوپیڈیا Encyclopaedia قرار دیا جا سکتا ہے جو بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے جس کی بعض جلدیں ایک ہزار صفحات سے زیادہ ضخامت کی حامل ہیں۔ جو ان کا سب سے عظیم ادبی کارنامہ ہے۔

سیاسی خدمات

سیاست کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

کانت بنی اسرائیل تسوسہم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون قالوا فما تامرنا قال فوا ببیعۃ الاول فالاول اعطوھم حقہم فان اللہ سائلہم عما استرعاھم متفق علیہ۔

انبیاء کرام ہی کے ہاتھ میں بنی اسرائیل کی سیاست تھی جب ایک نبی پردہ فرما جاتے تو دوسرے نبی ان کے جانشین ہوتے (اسی طرح تمہاری سیاست میرے ہاتھ میں ہے) میرے بعد چونکہ کسی قسم کا کوئی نبی نہیں اس لئے میری روپوشی کے بعد میرا جانشین کوئی نبی نہیں ہوگا [۱]

غالباً علامہ اقبال اسی حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی [۲]

چونکہ حضرت رضا بریلوی ایک جید عالم دین عظیم شاعر وادیب، بالغ نظر نقاد اور زبردست عاشق رسول تھے۔ اور عشق رسول تو ان کے وجود میں اس طرح سمایا ہوا تھا کہ ہر چہار جانب ان کو عشق رسول کی ہی جلوہ سامانیاں نظر آتی تھیں یہاں تک کہ عشق مصطفیٰ کو وہ جان قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

۱۔ الاذا رضا شرکت حنفیہ لمیٹڈ لاہور ص ۱۲۴
۲۔ کلیات اقبال۔ پرویز بکڈپو دہلی ص ۳۰

اور محبت کا تقاضہ بھی محبوب کے نقش پا کی اتباع ہے اسی لئے فاضل بریلوی تاحیات سنت مصطفےٰ پر سختی سے کاربند رہے۔ چونکہ سیاست حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا اہم وطیرہ تھا اس لئے حضرت فاضل بریلوی جہاں دیگر سنتوں پر سختی سے کاربند رہے وہیں انہوں نے سیاستِ مصطفےٰ کو بھی اپنا شیوہ قرار دیا تاکہ دین کو چنگیزی سے بچایا جا سکے۔

جب ہم حضرت فاضل بریلوی کی سیاسی زندگی کا مطالعہ گہرائی و گیرائی کے ساتھ کرتے ہیں تو ولادت سے لیکر وصال تک کے تمام سیاسی پہلو بڑے ہی نازک، پرپیچ اور ژولیدہ نظر آتے ہیں ان کے زمانے میں سیاست انتہائی اوتھل پتھل اور نشیب و فراز کی منزل سے گذر رہی ہوئی نظر آتی ہے کبھی ترکِ موالات، کبھی ہجرت تو کبھی ہندو مسلم اتحاد وغیرہ مگر حضرت رضا بریلوی کی فکری جولان گاہ، ان کا سیاسی تدبر بہت ہی واضح اور روشن تھا چنانچہ ترکِ موالات کے سلسلے میں وہ صرف انگریزوں سے ہی ترکِ موالات کے قائل نہ تھے بلکہ وہ ہندؤں سے بھی ترکِ موالات کا حکم صادر فرماتے تھے اس سلسلے میں ان کا موقف الکفر ملۃ واحدۃ تھا وہ فرماتے ہیں

"موالات مطلقاً ہر کافر مشرک سے حرام ہے اگرچہ ذمی مطیع اسلام ہے۔ اگرچہ اپنا باپ بیٹا، بھائی یا قریب (عزیز) ہو" [۱]

حضرت فاضل بریلوی ہر کافر و مشرک کو اسلام کا دشمن اور صرف دشمن ہی نہیں بلکہ دشمنِ شدید سمجھتے تھے اس لئے کہ وہ ماضی و حال کی روشنی میں ان کی غداریوں مکاریوں کا مشاہدہ کر چکے تھے چنانچہ فرماتے ہیں۔

کافر ہر فرد و فرقہ دشمن ہے مارا
مرتد مشرک یہود و گبر و ترسا

---

[۱] انوار رضا۔ شرکت حنفیہ لمیٹیڈ لاہور ص ۲۷۵

کا فری نہیں بلکہ ہر فرد و فرقہ ہمارا دشمن ہے۔ خواہ وہ مرتد ہو، مشرک ہو، یہودی ہو، عیسائی ہو، یا آتش پرست۔ ۱

چنانچہ ایک دوسرے مقام پر حضرت رضا بریلوی دشمن کی نفسیات کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ " دشمن اپنے دشمن کے لئے تین باتیں چاہتا ہے۔

(۱) اول اس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔

(۲) دوم یہ نہ ہو تو اس کی جلا وطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔

(۳) سوم یہ بھی نہ ہو سکے تو آخر درجہ اس کی بے پری کہ عاجز بن کر رہے۔

مخالف نے یہ درجے ان پر طے کر دیئے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں خیر خواہ ہی سمجھے جاتے ہیں:

اولاً جہاد کے اشارے ہوئے۔ اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا۔

ثانیاً: جب یہ نہ بنی ہجرت کا ابھارا کہ کسی طرح یہ دفع ہوں ملک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جائے یہ اپنی جائدادیں کوڑیوں کے مول بیچیں یا یوں ہی چھوڑ جائیں بہر حال ہمارے ہاتھ آئیں ان کی مساجد مزارات اولیاء ہماری پامالی کو رہ جائیں۔

ثالثاً: جب یہ بھی نہ بنی تو ترک موالات کا جھوٹا حیلہ کر کے معطلیت پر ابھارا ہے کہ نوکریاں چھوڑ دو، کسی کونسل میں داخل نہ ہو، مال گزاری ٹیکس کچھ نہ دو، خطابات واپس کر دو اس خیر و صرف اس لئے ہے کہ ظاہر نام کا دنیاوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لئے نہ رہے اور پہلے تین اس لئے کہ ہر صیغہ اور محکمے میں صرف ہنود رہ جائیں۔" ۲

چنانچہ جب ہندو مسلم اتحاد کی تحریک نے زور پکڑا اور اس کے سیلاب کی طغیانیوں نے عوام تو عوام خواص کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا یہاں تک کہ علماء بھی اس کے دام فریب میں گرفتار

---

۱ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۱۹۳

۲ انوار رضا ـ لاہور ص ۴۷۹/۸۰

ہوگئے تو فاضل بریلوی سے رہا نہیں گیا اور متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

"کیا ہم سے وہ دین پر نہ لڑے، کیا قربانی گاؤ پر ان کے سخت ظالمانہ فساد پرانے پڑ گئے کیا کٹارپور آرہ کہاں کہاں کے ناپاک دہولناک مظالم جو ابھی تازے ہیں دلوں سے محو ہو گئے بے گناہ مسلمان نہایت سختی سے ذبح کئے گئے، مٹی کا تیل ڈال کر جلائے گئے۔ ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں قرآن کریم کے پاک اوراق پھاڑے اور جلائے اور ایسی ہی وہ باتیں جن کا نام لینے سے کلیجہ منھ کو آئے۔"

آگے چل کر فرماتے ہیں:

"کیا یہ مقدس بے گناہوں کے خون، یہ پاک مساجد کی شہادت یہ قرآن عظیم کی اہانتیں انہیں ناپاک رکشاؤں انہیں مجوسی سفاک بھاؤں کے نتائج نہیں نہ سہی، ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے، آپ جس شہر جس قصبے جس گاؤں میں چاہو آزما دیکھو اپنی مذہبی قربانی کے لئے گائے پچھاڑو اس وقت یہی تمہاری بائیں پسلی کے نکلے، یہی تمہارے سگے بھائی، یہی تمہارے منہ بولے بزرگ یہی تمہارے آقا یہی تمہارے پیشوا تمہاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں؟ ان متفرقات کا جمع کرنا بھی جہنم میں ڈالئے۔ وہ جو آج تمام ہندؤں اور نہ صرف ہندؤں تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہ باطن ہے یعنی گاندھی صاف نہیں کہہ چکا ہے کہ مسلمان اگر قربانی گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے۔" [1]

حضرت رضا بریلوی کے دل میں قوم مسلم کی فلاح و بہبود کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا وہ قوم کو زبوں حالی سے بچانے کے لئے ہمیشہ سعی و کاوش کرتے رہے اور کفار و مشرکین کی چیرہ دستیوں کو آئینہ کی طرح اپنی قوم کو دکھاتے رہے۔ چنانچہ وہ ملت اسلامیہ کو طریقۂ زندگی ورہِ زیست عطا کرتے ہوئے چار نکاتی پروگرام پیش کرتے ہیں۔

۱؎ انوار رضا۔ لاہور ص۲۷۰

"(۱) مسلمان اپنے دین کی اشاعت کی طرف توجہ دیں۔
(۲) فضول خرچی نہ کریں اور مقدمات پر روپیہ پیسہ پانی کی طرح نہ بہائیں۔
(۳) مسلمان صرف مسلمان تاجروں سے خرید و فروخت کریں۔
(۴) اہل ثروت مسلمان، مسلمانوں کے لئے اسلامی طرز پر بینک کاری کا نظام قائم کریں"۔ [۱]

اے کاش فاضل بریلوی کے مذکورہ چار نکاتی پروگرام پر عمل درآمد ہو گیا ہوتا تو آج ہماری قوم ترقی کی کس منزل پر فائز ہوتی اس کا بمشکل تصور ہی کیا جا سکتا ہے۔ آج ہم ذلت و رسوائی کی زندگی سے نجات پا گئے ہوتے اور عزت و وقار ہمارا مقدر ہوتا۔

اس طرح ہم فاضل بریلوی کو قوم کا بہترین غمگسار، بہی خواہ اور سیاست داں کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ فاضل بریلوی کے انہیں چار نکاتی منصوبوں پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالرشید استاد شعبۂ علوم اسلامی کراچی یونیورسٹی رقمطراز ہیں:

"اعلیٰ حضرت (مولانا احمد رضا بریلوی) نے سنہ ۱۹۱۲ء میں مسلمانوں کے لئے الگ بینک کاری کی تجویز پیش کی تھی وہ اس لئے کہ اس وقت صرف انگریز اور ہندو بینک کاری کرتے تھے مسلمان زمیندار بینکوں سے قرض لیتے اور پھر سود در سود کے چکر میں اپنی زمینوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے اور اس طرح اپنے علاقے میں اپنا سیاسی اثر بھی زائل کر دیتے۔ معاشی استحکام وہ واحد حربہ ہے جو کسی بھی قوم کو سیاسی قوت بخشتا ہے۔ امریکہ کے حالات ہمارے سامنے ہیں کہ یہودی معیشت پر غالب ہونے کی وجہ سے امریکہ جیسی طاقت ور حکومت سے اپنی مرضی کے فیصلے کرواتے ہیں۔ اور عرب ممالک معاشی قوت کو صحیح طور پر استعمال نہ کرنے کی وجہ سے اسرائیل کے سامنے بے بس نظر آتے ہیں"۔ [۲]

چنانچہ میاں عبدالرشید صاحب فاضل بریلوی اور ان کے متبعین کی سیاسی خدمات کی

---

[۱] معارف رضا شمارہ ۱۹۸۶ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۴۲

[۲] " " " " " " " ص ۴۲

پذیرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

When Pakistan resolution was passed in 1940 the eforts of Hazrat Barielvi bone frute and all his adherents and spritual leaders rose as one man to support Pakistan movement thus the contribution of Hazrat Barelivi towords Pakistan is not less then that Allama Iqbal and Qaid-E-Azam.

نیز شعبہ ابلاغ عامہ (جامعہ کراچی) کے چیرمین ڈاکٹر محمد شمس الدین حضرت فاضل بریلوی کی سیاسی خدمات کو سراہتے ہوئے اپنے ایک تاثراتی پیغام میں رقم طراز ہیں:

"امام احمد رضا کا دور وہ دور ہے جس میں آپ نے مسلمانوں کے ساتھ انگریزوں کے رویئے کو بخوبی اجاگر کیا ہے۔ آپ نے محسوس کیا کہ ہندو اپنی ترقی دنیاوی کے سبب مسلمان کے دل ودماغ پر چھا گیا ہے اور مسلمان اپنی عظمت اور خودی کا سودا کر چکا ہے۔ ہندو یہ بھی جانتا ہے کہ جب بھی انگریز برصغیر سے رخت سفر باندھے تو وہ اس کا جانشین بنے اور اپنی اکثریت کی آڑ میں مسلم کشی کا دیرینہ خواب شرمندۂ تعبیر کر سکے۔ مسلمانوں کو خواب خرگوش سے بیدار کرنے کے لئے آپ نے مسلمانوں کی جانب توجہ کی تاکہ انگریز اور ہندو کے فکری غلبے سے نجات مل سکے۔ اور مذہب سے تعلق قائم ہو۔" ۲

یوں تو اب تک فاضل بریلوی کے سیاسی حوالے سے بہت ساری کتابیں اور مقالات منظر عام پر آ چکے ہیں مگر اس ضمن میں خود ان کی تصنیف کردہ کتابیں کچھ کم اہمیت کی حامل نہیں ان کے سیاسی فہم و تدبر اور زیرکی کے مطالعہ کے لئے مندرجہ ذیل کتابیں کافی مدد و معاون ثابت ہو سکتی ہیں۔

۱۔ حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی ڈاکٹر محمد مسعود احمد صفحہ ۲۰۰

۲۔ امام احمد رضا کانفرنس مجلہ ۱۹۹۳ء کراچی پاکستان ص ۲۱

(۱) النفس الفکر فی قربان البقر ۱۲۹۸ھ سنہ ۱۸۸۰ء
(۲) اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام ۱۳۰۶ھ سنہ ۱۸۸۸ء
(۳) تدبیر فلاح ونجات واصلاح ۱۳۳۱ھ سنہ ۱۹۱۲ء
(۴) دوام العیش فی الائمۃ من القریش ۱۳۳۹ھ سنہ ۱۹۲۰ء
(۵) المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ ۱۳۳۹ھ سنہ ۱۹۲۰ء
(۶) الطاری الداری لہفوات عبد الباری ۱۳۳۹ھ سنہ ۱۹۲۰ء ۲

---

۲ حیات مولانا احمد رضا بریلوی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص۱۰۰

نعت گوئی کا فن

نعت گوئی کا فن

جس طرح دیگر اصنافِ سخن قصیدہ، غزل، مرثیہ، مثنوی اپنا ایک منفرد مقام اور اصول وضوابط رکھتے ہیں اسی طرح نعت بھی ایک منفرد معیار اور اصول وضوابط کی پابند ہے۔ مقالہ نگار کے خیال میں اصنافِ ادب میں نعت سے زیادہ لطیف نازک اور مشکل کوئی صنف نہیں اور اس سے پوری طرح عہدہ برآ ہونا ممکن بھی نہیں اس لئے کہ ذات باری خود ثنا خوانِ محمد ہے ؎

غالب ثنائے خواجہ بیزداں گذاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد ست

حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں ع

کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے
سکتہ میں پڑی عقل چکر میں گماں آیا

اور بقول جگر مراد آبادی ع

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں

نعت گو یا نعت نگار کو اپنی فکری پرواز یا فکری شہباز کو بڑے ہی ہوش و خرد اور فہم وتدبر کے ساتھ اس پرخطر وادی میں اڑانا پڑتا ہے۔ اگر اس سے اس میں ذرا بھی لغزش یا کوتاہی ہو جائے تو اس کا ایمان واعتقاد تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا ہے اور قریب قریب ہر نعت گو یا نعت نگار نے اس پرخطر وادی میں بڑے ہوش وحواس اور حزم واحتیاط کے ساتھ قدم رکھا ہے اور جس نے اس پرخطر وادی کی احتیاط کو بالائے

طاق رکھ کر اپنی فکری پرواز کو روا رکھا اس سے لغزش ہو کر رہی جس کا ذکر انشاء اللہ ہم آگے چل کر اسی باب میں کریں گے۔

جن نعت گو شعراء نے اس پرخطر وادی کے خطرات کو محسوس کیا انہوں نے اپنے قلبی واردات اور محسوسات کو بایں طور بیان کیا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی

"حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے۔ جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت پابندی ہے"[۱]

عبد الکریم ثمر

"نعت نہایت مشکل صنفِ سخن ہے۔ نعت کی نازک حدود کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی آفاقیت قائم رکھنا آسان کام نہیں ...... سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ذرا سی بے احتیاطی اور ادنیٰ سی لغزش خیال و الفاظ اور ایمان و عمل کو غارت کر دیتی ہے"[۲]

مجید امجد

"حقیقت یہ ہے کہ جناب رسالت مآب کی تزئین میں ذرا سی لغزش نعت گو کو

۱؎ الملفوظ ، امام احمد رضا بریلوی ، مطبوعہ کانپور ص ۱۱۲/۲ ج

۲؎ نقوش رسول نمبر جلد دہم ۔ مطبوعہ لاہور ص ۲۴

حدودِ کفر میں داخل کر سکتی ہے۔ ذرا سی کوتاہی مدح کو قدح میں بدل سکتی ہے۔ ذرا سا شاعرانہ غلو ضلالت کے زمرے میں آسکتا ہے۔ ذرا سا عجزِ بیان اہانت کا باعث بن سکتا ہے[۱]

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

"نعت کے موضوع سے عہدہ برآ ہونا آسان نہیں موضوع کا احترام کلام کی بے کیفی و بے رونقی کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ نقاد کو نعت گو سے بازپرس کرنے میں تامل ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف نعت گو کو اپنی فنی کمزوری چھپانے کے لئے نعت کا پردہ بھی بہت آسانی سے مل جاتا ہے۔ شاعر ہر مرحلہ پر اپنے معتقدات کی آڑ پکڑتا ہے اور نقاد جہاں کا تہاں رہ جاتا ہے لیکن نعت گوئی کی فضا جتنی وسیع ہے اتنی ہی اس میں پرواز مشکل ہے۔"[۲]

ڈاکٹر اے۔ ڈی نسیم

"نعت گوئی کا راستہ پل صراط سے زیادہ کٹھن ہے اس پر بڑی احتیاط اور ہوش سے چلنے کی ضرورت ہے اس لئے اکثر شاعروں نے نعت کہنے میں بے بسی کا اظہار کیا ہے جس ہستی پر خدا خود درود بھیجتا ہے انسان کی کیا مجال کہ اس کی تعریف کا احاطہ کر سکے۔"[۳]

ڈاکٹر فرمان فتح پوری

نعت کا موضوع ہماری زندگی کا ایک نہایت عظیم و وسیع موضوع ہے اس کی

---

[۱] نقوش رسول نمبر جلد دہم مطبوعہ لاہور ص ۲۴

[۲] نقوش رسول نمبر جلد دہم مطبوعہ لاہور ص ۲۵

[۳] نقوش رسول نمبر جلد دہم مطبوعہ لاہور ص ۲۵

عظمت و وسعت ایک طرف عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہے۔ شاعر کے پائے فکر میں ذراسی لغزش ہوئی اور وہ نعت کے بجائے گیا حمد و منقبت کی سرحدوں میں اس لیے اس موضوع کو ہاتھ لگانا اتنا آسان نہیں جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ حقیقی نعت کا راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ عرفی نے اپنے ایک نعتیہ قصیدہ میں جس کا مطلع ہے ؎

اقبال کرم می گزدار باب ہمم را
ہمت نہ خورد نیشتر لا و نعم را

بہت صحیح کہا ہے ؎

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا
آہستہ کہ رہ بر دم تیغ است قدم را "ما

محمد عبد اللہ قریشی

نعت ہماری شاعری کی محبوب اور پاکیزہ صنف ہے اس کے ڈانڈے ایک طرف عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتے ہیں مگر اس کا راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ نعت گو جب تک عشق رسول میں ڈوب کر توحید و رسالت اور عبودیت کے نازک رشتوں میں کامل ہم آہنگی پیدا نہ کرے، جذبات عالیہ، درد، سوز و گداز، رفعت بیان اور حسن ذوق سے آشنا نہ ہو اس وقت تک وہ نعت گوئی کے منصب سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ "ما

ما نقوش رسول نمبر جلد دہم مطبوعہ لاہور ص ۲۵

ما معارف رضا ۱۹۸۲ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۴۶

(الف)

احتیاط

نعت کا فن، نعت نگار سے حدودِ شرع اور عظمتِ مصطفیٰ کی پاسداری کا سختی سے مطالبہ کرتا ہے جیسا کہ ابھی ابھی ذکر ہوا کہ نعت کا فن اصنافِ ادب میں سب سے زیادہ مشکل ہے اور اس پرخطر وادی میں بہت ہی زیادہ حزم و احتیاط کی ضرورت ہے اگر یک لخت بھی احتیاط کی زمام ہاتھ سے چھوٹی اور عظمتِ مصطفیٰ مجروح ہوئی تو نعت نگار کے سارے اعمالِ خیر مٹی میں مل گئے اور اجر و ثواب کے بجائے عذاب و عتاب کا مستحق قرار پاگیا۔ اور اس پرخطر وادی میں اچھے اچھوں کی قوتِ فکر میں لغزش پیدا ہو کر رہی۔ جیسے محسن کاکوروی، امیر مینائی اور شاعرِ مشرق علامہ اقبال وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ نعت گو شعراء ہیں جنہوں نے نعت ہی سے سخن گوئی کا سفر شروع کیا مگر اس نازک و مشکل وادی میں قدم رکھنے کے بعد وہ ثابت قدم نہ رہ سکے بلکہ ان کے پائے فکر کو ٹھوکر لگ کر رہی۔ دیکھئے محسن کاکوروی کے یہ اشعار ۔

عینیت، غیرِ رب کو رب سے ‏‏ غیریت عین کو عرب سے
ذاتِ احمد تھی یا خدا تھا ‏‏ سایہ کیا میم تک جدا تھا

کہاں اب جبہ سائی کیجئے کچھ بن نہیں پڑتا
احد کو کیجئے یا احمدِ بے میم کو سجدہ [1]

---

[1] نقوش رسول نمبر جلد دہم ص۵۴

امیر مینائی کے مندرجِ ذیل اشعار دیکھئے ؎

ظاہر ہے کہ لفظ احد و احمد بے میم
بے میم ہوئے عین خدا احمد مختار
قرآن ہے خورشید تو نجم اور صحیفے
اللہ گہر اور صدف احمد مختار

طور کا جلوہ تھا جلوہ آپ کا
لن ترانی تھی صدائے مصطفےٰ

طور روضہ ہے تو میں صورتِ موسیٰ لیکن
اَرِنی منہ سے نکالوں جو مزا آئے نظر [۱]

متذکرہ بالا اشعار سے صاف صاف ظاہر ہے کہ محسن کاکوروی اور حضرت امیر مینائی سے لغزش ہوئی ہے اس لئے کہ ان اشعار میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے کہ جس سے مترشح ہونے والا مفہوم یہی بتاتا ہے کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا ہیں۔ جبکہ آقائے محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات کی سخت ممانعت فرمائی تھی کہ ہرگز ہرگز تم مجھ کو خدا نہ بنانا۔ چنانچہ آقائے محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "مجھے حد سے نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ کیا میں تو خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں مجھے صرف خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو" [۲]

---

[۱] معارف رضا ۱۹۸۶ء ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۶۹/۱۷۰

[۲] نقوش رسول نمبر جلد دہم مطبوعہ لاہور ص ۲۷

چنانچہ اسی حدیث پاک کی ترجمانی کرتے ہوئے عاشق رسول ﷺ عظیم نعت گو شاعر حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں ؎

ما ادعتہ النصاری فی نبیھم ٭ واحکم بما شئت مدحا فیہ واحتکم

یعنی حضور علیہ السلام کی تعریف کرتے وقت وہ بات چھوڑ دو جو نصاریٰ اپنے نبی مسیح علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں (یعنی آنحضرت کو شانِ الوہیت نہ دو) ؎۱

یوں ہی شاعر مشرق علامہ اقبال کا یہ شعر دیکھئے جو ایک نعت کا مطلع ہے ؎

نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردۂ میم کو اٹھا کر
وہ بزم یثرب میں آ کے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر ؎۲

اسی قبیل کے چند دوسرے اشعار بھی پیش ہیں جو دوسرے نعت نگار شعراء کے قلم سے صادر ہوئے ہیں ملاحظہ ہوں ؎

محمد نے خدائی کی خدا نے مصطفائی کی
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے ؎۳

ہے خدا کو جس قدر اپنی خدائی پر گھمنڈ
مصطفےٰ کو اس قدر ہے مصطفائی پر گھمنڈ ؎۴

؎۱ نقوش رسول نمبر جلد دہم ص ۲۷ ؎۲ ارمغان نعت ص ۱۲۴

؎۳ اردو نعت کا شرعی محاسبہ شمس بدایونی ص ۲۳/۲۴ ؎۴ نقوش رسول نمبر جلد دہم ص ۵۳

عشق کی ابتدا بھی تم حسن کی انتہا بھی تم
رہنے دو راز کھل گیا بندے بھی تم خدا بھی تم (بیدم وارثی)

انسانیت کو بخشی وہ معراج آپ نے
ہر آدمی سمجھنے لگا ہے خدا ہوں میں (اعظم چشتی)

عقل کہتی ہے مِثلُنا کہیئے
عشق بے تاب ہے خدا کہیئے (اعظم چشتی)

نہاں نابود در پردہ خدا بود
چوں ظاہر شد محمد مصطفےٰ بود (اعظم چشتی) ۱؎

اسی لیے تو کہا گیا ہے ؎

ادب گا ہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اور بقول جگر ؎

ع اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں

چنانچہ ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں

"فن نعت، نعت نگار سے اس امر کا متقاضی ہے کہ وہ نعت لکھتے ہوئے حدود شرع کی پاسداری کرے، خدا اور بندے اور الوہیت و نبوت کے فرق کو پیش نظر رکھے در اصل حفظ مراتب کے ادراک کا ہی نازک مقام نعت۔ نگار سے اس پل صراط کو احتیاط کے ساتھ

۱؎ معارف رضا ۱۹۸۶ء صفحہ ۱۶۷

عبور کرنے کا متقاضی ہے" ۱

اور اس طرح کی لغزش سے عظیم نعت گو شاعر محسن کاکوروی بھی محفوظ و مامون نہ رہ سکے بلکہ ان سے بھی چوک ہو کر رہی چنانچہ وہ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

مفت حاصل ہے مگر اس کی یہ تدبیر نہیں
کھوٹے داموں بکے یوسف کی یہ تصویر نہیں

نیز اسی طرح کی لغزش مشہور مثنوی نگار میر حسن سے بھی ہوئی وہ لکھتے ہیں ؎

مسیح اس کے خرگاہ کا پارہ دوز | تجلی طور اس کی مشعل فروز
خلیل اس کے گلزار کا باغباں | سلیماں سے کئی مہردار اس کے ہاں
خضر اس کی سرکار کا آب دار | زرہ ساز داؤد سے واں ہزار

اسی طرح مرزا محمد رفیع سودا کا بھی یہ شعر دیکھئے ؎

کرے جو ہمسری | کسے تاب
کہ نبیوں سے بڑھ کر ہیں اس کے صحاب ۱

نعت مضامین و مواد کے اعتبار سے اصنافِ ادب میں سب سے مشکل صنف گردانی جاتی ہے مگر ہیئت و ساخت کے اعتبار سے اس کی وسعت آفاقی ہے وہ اصنافِ ادب کی ہر صنف میں کہی جاتی رہی ہے اور کہی جاتی رہے گی۔ اور میں تو نعت کی اس آفاقیت کو حضور رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت و رافت اور ان کی نبوت و رسالت کی آفاقیت کا پرتو سمجھتا ہوں کہ جس طرح آپ کی رحمت و رافت اور نبوت و رسالت کائنات کے ذرے ذرے کے لئے ہے اسی طرح نعت نگاری کا دائرہ بھی جملہ اصنافِ ادب کیلئے ہے وہ کسی بھی صنف میں کہی جا سکتی ہے ہیئت و ساخت کی کوئی پابندی نہیں۔

---

۱ نقوش رسول نمبر جلد دہم صفحہ ۳۰

اس مقام پر ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ نعت کے ڈانڈے اور اس کی حدیں ایک طرف تو عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہیں اور اگر نعت نگار غلو سے کام لیتے ہوئے ان حدود معبود میں داخل ہوتا ہے (جیسا کہ اوپر ذکر ہوا) تو بھی عذاب و عتاب کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اور اگر فکر اسفل کا استعمال کرتا ہے تو بھی تنقیص کا مرتکب قرار پاتا ہے اور دونوں اعتبار سے بارگاہِ مصطفےٰ کا مجرم و گستاخ ٹھہرتا ہے جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ اس کے اعمال تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ مگر ایک تیسری بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ کہ نعت نگار کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ہمارے نبی کی طرح کسی دوسرے نبی کی توہین بھی نہ کرے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب نعت نگار ہمارے نبی کے معجزات اور ان کے کمالات کا دیگر انبیاء کرام کے معجزات و کمالات سے موازنہ کرتا ہے تو دوسرے انبیاء کی تنقیص کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک بار ایک صاحب نے بارگاہِ احمد رضا خاں بریلوی میں حاضر ہو کر نعتیہ اشعار سنانے کی تمنا ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا میں اپنے چھوٹے بھائی حسن میاں یا حضرت کافی مرادآبادی کا کلام سنتا ہوں (اسلئے کہ ان کا کلام میزانِ شریعت میں تلا ہوا ہوتا ہے) اگرچہ حضرت کافی کے یہاں لفظ رعنا کا استعمال موجود ہے۔ اگر وہ اپنی اس غلطی پر آگاہ ہو جاتے تو یقیناً اس لفظ کو بدل دیتے پھر خیال خاطر احباب کے پیش نظر ان صاحب کو کلام سنانے کی اجازت مرحمت فرمادی ان کا ایک مصرعہ یہ تھا ؏

"شانِ یوسف جو گھٹی ہے تو اسی در سے گھٹی"

آپ نے فوراً شاعر موصوف کو روک دیا اور فرمایا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی نبی کی شان گھٹانے کے لئے نہیں بلکہ انبیاء کرام کی عظمت و بزرگی میں چار چاند

۱؎ نقوش رسول نمبر جلد دہم ص ۲۶

لگانے کے لئے تشریف لائے تھے مصرعہ یوں بدل دیا جائے ؎

"شانِ یوسف جو بڑھی ہے تو اسی در سے بڑھی" ۔ ملے

حضرت فاضل بریلوی نے کس درجہ حزم و احتیاط برتا ہے اس کی ایک جھلک ابھی گذری مگر چونکہ بات حزم و احتیاط کی چل رہی ہے اسلئے ہم خصوصیت کے ساتھ حضرت فاضل بریلوی کی حزم و احتیاط کا مناسب خیال کرتے ہیں

حضرت فاضل بریلوی کے نعتیہ دیوان "حدائقِ بخشش" کی ترتیب و تدوین سے چند سال قبل آپ کی نعتوں کا ایک مجموعہ "گلزار نعت" مرتبہ رحمان علی طیش متوطن ڈھاکہ (مطبوعہ نظامی پریس کانپور) کے نام سے شائع ہوا تھا جو بعد میں آپ کے نعتیہ دیوان "حدائقِ بخشش" میں شامل اشاعت کرلیا گیا۔ گلزار نعت اور حدائقِ بخشش دونوں نعتیہ مجموعوں کے تقابلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاضل بریلوی نے کس قدر حزم و احتیاط کو مشعل راہِ فکر بنایا تھا۔ حضرت فاضل بریلوی نے گلزار نعت کے بعض اشعار کو صرف معنوی سربلندی عطا کرنے کے لئے ترمیم و تنسیخ کی ہے جبکہ فنی اور شرعی نقطۂ نظر سے ان کا کلام ہر طرح کے سقم و ثقالت سے پاک ہے۔ پیش ہے گلزار نعت اور حدائقِ بخشش کا تقابلی منظر نامہ۔ گلزار نعت کے لئے مخففاً لفظ "گ" اور حدائقِ بخشش کے لئے لفظ "ح" کا استعمال عمل میں لایا جا رہا ہے۔

۔ دھوم دیکھی ہے درِ کعبہ پہ بے تابوں کی	ان کے کشتوں کا بھی حسرت سے تڑپنا دیکھو (گ)
	ان کے مشتاقوں میں حسرت کا تڑپنا دیکھو (ح)
مثلِ پروانہ پھرا کرتے ہیں جس شمع کے گرد	اس کو دلِ سوختہ پروانہ یہاں کا دیکھو (گ)
	اپنی اس شمع کو پروانہ یہاں کا دیکھو (ح)
طورِ ایمن میں تھا واں رکن یمانی کا فروغ	شعلۂ نور یہاں انجمن آرا دیکھو (گ)
ایمن طور میں تھا رکن یمانی کا فروغ	شعلۂ طور یہاں انجمن آرا دیکھو (ح)
مہرِ مادر کا مزہ دیتا ہے آغوشِ حطیم	جن پہ ماں باپ فدا یاں کرم ان کا دیکھو (گ)
مہرِ مادر کا مزہ دیتی تھی آغوشِ حطیم	" " " " " (ح)

بے نیازی سے وہاں کانپتی ہوگی طاعت	جوش رحمت پہ یہاں ناز گنہ کا دیکھو (گ)
بے نیازی سے وہاں کانپتی پائی طاعت	〃 〃 〃 〃 〃 〃 (ح)
ملتزم سے تو چمٹ خوب نکالے ارماں	ادب و شوق کا یاں باہم الجھنا دیکھو (گ)
ملتزم سے تو گلے لگ کے نکالے ارماں	〃 〃 〃 〃 〃 〃 (ح)
حاجیو کعبے میں تم کو وہ صفا پر دوڑے	رہ جاناں کی صفا کا بھی تماشہ دیکھو (گ)
خوب مسعیٰ میں بامید صفا دوڑ لیے	〃 〃 〃 〃 〃 (ح)[1]

اسی طرح ان کا مشہور زمانہ قصیدہ "قصیدۂ معراجیہ" ہے۔ اس میں بھی آپ نے حزم و احتیاط کے پیش نظر کافی حد تک ترمیم و تنسیخ کی ہے ملاحظہ ہو۔

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے	خدا نے مہمانوں کے ساماں عجب عجب طرز سے کیے تھے (گ)
	نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے (ح)
عجب وہ تھا رخش کا چمکنا غزالِ رم خوردہ سا بھڑکنا	کہ برق جلوے سے لاکھوں بکے تڑپتے آنکھوں کو گر رہے تھے (گ)
عجب تھا رخش کا چمکنا غزالِ رم خوردہ سا بھڑکنا	شعاعیں بکے اڑا رہی تھیں تڑپتے آنکھوں پہ صاعقے تھے (ح)
ابھی نہ آئے تھے پشت زیں تک کہ واں نسیم کرم نے یکیک	جو پڑے روئے گل قدم سے الٹنے کو تھے الٹ دیئے تھے (گ)
〃 〃 〃 〃 کہ سر ہوئے مغفرت کی شلک	صدا شفاعت نے دی مبارک گناہ مستانہ جھومتے تھے (ح)
تجلی حق کا سہرہ سر پہ صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور	درود یہ قدسی پرے جا کر سلامیوں کے لیے کھڑے تھے (گ)
〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃	کھڑے سلامی کے واسطے تھے (ح)
نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہو معنیٔ اول آخر!	کہ دست بستہ کھڑے تھے پیچھے جو سلطنت آگے کر گئے تھے (گ)
〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃	کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت 〃 〃 (ح)
نقاب الٹی وہ چہرہ انور ہلال عارض وہ گرمیوں پر	کہ سالوں گردوں و قور ہیبت سے آبلہ سا تپک رہے تھے (گ)
نقاب الٹے وہ مہر انور جلال رخسار گرمیوں پر	فلک کو ہیبت سے تپ چڑھی تھی تپکتے انجم کے آبلے تھے (ح)

---

[1] معارف رضا شمارہ ۱۹۸۵ء ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۵۷/۱۵۸

زباں کو تھا انتظارِ گفتن تھی گوش کو حسرتِ شنیدن کہ یاں جو کہنا تھا کہہ چکے تھے جو بات سننی تھی سن چکے تھے (گ)

زباں کو تھا انتظارِ گفتن تو گوش کو حسرتِ شنیدن یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا " " " (ح)

وہ برجِ خوبی کا ماہ پارہ برائے سیرِ جناں سدھارا چمک رہا تھا خلد کا ستارہ کہ اس قمر کے قدم گئے تھے (گ)

وہ برجِ بطحیٰ کا ماہ پارہ بہشت کی سیر کو سدھارا " " " " " " " (ح)

جھلک سی اک قدسیوں پہ آئی ہوا بھی اُن کی پھر نہ پائی سواری دولہا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے (ح)

" " " " " " " سواری دولہا کی دور پہنچی برات تیجو پڑے ہوئے تھے (گ)

سرِ درِ مقدم کی روشنی تھی کہ تابشوں سے مہِ عرب کے جناں کے گلشن تھے جھاڑ فرشی جو پھول تھے سب کنول ہوئے تھے (گ)

" " " " " " " "

طرب کی تابش کہاں کہ جھلکی ادب وہ بندش کہ ہل نہ سکتی عجب ہوا تھا کہ کشمکش میں خدا کے گلبن بھرے ہوئے تھے (گ)

طرب کی نازش کہ ہاں لچکئے ادب وہ بندش کہ ہل نہ سکئے یہ جوش ضدین تھا کہ پودے کشاکشِ ارہ کے تلے تھے (ح)[۱]

+ اگر مذکورہ نعت اور قصیدے کے خط کشیدہ الفاظ پر غور و فکر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت فاضل بریلوی نے نعت نگاری میں کس قدر حزم و احتیاط سے کام لیا ہے۔ اسی طرح دوسری نعتوں میں بھی حضرت فاضل بریلوی نے حزم و احتیاط اور ترمیم و تنسیخ سے کام لیا ہے۔ یہاں پر مشتے نمونہ از خروارے کے تحت صرف مذکورہ تمثیلات پر اکتفا کیا گیا ہے۔

۱۔ معارفِ رضا شمارہ ۶، ۱۹۸۲ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۵۸/۱۵۹

(ب)

ہیئت

نعت کی ہیئت و ساخت کے بارے میں ڈاکٹر ابو محمد سحر لکھتے ہیں:

"نعت کی کوئی مستقل ساخت نہیں ہے بلکہ وہ اردو میں مروجہ جملہ اصناف سخن کی ساخت میں کہی جاتی ہے۔ نعت ابتدا میں قصیدہ کی شکل میں کہی جاتی تھی وجہ یہ کہ عربی کی شاعری میں جہاں نعت کی پیدائش ہوئی ہے مافی الضمیر کے اظہار کے لئے قصیدے کی شکل مروج تھی"۔[1]

جیسا کہ ماقبل میں اس بات کا ذکر ہوا کہ نعت ایک آفاقی صنفِ سخن ہے اور اس کی یہ آفاقیت حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور رحمت و رافت کے تناسب سے ہے جس طرح حضور رحمتِ عالم کے بارے میں قرآن پاک کا یہ اعلان عام ہے قُلْ يَآيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ بایں سبب نعت کسی ہیئت و ساخت کی پابند نہیں ہاں داخلی پہلو اور موضوع و مواد کی پابندی ضرور لازمی ہے۔ ورنہ یہ ہر صنفِ سخن میں کہی جاتی رہی ہے اور کہی جاتی رہے گی اور جس جس طرح اصنافِ سخن میں اضافہ ہوتا جائے گا اس کی آفاقیت میں بھی ترقی ہوتی جائے گی۔ نعت عصری اور زمانی تقاضے کے ہم مزاج صنفِ سخن ہے جس عہد اور جس زمانے میں جس صنفِ سخن کی روش و رواج عام تھی اسی

---

[1] نعتیہ شاعری کا ارتقاء۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتحپوری۔ مطبوعہ الہ آباد ص

صنفِ سخن میں یہ بھی پرورش پاتی رہی۔

چنانچہ ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں: "خطابیہ نعت، نثری نعت اور نثری و شعری نعت کے بعد ہم اپنے اصل موضوع یعنی شعر و شاعری (اصنافِ نظم) کے حوالے سے نعت کا جائزہ لیتے ہیں۔ نعت کا موضوع شاعری کی کسی ایک صنف سے مخصوص نہیں حضور اکرم کی توصیف اور ان کی سیرت کا تذکرہ شعر کی کسی بھی صنف اور ہیئت میں ہو سکتا ہے۔ نعت کے مضامین کو شاعروں نے کم و بیش تمام اصنافِ سخن میں قلم بند کیا ہے جو صنفِ شعر جس عہد میں زیادہ مقبول و مروّج رہی ہے اس صنف کو نعت کے لئے بھی اسی اعتبار سے استعمال کیا گیا۔ غزل چونکہ ہماری شاعری کی مقبول ترین صنف ہے اور ہر دور میں اپنی داخلی خصوصیات اور ہیئت کے سبب پسندیدہ رہی ہے لہٰذا نعت کے مضامین کے لئے بھی سب سے زیادہ غزل کی صنف ہی مستعمل رہی۔ ساجد لکھنوی کے بقول "ابتدائے اردو شاعری سے اگر آپ بہ نظرِ غائر مطالعہ کریں تو آپ کو پچانوے فیصد نعتیں غزل کے فارم میں ملیں گی۔" [۱]

اور بالکل یہی حال صنفِ نظم کا بھی ہے۔ نظم کی آفاقیت اور اس کی ہمہ گیری پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر سید عبداللہ رقم طراز ہیں:

"اردو میں نظم ازابتدا چلی آتی ہے مگر نظم کا جو ترکیبی تصور اس دور میں پیدا ہوا وہ پہلے موجود نہ تھا اصلاً نظم مسلسل خیالات کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ وسیع معنوں میں ہر وہ شئے جو غزل نہیں وہ نظم ہے اس میں قطعہ، قصیدہ، رباعی، مثنوی، چھوٹی نظمیں اور حکایتیں وغیرہ سب آجاتی ہیں۔" [۲]

چنانچہ آگے چل کر نعت کے اجزائے ترکیبی کا تجزیاتی مطالعہ کرتے ہوئے احتشام حسین کا قول نقل کرتے ہیں کہ احتشام حسین نے نظم کے لئے چار چیزیں ضروری قرار دی ہیں۔

---

[۱] نقوش رسول نمبر جلد دہم ص ۳۹

[۲] اردو ادب کی ایک صدی۔ ڈاکٹر سید عبداللہ حمن بکڈپو دہلی ص ۱۹۷

(۱) نظم میں ایک مرکزی خیال ہوتا ہے۔

(۲) ارتقائے خیال کی وجہ سے تسلسل کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک خیال سے دوسرا خیال خود بخود نکلتا رہتا ہے۔

(۳) نظم کی کوئی ہیئت معین نہیں

(۴) اس کے لئے موضوع کی بھی کوئی قید نہیں[۱]۔

حضرت فاضل بریلوی نے بھی ہر ایک صنف میں نعت کہی ہے۔ پیش ہے ہر ایک صنفِ سخن سے نعتیہ نمونۂ کلام۔

صنفِ غزل میں نعت

یاد میں جس کی نہیں ہوشِ تن و جاں ہم کو
پھر دکھا دے وہ رخ اے مہرِ فروزاں ہم کو

دیر سے آپ میں آنا نہیں ملتا ہے ہمیں
کیا ہی خود رفتہ کیا جلوۂ جاناں ہم کو

جس تبسم نے گلستاں پہ گرائی بجلی
پھر دکھا دے وہ ادائے گلِ خنداں ہم کو

کاش آویزۂ قندیلِ مدینہ ہو وہ دل
جس کی سوزش نے کیا رشکِ چراغاں ہم کو

عرش جس خوبیِ رفتار کا پامال ہوا
دو قدم چل کے دکھا سروِ خراماں ہم کو

شمعِ طیبہ سے میں پروانہ رہوں کب تک دور
ہاں جلا دے شررِ آتشِ پنہاں ہم کو

خاک ہو جائیں درِ پاک پہ حسرت مٹ جائے
یا الٰہی نہ پھرا بے سر و ساماں ہم کو

خارِ صحرائے مدینہ نہ نکل جائے کہیں
وحشتِ دل نہ پھرا بے سر و ساماں ہم کو

تنگ آئے ہیں دو عالم تری بے تابی سے
چین لینے دے تپِ سینۂ سوزاں ہم کو

پاؤں غربال ہوئے راہ مدینہ نہ ملی
اے جنوں اب تو ملے رخصتِ زنداں ہم کو

میرے ہر زخمِ جگر سے یہ نکلتی ہے صدا
اے ملیحِ عربی کر دے نمک داں ہم کو

۱۔ اردو ادب کی ایک صدی - ڈاکٹر سید عبداللہ، ص ۱۹۰

جب سے آنکھوں میں سمائی ہے مدینہ کی بہار — نظر آتے ہیں خزاں دیدہ گلستاں ہم کو
گر لبِ پاک سے اقرارِ شفاعت ہو جائے — یوں نہ بے چین رکھے جوششِ عصیاں ہم کو
نیرِ حشر نے اک آگ لگا رکھی ہے — تیز ہے دھوپ ملے سایۂ داماں ہم کو
رحم فرمائیے اے شاہ کہ اب تاب نہیں — تابکے خون رلائے غمِ ہجراں ہم کو

اے رضاؔ وصفِ رخِ پاک سنانے کے لئے
نذر دیتے ہیں چمن مرغِ غزل خواں ہم کو [۱]

صنفِ قصیدہ میں نعت

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

میں گدا تو بادشہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

تیل سے کس درجہ ستھرا ہے یہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

---

[۱] حدائقِ بخشش۔ امام احمد رضا خاں بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۹۳ تا ۹۵

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

کیا بنا نام خدا اسریٰ کا دولہا نور کا
سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا

بزم وحدت میں مزا ہوگا دوبالا نور کا
ملنے شمع طور سے جاتا ہے اکّہ نور کا

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

بھیک لے سرکار سے لا جلد کاسہ نور کا
ماہِ نو طیبہ میں بٹتا ہے مہینہ نور کا

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

صاف شکلِ پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خطِ توأم میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

اے رضاؔ یہ احمدِ نوری کا فیضِ نور ہے
ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

۱؎ حدائقِ بخشش۔ امام احمد رضا خاں بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۱۱ تا ۱۸

صنفِ مثنوی میں نعت

گریہ کن بلبلا از رنج و غم — چاک کن اے گل گریباں از الم
سنبلا از سینہ برکش آہِ سرد — اے قمر از فرطِ غم شو روئے زرد
ہاں صنوبر خیز و فریادے بکن — طوطیا جز نالہ ترکِ ہر سخن
چہرہ سرخ از اشک خونی ہر گلیست — خوں شو اے غنچہ زبان خندہ نیست
پارہ شو اے سینۂ مہ ہمچو من — داغ شو اے لالۂ خونی کفن
خرمنِ عیشت بسوز اے برقِ تیز — اے زمیں بر فرقِ خود خاکے بریز
آفتابا آتشِ غم بر فروز — شب رسیدا اے شمعِ روشن خوش بسوز
ہمچو ابر اے بحر در گریہ بجوش — آسمانا جامۂ ماتم بپوش
خشک شو اے قلزم از فرطِ بکا — جوش زن اے چشمۂ چشمِ زکا
کن ظہور اے مہدیِ عالی جناب — بر زمیں آ عیسیِ گردوں قباب
آہ آہ از ضعفِ اسلام آہ آہ — آہ آہ از نفسِ خودکام آہ آہ
مردماں شہوات را دیں ساختند — صد ہزاراں رخنہا انداختند
ہر کہ نفسش رفت از راہِ ہوا — ترکِ دیں گفت و نمودش اقتدا

بہرِ کارے ہر کرا گفتہ تعال
سر قدم کردہ نمودش امتثال [۱]

---

[۱] حدائقِ بخشش۔ امام احمد رضا قادری۔ مطبوعہ کراچی ص ۲۸۷/۲۸۸

صنفِ رباعی میں نعت

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
اور ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ [۱]

ہے دوشِ نبی کانِ صفا صلِّ علیٰ
خاتم ہے لطافت پہ گوا صلِّ علیٰ
تھا بارِ نبوت جو اٹھایا شہ نے
یہ نیل نزاکت سے پڑا صلِّ علیٰ [۲]

صنفِ مستزاد میں نعت

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا
تمہیں حاکمِ برایا تمہیں قاسمِ عطایا
تمہیں دافعِ بلایا تمہیں شافعِ خطایا
کوئی تم سا کون آیا

---

[۱] حدائق بخشش۔ امام احمد رضا قادری مطبوعہ کراچی صـ ۲۳۳

[۲] " " " " " صـ ۲۳۲

وہ کنواری پاک مریم وہ نفخت فیہ کا دم
ہے عجب نشانِ اعظم مگر آمنہ کا جایا
وہی سب سے افضل آیا

یہی بولے سدرہ والے چمنِ جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

کبھی خندہ زیرِ لب ہے کبھی گریہ ساری شب ہے
کبھی غم کبھی طرب ہے نہ سبب سمجھ میں آیا
نہ اسی نے کچھ بتایا

کبھی خاک پر پڑا ہے سرِ چرخ زیرِ پا ہے
کبھی پیش در کھڑا ہے سرِ بندگی جھکایا
تو قدم میں عرش پایا

کبھی وہ تپک کہ آتش کبھی وہ ٹپک کہ بارش
کبھی وہ ہجومِ نالش کوئی جانے ابر چھایا
بڑی جوششوں سے آیا

کبھی زندگی کے ارماں کبھی مرگِ نو کا خواہاں
وہ جیا کہ مرگ قرباں وہ موا کہ زیست لایا
تجھے روح ہاں جلایا

کبھی گم کبھی عیاں ہے کبھی سرد گہہ تپاں ہے
کبھی زیرِ لب فغاں ہے کبھی چپ کہ دم نہ تھایا
رخِ کامِ جاں دکھایا

ہمیں اے رضاؔ ترے دل کا پتہ چلا بمشکل
درِ روضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا
یہ نہ پوچھ کیسا پایا[۱]

صنف قطعہ میں نعت

عالم ہمہ صورت اگر جاں ہے تو تو ہے
سب ذرے ہیں گر مہرِ درخشاں ہے تو تو ہے
پروانہ کوئی شمع کا، بلبل کوئی گل کا
اللہ ہے شاہد مرا جاناں ہے تو تو ہے
طالب میں ترا، غیر سے ہرگز نہیں کچھ کام
گر دین ہے تو تو ہے ایماں ہے تو تو ہے[۲]

۱۔ حدائق بخشش۔ امام احمد رضا قادری مطبوعہ کراچی ص ۱۸۹ تا ۱۹۱
۲۔ " " " ص ۲۲۱

(ج)

ضمائر کا استعمال

نعت کے فن میں ضمائر کا استعمال اور ان کے مراجع کا تعین ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ضمائر کا استعمال غایت درجہ سلیقہ اور قرینہ کا متقاضی ہے۔ اس لئے کہ ضمائر کے استعمال میں اس بات کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے کہ کون سی ضمیر کس ذات کے لئے استعمال ہوئی ہے۔ آیا اس کا تعلق عبد سے ہے یا معبود سے۔ نیز اسی کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہوتی ہے کہ کس ضمیر کا مرجع کیا ہے۔ اور ضمائر سے زیادہ توجہ اور حزم و احتیاط تو مرجع کے تعین میں دامن گیر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جن اشعار میں ضمائر کا استعمال ہوتا ہے ان میں مرجع کے تعین کے بعد ہی شعری معنویت کا تعین ممکن ہوتا ہے۔ اور اگر نعت کے فن میں ضمیر و مرجع کے تعین میں کسی طرح کی کوتاہ اندیشی ہوئی تو فوراً معانی و مفاہیم تخریب کاری کے شکار ہوں گے اور جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ عبد کا اطلاق معبود پر اور معبود کا اطلاق عبد پر ہو کر رہ جائے گا۔ جو دارین کی روسیاہی اور آخرت کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ چنانچہ حضرت امیر مینائی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر دیکھئے ؎

پاک تھی رنگ دورنگی سے وہ خلوت گہہ خاص
وہی شیشہ وہی میخوار تھا معراج کی رات

حضرت امیر مینائی کے اس شعر میں دو طرح کی خرابیاں جھلکتی ہیں اول یہ کہ اس میں شیشہ و میخوار جیسے سوقیانہ اور غیر مہذب الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے جو نعت کی نازک

طبیعت کے مناسب نہیں۔ نیز ان الفاظ کا استعمال نہ تو ذات باری تعالیٰ کے لئے روا ہے اور نہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کے لئے۔

دوسری خرابی یہ کہ لفظ "وہ" کا مرجع و مشارٌ الیہ کون سی ذات ہے کچھ پتہ نہیں چلتا کہ سرکار دو عالم کی ذات گرامی ہے یا اللہ جل شانہٗ کی۔ غرض مرجع اور مشارٌ الیہ کے مجہول ہونے کی وجہ سے شعر چیستاں ہو کر رہ گیا ہے۔

چنانچہ ضمائر کے استعمال پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتحپوری لکھتے ہیں،

"آدابِ نعت میں یہ بھی داخل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس صفت یا جن ضمائر سے تخاطب کیا جائے وہ احترام و اکرام اور ادب کو اپنے معنی میں سموئے ہوئے ہوں عربی اور اسی طرح فارسی میں ضمائر کے امتیازات نہیں ہیں لیکن اردو میں کچھ ضمیریں معظم و مکرم شخصیتوں کے لئے استعمال کی جاتی ہیں جو اپنے مراجع کی علو شانی اور رفعت مکانی کو ظاہر کرتی ہیں نعت میں اسی قبیل کے ضمائر اور الفاظ استعمال کئے جانے چاہئیں۔

سب سے پہلے جنگ بہادر خاں تابش نے اپنے نعتیہ مجموعۂ کلام "نسیم طیبہ" میں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ ضمائر کا استعمال توجہ طلب ہے۔ اردو زبان میں بہت سے کلمات تعظیم کے لئے مستعمل ہیں اسی لئے ضمائر "تو" اور "تم" واحد حاضر کے صیغہ کے لئے لائق احتراز ہیں اس لئے تابش صاحب کا کہنا ہے کہ "تو" اور "تم" ضمائر کا استعمال ذوق صحیح پر جو شریعت کا بھی رہین منت ہے کسی قدر گراں گزرتا ہے اگر چاہیں تو اس کی جگہ ضمیر غائب کے الفاظ یعنی "وہ" اور "ان" مستعمل ہو سکتے ہیں واحد حاضر کے لئے کم از کم "آپ" کا لفظ آ سکتا ہے[1]

حضرت رضا بریلوی نے اپنی نعتوں میں کثرت کے ساتھ ضمائر کا استعمال کیا ہے مگر بڑے ہی حسن و خوبی اور سلیقہ سے کہ کہیں بھی اس کے مرجع کے تعین میں کسی طرح کی کوئی دقت محسوس نہیں

---

[1] نعتیہ شاعری کا ارتقاء۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتحپوری ص ۴۳

ہوتی۔ چنانچہ وہ ایک مقام پر "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے مفہوم کو اپنے پیرایہ میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

خدا تیرا خدا ہے تو خدا کا پاک بندہ ہے
خدا تو تو نہیں نورِ خدا ظلِ خدا تو ہے
تری تعریف میں جتنا پڑھیں سب تجھکو شایاں ہے
فقط اک نارو ایہ ہے کہ یوں کہیئے خدا تو ہے[1]

مذکورہ شعر کو دیکھئے کس حسن و خوبی کے ساتھ ضمائر کا استعمال کیا ہے مگر مرجع و معنی کے تعین و تفہیم میں کسی طرح کی کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی۔ چند اشعار اسی قبیل کے اور ملاحظہ ہوں ؎

انہیں کی بو مایۂ سمن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

وہی نورِ حق وہی ظلِ رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں
وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

---

[1] کلام رضا۔ اصغر حسین نظیر لدھیانوی۔ المجمع الاسلامی مبارکپور اعظم گڑھ ص ۱۲

تمہاری چمک تمہاری دمک تمہاری جھلک تمہاری مہک
زمین و فلک سماک و سمک میں سکہ نشاں تمہارے لئے

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

تمہیں حاکم برایا تمہیں قاسم عطایا
تمہیں دافع بلایا تمہیں شافع خطایا
کوئی تم سا کون آیا

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن و ادا کی قسم
تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف و عطا ہے تجھی پہ بھروسہ تجھی سے دعا
مجھے جلوۂ پاکِ رسول دکھا تجھے اپنی ہی عز و علا کی قسم
وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم
یہی عرض ہے خالق ارض و سما وہ رسول ہیں تیرے میں بندہ ترا
مجھے ان کے دیار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم
مرے گرچہ گناہ ہیں حد سے سوا مگر ان سے امید ہے تجھ سے رجا
تو رحیم ہے ان کا کرم ہے گواہ وہ کریم ہیں تیری عطا کی قسم
مذکورہ اشعار میں صنائع کے استعمال کی کثرت اور گہما گہمی کو دیکھنے کے بعد ایسا محسوس

ہوتا ہے کہ حضرت رضا بریلوی نے متاثر کی زبان میں نعت نگاری کی ہے۔ جو ان کی انفرادیت کا بیّن ثبوت ہے۔

(د)

خیال آوری

نعت گوئی میں خیال آوری، مضمون آفرینی، معنی آفرینی، جدت وندرت، علو فکر اور تنوع شکوہ الفاظ، الفاظ کے دروبست، بندش و چستی، طرز ادا کی بے ساختگی و نیرنگی یہ ساری چیزیں احتیاط کی پابند ہیں اگر ایک آن کے لئے بھی حزم و احتیاط کی زمام ہاتھ سے چھوٹی تو دارین کی روسیاہی مقدر بن کر رہ گئی اسلئے کہ نعت گوئی وہ راہ ہے جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے جس کی نازکی اور باریکی سے متعلق مقتدر نعت گوؤں کی رائے اور آپ بیتی گذر چکی ہے۔

حضرت مولانا احمد رضا خاں رضا بریلوی نے اپنی نعت گوئی میں اس کا التزام قدم قدم پر فرمایا ہے کہیں بھی ان کے پائے فکر میں ارتعاش کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ وہ اس پرپیچ اور کٹھن راہ سے بڑے ہی حزم و احتیاط کے ساتھ تیز گامی و سبک خرامی سے گذر گئے ہیں جسے دیکھ کر ہر نقاد انگشت بدنداں رہ جاتا ہے کہ یہ کیسے اور کس طرح صاف بچ کر نکل گئے۔ مگر یہ رب اللہ کے فضل پر مبنی ہے ذَالِكَ فَضْلُ اللهِ یہ وہ فضل و کمال تھے جس نے ان کو اس پرخطر وادی میں ٹھوکر کھانے سے محفوظ و مامون رکھا۔ چنانچہ جناب نظیر لدھیانوی حضرت رضا بریلوی کی خیال آوری، مضمون آفرینی وندرت بیانی کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"غزل گو شاعر ہو یا نعت گو اس کا تخیل عموماً مضامین کے محدود دائرے میں گھومتا ہے وہ بہ تبدیلی الفاظ ایک ہی مضمون کو بار بار بیان کرتا ہے۔ نعت گو شعراء میں

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کے اشعار میں ندرت ہے۔ چونکہ انہوں نے نعت گوئی بقولِ خود قرآن مجید سے سیکھی ہے اس لئے انہوں نے حضور کی صفات کو قرآن کریم کی روشنی میں نئے نئے انداز سے پیش کیا ہے۔ عام طور سے مضمون آفرینی شعراء کے شعر کو شکل بنا دیتی ہے کبھی وہ مضمون کی تلاش میں اتنا اونچا اڑتے ہیں کہ نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں یعنی کلام مہمل ہو کر رہ جاتا ہے مگر مولانا کے کلام میں یہ نقص کہیں نہیں پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے نہایت نازک مضامین عام فہم انداز میں بیان کئے ہیں۔" ؎۱

پیشِ نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بیقرار
روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے ؎۲

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں ؎۳

مذکورہ بالا اشعار کو دیکھئے حضرت رضا بریلوی کا طائرِ فکر ان کی خیال آوری، جدت و ندرت عروج و ارتقاء کی آخری منزل پر گامزن ہے مگر کس درجہ حزم و احتیاط کے ساتھ کہ شعر کو پڑھنے کے بعد عقل حیرت کے گرداب میں چکر کاٹنے لگتی ہے کہ وہ اس مقام پر کیسے ثابت قدم رہ گئے۔ چنانچہ وہ اس مقام پر حزم و احتیاط کی زمام کو چابک دستی اور مضبوطی سے پکڑے ارشاد فرماتے ہیں ؎

اے شوقِ دل یہ سجدہ گران کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجے کہ سر کو خبر نہ ہو ؎۴

؎۱ کلامِ رضا۔ نظیر لدھیانوی مطبوعہ اعظم گڈھ ص ۲۶/۱۹
؎۲ حدائقِ بخشش مطبوعہ کراچی ص ۱۳۸
؎۳ " " " ص ۸۴
؎۴ " " " ص ۹۹

حق یہ کہ ہیں عبدِ الٰہ اور عالمِ امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سرِّ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں [۱]

چنانچہ علامہ شمس بریلوی اس پرخطر وادی کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:
"نعتِ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں طرزِ ادا کی رنگینی کے اظہار کے لئے میدان بہت تنگ ہے وہاں نہ مبالغہ کی گنجائش ہے اور نہ اغراق و غلو کی۔ نہ وہاں شوخی کا گذر ہے اور نہ بیباکی کا دخل، نہ معشوق کا جور و ستم ہے کہ اس کے لئے نت نئے مضامین پیدا کیجیے اور نہ بوس و کنار کا گذر ہے۔ ہجر و فراق کی کیفیات ضرور ہیں لیکن ہجر و فراق کی وہ واردات نہیں جو تغزل کے لئے مخصوص ہے بلکہ بہت محدود جہاں قدم قدم پر ادب کے پہریدار ہیں اور اسلامی احکام کے نقیب کھڑے ہیں۔ ذرا سی لغزش اعمال حسنہ کی تباہی کا نتیجہ بن جاتی ہے اور ادنیٰ سی بے راہ روی دارین کی روسیاہی کا موجب اور معمولی سے معمولی بے باکی آخرت کی تباہی کا پیش خیمہ۔ پس ان حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے اگر کسی نعت نگار کا خامہ زبان کی سادگی کا لطف اور طرزِ ادا کی رنگینی کو پیش کر دے تو یہ اس کی نعت گوئی کا ایسا رخ ہے جس کو اس کا منتہائے کمال کہنا چاہیئے اور یہ ہر کسی کا کام نہیں۔"[۲]

حضرت رضا بریلوی نے صنف قصیدہ میں ہی نہیں بلکہ علم ہیئت و نجوم کی اصطلاحات میں اس طرح جدت و ندرت اور نازک خیالی کی بوقلمونیوں کا مظاہرہ کیا ہے جسے دیکھ کر، پڑھ کر یا سن کر اہل سخن دم بخود رہ جاتے اور سر دھنتے ہیں۔

اس طرح کی شعری تخلیقات عصرِ حاضر میں تو ناپید اور عنقا ہو چکی ہیں ہاں البتہ دورِ قدیم یا دورِ متوسط کے شعراء مثلاً غالب، سودا، ذوق، مومن اور اقبال وغیرہ کے یہاں ضرور اس کے نمونے دیکھنے کو مل جاتے ہیں مگر صرف تمثیلی طور پر بحیثیت فن نہیں اور وہ بھی صنفِ نعت میں تو ناممکن ہے کہ کہیں نظر آجائیں۔ مگر حضرت رضا بریلوی کے یہاں بحیثیت صنفِ سخن ان اصطلاحوں کا استعمال ہوا ہے

---

[۱] حدائق بخشش مطبوعہ کراچی ص

[۲] تحقیقی اور ادبی جائزہ۔ علامہ شمس بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۱۲۲/۱۲۳

اور پھر اس صنفِ سخن میں جو نازک مزاجی کے اعتبار سے جملہ اصنافِ سخن میں سب سے زیادہ دقیق اور مشکل صنفِ سخن گردانی جاتی ہے یعنی صنفِ نعت اس میں وہ بہت ہی کامیابی کے ساتھ گزر گئے ہیں۔
حضرت بریلوی نے ایک قصیدہ خالص علمِ ہیئت و نجوم کی اصطلاح میں لکھا ہے۔ جس کی مشکل پسندی کا اعتراف اہلِ سخن کو بھی ہے مگر اسی کے ساتھ اس کے تناسبِ لفظی، سلاست و روانی اور بحر کی ترنم ریزی کا بھی اعتراف ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق اپنے تحقیقی مقالہ "اردو میں نعتیہ شاعری" میں اس کی مشکل پسندی کا اعتراف کرتے ہوئے قصیدۂ نوریہ پر تبصرہ کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

"یہ ۵۹ شعروں کا قصیدہ اسی شان کے ساتھ ہے۔ یہ قصیدہ اگرچہ آسانی کے ساتھ سمجھ میں آجائے تو یہ دوسرا قصیدہ بغیر شرح کے یقیناً مشکل ہے۔" [1]

ملاحظہ ہوں اس قصیدے کے چند منتخب اشعار مع شرح ؎

خالقِ افلاک نے طرفہ کھلائے چمن ۔۔۔ اک گلِ سوسن میں ہیں لاکھوں گلِ یاسمن

شرح خالقِ افلاک نے اپنی صناعی سے نہ افلاک کے یہ حسین و نادر باغ ایسے کھلائے کہ ان کا جواب نہیں اور نہ کوئی ایسا طرفہ اور حسین باغ کھلا سکتا ہے کہ ایک گلِ سوسن یعنی فلکِ ثوابت میں اس نے صناعی سے لاکھوں ستارے پیدا کر دیئے ہیں جو اپنے حسن میں گلِ یاسمن کی طرح دلکش اور نظر نواز ہیں اور صرف نظر نواز ہی نہیں بلکہ تاریکی اور اندھیارے میں تمہارے رہنما ہیں وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ تمہارا رب وہی ہے اور وہی تمہارا خالق ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے جن سے تم خشکی کے اندھیرے میں اور سمندر میں راستہ پالیتے ہو (اور بھٹکتے نہیں)

موتیے بیلے کے پھول زیبِ گریبانِ شام ۔۔۔ جوہی چنبیلی کے گل زینتِ جیبِ سمن

شرح راس شمالی کو دیکھئے موتیے اور بیلے کے ہزاروں پھول (ستارے) اس کے گریبان کی

---

[1] اردو میں نعتیہ شاعری۔ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق مطبوعہ کراچی ص ۳۴۲

زینت بنے ہوئے ہیں اور کچھ یہی حال جیبِ چمن یعنی راس جنوبی کا ہے کہ وہاں بھی جوہی چنبیلی کے پھول یعنی ستارے اس کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہے ہیں اور اس کی جیب ان پھولوں سے بھری ہوئی ہے ۔ راس شمالی اور جنوبی دائرہ معدل النہار کی سمتیں ہیں افلاک کی سمتوں کے لئے راس کا لفظ اصطلاحاً مستعمل ہے ۔ ۲

آئینہ سیم میں ہے ترے آنچل کی جوت ؎ لائی روپہلی بنت تیری سنہری کرنے

حلِ لغات آئینہ سیم تن۔ قمر یا ماہ۔ آنچل دوپٹہ کا کنارہ۔ جوت، چمک دمک۔ روپہلی بنت (سفید رنگ کی بنت) (گوٹا کناری) میں ایک قسم کے لچکے کو بنت کہتے ہیں۔ کرن ریشہ دار گوٹا۔ خواتین کرن لچکا وغیرہ اپنے کپڑوں خصوصاً دوپٹوں میں استعمال کرتی ہیں۔

شرح چاند کی اس سفید روشنی تیرے ہی آنچل کی جوت اور چمک دمک ہے۔ تیری سنہری کرنوں ہی نے چاند کی روشنی کو بنت سفید بنا دیا ہے۔ چاند کی یہ روشنی تیری ہی روشنی کا صدقہ ہے۔

سرد کی کلیوں میں ہو کیا ہی بناخ کی گوٹ ؎ ابر تنک پر جو تو جھک کے ہو پر تو فگن

حلِ لغات سب سے پہلے آپ ایک امر کو ذہن نشین کر لیجیے۔ موسم برشگال میں دوپہر کے بعد جب سورج مغرب کی طرف قدرے جھک جاتا ہے اور آسمان پر ہلکے بادل سورج کے مطلع پر چھائے ہوئے ہوں تو دوسری طرف اس ہلکے ابر (ابر تنک ملیر) سے جب سورج کی کرنیں چھنتی ہیں تو سطح فلک پر دوسری سمت ہم کو قوس و قزح (دھنک) نظر آتی ہے۔ سائنس کے طلبہ کو معمل خانہ (لیبارٹری) میں اس کا تجربہ کرایا جاتا ہے اسکو طیف کہتے ہیں۔ یہ مسلمہ ہے کہ روشنی سات رنگوں کا مجموعہ ہے اسے جب طیف سے گذارتے ہیں تو اس کے تمام رنگ نمایاں ہو جاتے ہیں اس طرح سورج کی روشنی جب ہلکے اور غیر دبیز

۱۔ تفصیل کے لئے دیکھئے معارف رضا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی شمارہ ۱۹۸۴ء

۲۔ معارف رضا ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی شمارہ ۱۹۸۴ء صفحہ ۱۵۸/۱۵۹

بادل سے گذرتی ہے تو سطحِ افلاک پر دوسری سمت قوس قزح (دھنک) کمان کی شکل میں نظر آتی ہے "ابر تنک پر جو توجھک کے ہو پرتو فگن" کا یہی مفہوم ہے۔
خواتین عموماً اپنے غراروں میں پٹاخے کی گوٹ لگاتی ہیں۔ پٹاخے کی گوٹ چند رنگین چمکیلے کپڑے کے ٹکڑوں کو ترچھا کاٹ کر بنائی جاتی ہے۔

پٹاخے کی گوٹ

سرخ	نیلا	ہرا	اودا	پیلا	سرخ	نیلا	ہرا	پیلا	اودا	سرخ	اودا	نیلا	ہرا	پیلا

سردئی کلیاں۔ سرو کی تاشیں مراد ہیں۔ برو ج فلک، ابر تنک۔ ہلکا بادل پر تو فگن، سایہ فگن تجلی فگن، نور افشاں۔

شرح اگر ابر تنک مایہ پر قدرے جھک کر اپنا سایہ ڈالے تو عجب بہار آجائے یعنی قوس و قزح نظر آنے لگے۔ اور ایسا محسوس ہو کہ سردئی کلیوں (غرارے میں کلیاں ہوتی ہیں) پر کسی نے پٹاخے کی گوٹ لگائی ہے۔

مدحتِ غائب ہوئی شوق کی آتش فروز ؎ گل کی حضوری میں ہو بلبلِ جاں نغمہ زن

شرح اب تک میں صیغۂ غائب میں سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدحت کر رہا تھا۔ اس مدحت طرازی نے جو مدحت غائبانہ تھی میرے شوق کو اور بھڑکا دیا پس اب اے بلبلِ جاں اس مدحتِ غائب کو ترک کر کے مدحت حاضر میں مصروف ہو (قصیدہ نگاری کا یہ اسلوب خاص ہے کہ پہلے مدحت غائب کرتے ہیں پھر گریز کا شعر پیش کر کے مدحت حاضر یعنی صیغۂ حاضر میں مدحت طرازی کی جاتی ہے جس قدر قصائد مدحیہ، تمہیدیہ وخطابیہ عربی، فارسی اور اردو زبان میں کہے گئے ہیں ان کا اسلوب یہی ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے بھی قصیدہ نگاری کے اس اسلوب کو ترک نہیں فرمایا ہے چنانچہ یہ شعر اور اس کے بعد شعر نمبر ۵۹

تک جتنے اشعار ہیں بطور گریز قصیدہ ہیں)

جانِ دو عالم نثار وہ ہے مرا تاجدار ٭ جس کو کہیں جانِ دیں جانِ من ایمانِ من

شرح فرماتے ہیں میرا تاجدار سرور کونین شہنشاہ دوسرا ایسا تاجدار ہے جس پر دونوں عالم اپنی جانیں نثار کرنے کیلئے تیار اور آمادہ ہیں یا اس پر نثار ہیں۔ وہ گرامی ذات جس کو جان و دین کہتے ہیں وہ میری جان اور میرا ایمان ہے کہ یہ دونوں اُن کا ہی صدقہ اور طفیل ہیں

مدحِ حسیناں نہ کہہ وصفِ امیراں نہ کر ٭ خلق انہیں کی حسیں خلق انہیں کا حسن

شرح آپ کے حسن کے سامنے حسینانِ جہاں کی مدح بیکار و عبث ہے اور آپ جیسے سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے مقابل امرائے جہاں کا وصف اس قابل نہیں کہ بیان کیا جائے کہ آپ کی تخلیق آپ کی خلقت تمام جہاں کی خلقت سے زیادہ حسین ہے آپ جیسا حسین کوئی دوسرا خلق ہی نہیں ہوا اور نہ آپ کے خُلق کے سامنے کسی کا خلق قابل ذکر ہے کہ آپ کا خلق کائنات میں ہر فرد سے بڑھ کر اعلیٰ و افضل ہے۔ آپ کی ذات گرامی تمام اخلاق فاضلہ کی متمم ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا اِنِّیْ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ (میری بعثت مکارم اخلاق کی تکمیل اور اتمام کے لئے ہوئی ہے) اور ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝ (بیشک آپ کا اخلاق بہت عظیم ہے)

بر درِ خاقاں منازہ در برِ قاآں منازہ ٭ یک درِ او گیر و باز جملہ بہ دیوار زن

شرح آپ کے دربار دُربار کے ہوتے ہوئے کسی خاقان کے دروازے کی طرف دوڑنے کی کیا حاجت، آپ کی ذات گرامی کی موجودگی میں کسی قاآن (بادشاہ منگول) تک اپنی رسائی پر ناز نہ کر کہ اصل رسائی جو سرمایۂ افتخار ہو سکتی ہے وہ آپ کی ذات گرامی ہے۔ بس آپ کا ایک در پکڑلے کہ سرمایۂ سعادت دارین ہے اور خاقان (شاہ چین) قاآن (شاہ منگول) تک رسائی کا خیال دل سے نکال دے جملہ بہ دیوار زن، سب کو ترک کردے ان کا خیال چھوڑ دے۔

نعل شرف تاجِ سرِ تاجِ شہاں خاکِ نعل ٭ یہ تن الطف ہے جاں جانِ جہاں ظلِ تن

حلِ لغات نعل شرف۔ بزرگی کی حامل کفش۔ الطف لطیف سے اسم مبالغہ۔ آپ کی نعلین مبارک کی بزرگی کا کیا بیان کروں کہ وہ سروں کا تاج ہے۔ بلکہ نعلین کی خاک بادشاہوں کے سر کا تاج ہے۔ آپ کا یہ بہت ہی لطیف جسم عاشقوں اور آپ کے نام لیوا غلاموں کی جان ہے اور آپ کا سراپا اپنی تقدیس ورفعت کے اعتبار سے تمام جہان کی جان ہے۔ آپ کے جسم مبارک کا سایہ چونکہ جانِ جہاں ہے اسی لئے کسی کو نظر نہیں آتا کہ جان مرئی شے نہیں ہے جیسا کہ اس ناچیز نے عرض کیا ہے۔ ملہ

تلوے ترے سیپ کو دیں اگر اک بوند سیت ٭ بڑھ کے لآلی کی آب خلد کا سینچے چمن

شرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کفِ پا کی تابانی کا یہ عالم ہے کہ کفِ پا دھونے کے بعد اس سے جو نورانی بوندیں ٹپک رہی ہیں اگر صدف میں اس کی ایک بوند پڑ جائے تو موتیوں کی آب کی فراوانی کا یہ عالم ہو کہ ان موتیوں کی آب خلد کا سارا چمن سینچ ڈالے اور پھر بھی وہ آب ختم نہ ہو یہ امر ذہن نشین رہے کہ عدن جو ملکِ یمن کا ساحلی علاقہ ہے اس کے تمام بحیرہ میں ایسی صدف کثرت سے پائی جاتی ہے جس کے بطن میں موتی ہوتا ہے۔

پانی ہو سارا گلاب بلبلے بلبل بنیں ٭ گائیں ملاروں میں نعت نور کی برسے پھرن

شرح غسالۂ کفِ پا کی ایک بوند کی عطر بیزی سے عدن کا سارا پانی گلاب بن جائے اور اس کے تمام بلبلے یعنی حباب بلبلوں کی طرح نغمہ سرائی کرنے لگیں اور ملار کے سروں میں یہ بلبلیں نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم گانے لگیں اور نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض سے نور کی پھوار گرنے لگے۔

چرخ پہ جائے اگر ذکر سگ کوئے یار ٭ پہلے چرن لینے آئے جبہّٰ کا پہلا چرن

ملہ معارف رضا شمارہ ۱۹۸۶ء صفحہ ۹۸/۹۹ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

حلِّ لغات چرن لینا۔ قدم چومنا۔ قدم لینا (از راہِ تعظیم و تکریم) جَبّہ بالفتح۔ پیشانی اور برج اسد کی پیشانی (قریب اوپر کی جانب) چار ستارے ہیں اور یہ منازلِ قمر سے منزل دہم ہے پہلا چرن۔ پہلا قدم۔

شرح اس محبوب (سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی گلی کے کتے میں ہے کہ اگر اس کا ذکر چھیڑ دیا جائے تو قمر کی منزلِ دہم کے چار ستارے جو برج اسد کی پیشانی پر واقع ہیں اس جبہ کا پہلا قدم یہ ہو کہ وہ سگِ کوئے یار کے قدم لینے کو آگے بڑھے اور قدم چھو کر شرف و بزرگی حاصل کرے۔ منزل قمر ہونے میں یہ شرف نہیں جتنا شرف سگِ کوئے دوست کے قدم چھونے میں ہے۔ [۱]

یہ شب و شبنم نجوم ڈالے ہیں ہستی کی دھوم ۔۔۔ اے مدنی آفتاب پردہ ز رخ بر فگن

حلِّ لغات ہستی کی دھوم۔ اپنی ہستی کا دعویٰ زور و شور سے کر رہے ہیں۔ آفتاب کے سامنے، شب کا، نجوم اور شبنم کا دعویٰ وجود میں جس طرح باطل ہو جاتا ہے کہ خورشید کے طلوع ہوتے ہی نہ شب باقی رہتی ہے نہ نجوم کا وجود باقی رہتا ہے اور نہ شبنم کہ سورج کی کرنوں کی تمازت سے شبنم بھاپ بن کر اڑ جاتی ہے۔

شرح یہ شب، نجوم اور شبنم بڑے زور و شور سے اپنے وجود کا دعویٰ کر رہے ہیں اے مدینے کے آفتاب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ذرا اپنے رخ سے دم بھر کے لئے پردہ اٹھا دیجئے تاکہ ان کے دعوے کا بھرم کھل جائے۔ کہنا یہ ہے کہ آپ کے روئے انور کی تجلی کے سامنے نہ شب کی سیاہی باقی رہتی ہے نہ نجوم کی تابانی اور نہ شبنم کی درخشانی۔ ان سب کا وجود آپ کے پرتوِ جمال کے سامنے آن کی آن میں فنا ہو جائے اگر آپ رخِ انور سے پردہ اٹھائیں۔ [۲]

---

[۱] معارف رضا شمارہ ۱۹۸۸ء ص ۱۰۱/۱۰۲ مطبوعہ کراچی

[۲] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص ۱۰۴/۱۰۵

رنگ نے مینا کیا تاروں نے ہیرے جڑے　　　بازوئے در کو فلک ہو نہ سکے نورتن

حلِّ لغات مینا کا کام۔ سونے چاندی کے زیور میں اس کی سطح میں خلا پیدا کر کے مختلف رنگ بھرتے ہیں۔ اور پھر رنگ کے انبار کو چھیل کر باقی سطح کے برابر کر دیتے ہیں اس طرح سونے چاندی کے زیوروں پر خوبصورت نقش و نگار بن جاتے ہیں خواتین میں مینا کے کام کا زیور بہت پسند کیا جاتا ہے۔ نورتن بازو پر پہننے کا ایک زیور ہے۔ دست بند کڑے پہنچی ہاتھ میں پہننے کے زیور ہیں اور نورتن یا نورتنگے بازو بند اور جوشن وغیرہ بازو پر پہننے کے زیور ہیں اس کی شکل اس طرح ہوتی ہے۔

بازو بند ——————— یا ——————— نورتن
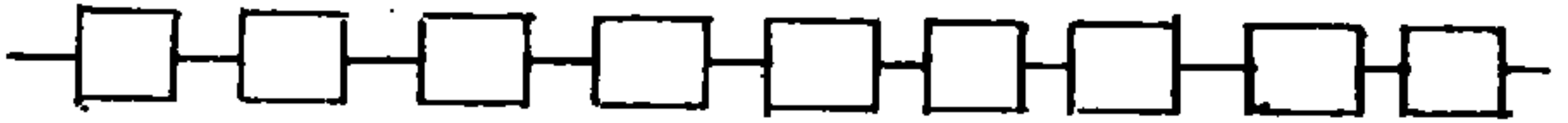
اس نورتن یا بازو بند کے ہر خانے میں از قسم جواہر ایک ایک قسم کا جوہر پیوست کیا جاتا ہے اس اعتبار سے یہ نہایت قیمتی زیور ہے اور امراء و سلاطین کی خواتین ہی استعمال کرتی ہیں نورتن یا نو جواہر یہ ہیں (۱) لعل (۲) الماس (۳) زمرد (۴) یاقوت (۵) فیروزہ (۶) مرجان (۷) نیلم (۸) عقیق (۹) عین الہر۔ اس کے علاوہ حجر الیہود اور مروارید وغیرہ بھی جواہر میں شمار ہوتے ہیں

اس شعر میں نورتن بازو بند کی رعایت سے زیور ہے اور نورتن سے مراد جواہر ہیں جن کے اسماء اوپر پیش کر دیئے گئے ہیں۔

شرح فلکِ نیلگوں نے تیرے شبستاں میں اپنے رنگ سے میناکاری کی ہے اور تاروں نے اس میں الماس یا ہیرے جڑے ہیں لیکن بایں ہمہ تابانی و رنگینی تیرے شبستاں کے در کے بازو کے لئے یہ تو فلک نورتن کا زیور نہ بن سکے۔

جتنے دو عالم کے کام ان سے فزوں تیرا جود　　　جتنے مرادوں کے نام ان سے زیادہ منن

حلِّ لغات فزوں زیادہ۔ جود۔ کرم۔ احسان۔

شرح اے شہنشاہِ دیں میں آپ کے جود و بخشش کی کیا کیفیت بیان کروں، دونوں عالم میں جس قدر بھی کام ممکن ہیں تیری سخاوت تیرا جود ان سے بڑھ کر ہے۔ یعنی دو عالم کے کاموں کو تیرا جود پورا کرتا ہے جس قدر بھی مرادوں کے نام لئے جا سکتے ہیں یعنی جتنی بھی مرادیں ہیں ان سے کہیں زیادہ تیرا کرم اور احسان ہے۔ مدعا یہ ہے کہ ہر ایک کی جائز مرادیں تیرے کرم سے پوری ہوتی ہے اور ہر ایک مراد تیرے لطف و احسان سے بر آتی ہے [1]

حضرت رضا بریلوی نے مذکورہ قصیدہ میں خیال آفرینی، جدت و ندرت، رفعتِ تخیل، تشبیہات و استعارات، صنعتوں کا استعمال، شکوہ الفاظ، بندش و چستی، الفاظ کا در و بست، محاوروں اور علاقائی بولیوں کی گھما گھمی سے ایسی ایسی گل کاریاں کی ہیں اور وہ بھی صنفِ نعت میں کہ جس کو پڑھنے کے بعد ایک طرف تعجب ہوتا ہے تو دوسری طرف روح گوش بر آواز ہو جاتی ہے۔

علم ہیئت و نجوم کی اصطلاحات میں نعت نگاری کوئی آسان بات نہیں بلکہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اکثر نعت نگار حضرات عام بول چال کی زبان میں نعت کہنے سے عاجز و قاصر رہے ہیں۔ علم ہیئت و نجوم کی اصطلاحات میں تو نعت کہنا بہت دور کی بات ہے اور اگر ہمت کر کے پیش رفت بھی کی تو ان کے پائے فکر کو ٹھوکر لگی اور دارین کی روسیاہی ان کا مقدر بن کر رہ گئی۔

مگر حضرت رضا بریلوی نعت کے پل صراط سے نغمہ سنجی کرتے کرتے چشم زدن میں اس طرح ثابت قدمی کے ساتھ گذر گئے ہیں کہ عقل ورطۂ حیرت میں ہچکولے کھانے لگتی ہے اور دل کو کسی طرح یقین ہی نہیں آتا کہ ابھی ابھی کوئی اس پر خطر وادی سے نعت رسول گنگناتا ہوا گذرا ہے اور اگر یقین آتا بھی ہے تو بے ساختہ زبان سے نکل پڑتا ہے "اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں"۔ مقالہ نگار کے نزدیک حضرت رضا بریلوی کا مذکورہ قصیدہ اولیات رضا سے تو ہے ہی مگر شعری اصنافِ ادب بالخصوص نعتیہ ادب میں بھی اس کو اولیت کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔

---

[1] معارف رضا، شمارہ ۱۹۸۹ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص۱۰۰

تیسرا باب
(الف)
فنِ نعت گوئی
فاضلِ بریلوی کے خصوصی حوالے سے

مولانا احمد رضا بریلوی کے عہد تک پہنچتے پہنچتے نعت گوئی کا فن ترقی کر کے کمالِ بلوغ کو پہنچ گیا تھا۔ زبان بھی عروج وارتقار کی سرحدوں کو عبور کر گئی تھی۔ صفائی، ستھرائی، متانت، سنجیدگی لطافت اور شستگی زبان کا مقدر بن چکی تھی۔ مگر ان سب کے باوجود نعت کے فن یا نعتیہ شاعری میں عشق رسول کی جو سچی تڑپ اور کسک ہونا چاہیئے اس سے ہنوز یہ فن محروم تھا۔ حضرت رضا بریلوی نے نعت کے فن میں عشق رسول کی سچی تڑپ اور کسک پیدا کر کے اس فن کو سرحدِ کمال سے آگے کا سفر کرا دیا۔

حضرت رضا بریلوی فن نعت کے اسرار ورموز سے پوری طرح واقف تھے اور صرف واقف ہی نہ تھے بلکہ وہ اس فن کے شناور، غواص اور ایک ماہر فن استاد تھے۔ چنانچہ ایک بار ۸ر ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ ۱۹۰۸ء میں ایک صاحب محمد آصف نے مولانا بریلوی کو خط لکھا کہ وہ دیوان (حدائق بخشش) کے ایک مصرعہ ؎

"حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو"

میں لفظ "شہنشاہ" کو حذف کر کے یوں بنا دیں ؎

"حاجیو آؤ مرے شاہ کا روضہ دیکھو"

محمد آصف صاحب کو لفظ شہنشاہ پر اعتراض تھا کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے استعمال کرنا مناسب نہیں۔ مولانا بریلوی کا موقف یہ تھا کہ یہ لفظ مناسب ہے چنانچہ انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں مندرجہ ذیل حضرات علمار وصوفیار کی نگارشات سے ۳۳۔ حوالے پیش کئے اور یہ ثابت کیا کہ ان حضرات نے شہنشاہ، ملک الملوک، سلطان السلاطین وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں:

(۱) امام رکن الدین ابوبکر محمد بن ابی المفاخر بن عبدالرشید کرمانی (جواہر الفتاویٰ)
(۲) علامہ خیر الدین زرکلی (فتاویٰ خیریہ)
(۳) مولانا جلال الدین رومی (مثنوی شریف)

(۴) شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی
(۵) حضرت امیر خسرو (قران السعدین)
(۶) مولانا نور الدین جامی (تحفۃ الاحرار)
(۷) شمس الدین شیرازی
(۸) مولانا نظامی گنجوی
(۹) شیخ شہاب الدین (بحر مواج)، ۱؎

یوں ہی ایک دفعہ مولانا احمد بخش تونسوی علیہ الرحمہ نے ۱۱۴۔ اشعار کا ایک مدحیہ قصیدہ برائے اصلاح حاضر کیا تو بیماری کے باوجود اور کتب حوالہ کی عدم دستیابی کے باوصف ۱۰۱ شعروں میں ترمیم و اصلاح فرمائی ۲۶۔ اشعار بدل دیئے اور اپنی جانب سے اضافہ کر دیا۔ اصلاح کا ایک ایک لفظ شہادت دے رہا ہے کہ لغوی، صرفی، نحوی اور عروضی کوئی بھی پہلو نظر انداز نہیں ہوا اور سب سے بڑھ کر قیام کی عظمت کے خیال سے مجموعی تاثر کی بھی اصلاح فرمائی۔ مولانا عقائد اور نظریات میں رعایت کے قائل نہ تھے اسلئے جہاں ایسا محسوس ہوا فوراً ترمیم کی مثلاً ایک شعر تھا ؎

ان کنت عونائی ایا مالکی
من قدرك الاعلی فلا یقلل

اس میں اولاً "عونائی" کو "عون العبد" بنایا کہ معاونت سرکار محبوبیت کا شکار نہ ہو پھر "ایا مالکی" کو "یا مالکی" کیا۔ اور آخر میں "من قدرک العلو فور یقلل" کر دیا۔ حاشیہ پر ترمیم کی وجہ لکھی ایا ؤ ھیا و ہمزہ کے ساتھ اللہ و رسول کو ندا مجھے پسند نہیں۔ یونہی اردو میں "او" کے ساتھ گراں گذرتی ہے اور معمولات جزا کی ت پر تقدیم نہیں ہوتی۔

محبوب کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ کو ہر لمحہ قریب تر جاننے والے پر بعید کی ندا گراں گذرتی

۱؎ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد بمبئی صفحہ ۱۶۱

ہے ایک شعر ہے ؎

لکنّنی ابنی شغفتُ بہٖ
حیاً ولکن قد یستاہل

اس شعر کو مکمل طور پر بدل دیا اور لکھا ؎

مولائی لی ابن قد شغفت
حبا وسکن اری یحمل

وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ ابنی میں ہمزہ وصل ہے اور یہاں فاعلن نامطبوع اور تستاہل غالبا متعدی بنفسہ نہیں اور تاسیس بھی اور پہلا لکن بے محل تھا ۔ ؎۱

مندرجہ بالا اقتباس کی روشنی میں اس بات کا حکم قطعی لگایا جا سکتا ہے ۔ کہ آپ نعت گوئی کے فن پر ماہرانہ قدرت رکھتے تھے اور جس کی وجہ سے اپنے ہمعصر نعت گو شعراء کے مرجع بھی ہے چنانچہ مشہور شاعر جناب اکبر ہاپوڑوی مرحوم نے حضرت رضا بریلوی کی خدمت میں ایک نعت ارسال کی جس کا مطلع تھا ؎

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمۂ لیلیٰ کے سامنے

حضرت فاضل بریلوی نے برہم ہو کر فرمایا ۔ مصرعۂ ثانی منصب رسالت سے فروتر ہے حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لیلیٰ سے، گنبد خضریٰ کو خیمۂ لیلیٰ سے تشبیہ دینا سخت بے ادبی ہے اور یوں قلم برداشتہ اصلاح فرمائی ؎

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
قدسی کھڑے ہیں عرش معلیٰ کے سامنے ؎۲

؎۱ معارف رضا شمارہ ۱۹۹۰ء مطبوعہ کراچی صفحہ ۱۰۱/۱۰۰

؎۲ 〃 〃 ۱۹۸۶ء 〃 〃 صفحہ ۱۹۵

ایک مرتبہ ایک سائل نے مندرجہ ذیل اشعار کے بارے میں آپ سے سوال کیا کہ فنی و شرعی نقطۂ نظر سے ایسے اشعار کا پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

سوال:۔ عبدالرحمٰن طالب علم مدرسہ چھیپوں احمد آباد گجرات۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص کی موجودگی میں ایک مرید نے اپنے پیر کی شان میں یہ قصیدہ پڑھا اور پیر نے اس قصیدے کو سن کر پڑھنے والے سے کہا کہ تو میرا حبیب ہے اور اس کے بعد یہ قصیدہ وہ مرید منبر پر پڑھنے لگا۔ اور یہ کہا کہ اس قصیدے کا جواز میرے پیر کے پاس ہے اس کے چند اشعار اس طرح ہیں ؎

مرحبا یا مرحبا شاہ لواری مرحبا	لوزالھدیٰ خیر الوریٰ یا شاہ لواری مرحبا
یاامام العالمین وانتخاب اوّلیں	ختم ولایت مقتدا یا شاہ لواری مرحبا
پیشوائے اولیاء تو برگزیدہ ذوالجلال	شافع ہر دوسرا یا شاہ لواری مرحبا
کن عطا فضل و کرم امروز فردا اے کریم	صانع بجز تو نیست کس یا شاہ لواری مرحبا
یا بشیر و نذیر والے شہ اولوالعزم	ملجائے والاصفت یا شاہ لواری مرحبا
منعم و مسجود قیوم جہاں بہر کرم	طالب و مطلوب و مقتدر یا شاہ لواری مرحبا
ذات تو احمد و بے میم موجودات او	خلق عالم را سبب یا شاہ لواری مرحبا
قاب قوسین تو لی گفت مازاغ البصر	جائے تو اشک مدینہ یا شاہ لواری مرحبا
سید کونین سالار رسل گنج نہاں	یا محمدن الزماں یا شاہ لواری مرحبا
ہست مدعا مظہر ذات تو مسند نشین	لا یموت و لم یزل یا شاہ لواری مرحبا
مشکل کشا احمد زماں الصاہ اللہ بہر ما	آوارہ پرور حافظا یا شاہ لواری مرحبا

الجواب:۔ یہ خالص کفر ہے اور اس کا قائل اس کا اجازت دہندہ اس کا پسند کنندہ سب مرتد ہیں۔ کسی امتی کو آں سرورِ عالم کہنا علیہ الصلوٰۃ کہنا، مسجود و مخلوق کہنا، خیر الوریٰ کہنا، انتخاب اولیں کہنا، شافع ہر دوسرا کہنا، سید کونین کہنا حرام و جزاف بتایوں ہی خلق

عالم راسبب اور قاب قوسین، مازاغ البصر اور جائے تو رشک مدینہ کہنا ان میں بہت کلمات موہم کفر یا منجر بکفر ہیں، مگر ذات لا احد اور سالار رسل اور مسند نشین لم یزل کہنا قطعاً یقیناً کفر ہے یوں ہی فقہائے کرام نے قیوم جہاں غیر خدا کو کہنے پر تکفیر فرمائی ہے۔ مجمع الانہر اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصۃ بالخالق جل وعلا نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرھا یکفر واللہ اعلم۔ [1]

حضرت فاضل بریلوی نے متقدر سخن ور اور شعراء کے کلام کی شرح بھی قلمبند کی ہے اور معانی و مفاہیم کے ایسے ایسے زاویئے متعین کئے ہیں کہ جس کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر فن شاعری پر ملکہ رکھتے تھے۔

حضرت فاضل بریلوی کی شعر گوئی یا نعت کے فن پر قدرت و مہارت کو سمجھنے کیلئے مندرجہ ذیل شعر کافی ہے جس کو انہوں نے تحدیث نعمت کے طور پر ایک نعت کے مقطع میں قلم بند کیا ہے فرماتے ہیں ؎

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

چنانچہ سید شاہ نور عالم نے مارہرہ سے مرزا محمد رفیع سوداؔ کے قصیدے کا شعر لکھا ؎

ہوا جب کفر ثابت ہے یہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

اور ساتھ ہی یہ لکھا کہ احباب میں یہ مصرعہ زیر بحث ہے بہت غور و فکر کیا کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ مولانا امجد علی نے یہ خط پڑھ کر سنایا اور عرض کیا کہ اس شعر کا مفہوم کیا ہے؟

---

[1] فتاویٰ رضویہ جلد ۶ امام احمد رضا بریلوی قادری۔ مطبوعہ اعظم گڈھ ص ۱۹۶/۱۹۵

مولانا بریلوی نے سید شاہ نور عالم کو مندرجہ ذیل خط املا کرایا۔

بشرف ملاحظہ حضرت والا دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ظاہر مطلب شعر، جہاں تک شاعر نے مراد لیا ہو گا صرف اتنی مناسبت دیکھ لینا ہے کہ دانۂ سلیمانی میں جس کی تسبیح عبّاد وزہّاد رکھتے ہیں شکل زنار موجود ہے شاعر کہ مذہباً سنی نہ تھا اور بدگمانی تقاضائے شعراء ہے۔ غالباً اس سے زائد کچھ نہ سمجھا ہو گا اور یہ ایک بیہودہ معنی تھے مگر اتفاقاً اس کے قلم سے ایک ایسا لفظ نکل گیا جس نے اس شعر کو بامعنی اور پر مغز کر دیا۔ وہ کیا؟ یعنی لفظ "ثابت"۔ زنار کہ کفار باندھتے ہیں۔ زنار زائل ہے کہ ایک جھٹکے میں ٹوٹ سکتا ہے اور دانۂ سلیمانی میں اس کی تصویر ثابت ہے کہ جب تک دانہ رہے گا قائم رہے گی۔ یوں ہی کفر کی دو قسم ہے ایک کفر کفار ہے اور جس کی سزا خلود فی النار ہے ہر کافر موت کے بعد اس سے باز آتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ واتخذوا من دون اللہ اٰلھۃ لیکونوا لھم عزا کلا سیکفرون بعبادتھم و یکونون علیھم ضدا o

دوسرا کفر ثابت جو ابد الآباد تک قائم رہے گا جسے علماء دین نے جزو ایمان فرمایا ہے جیسے قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے۔ فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم o

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔ انا برآء منکم ومما تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم ہم بیزار ہیں تم سے اور اللہ کے سوا تمہارے معبودوں سے ہم تم سے کفر وانکار رکھتے ہیں۔

صحیح حدیث میں ہے جب مینہ برستا ہے اور مسلمان کہتا ہے ہمیں اللہ کے فضل و کرم سے مینہ ملا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے مومن بی وکافر بالکوکب مجھ پر ایمان رکھتا

ہے اور پختہ تر ہے کفر و انکار۔

الحمد للہ طاغوت و شیطان و بت جملہ معبودان باطل کے ساتھ مسلمانوں کا یہ کفر و انکار ابد الآباد تک قائم رہے گا۔ بخلاف کفر کفار کے کہ اللہ و رسول سے ان کا کفر قیامت بلکہ برزخ بلکہ سینے پر دم آتے ہی جس وقت ملائکہ عذاب کو دیکھیں گے زائل ہو جائے گا مگر کیا فائدہ آلئن وقد عصیت قبل اب معنی واضح ہو گئے کہ جو کفر ثابت ہے وہ بمقتضائے مسلمان بلکہ جزو ایمان ہے۔ بخلاف کفر زائل کے والعیاذ باللہ تعالیٰ ۱؎

۱؎ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ کراچی ص ۱۶۲/۱۶۳

(۳)

حضرت مولانا احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ

کے عہد میں

نعت گوئی کا معیار اور عام روش۔

مولانا احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ العزیز کے عہد میں نعتیہ شاعری کا معیار کم و بیش وہی تھا جو انیسویں صدی کے نصف آخر میں نظر آتا تھا جس کا ذکر دورِ ثالث کے تحت آچکا ہے۔ مولانا احمد رضا بریلوی کا تعلق بھی اسی عہد انتشار و افتراق امت مسلمہ ہند سے تھا۔ اس لئے ان کی شاعری میں بھی وہی تمام عوامل کارفرما نظر آتے ہیں۔

مولانا احمد رضا کے عہد میں نعت گوئی کا جو معیار قائم ہو چکا تھا اسے آسانی سے نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ فاضل بریلوی نے بیسویں صدی کی ابتدائی دو دہائیاں بھی دیکھی تھیں وہ معیار جو محسن، حالی، شبلی اور نظم طباطبائی نے قائم کیا تھا اس میں کچھ مزید رنگوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔

ہم اس حقیقت سے واقف ہیں کہ تمام اصنافِ سخن بلکہ تمام اصنافِ ادب اپنے جزوی اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے اثر پذیر بھی ہوتے ہیں۔

اس دور میں نعتیہ شاعری واضح طور پر دو خیموں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ نعت گو شعرا کا ایک حلقہ حالی، شبلی، محسن، نظم طباطبائی کے زیرِ اثر تھا تو دوسرا طبقہ شعرا نعت گو امیر مینائی اور داغ دہلوی کے زیرِ اثر تھا اول الذکر کے یہاں مسائل حاضرہ کا بھی نعت کے دامن میں جگہ پاتے تھے جبکہ آخر الذکر شعرا کے یہاں نعت میں تغزل کا فنی اور لسانی دروبست نظر آتا ہے اور آخر الذکر شعرا کے یہاں نعت کا روایتی اسلوب بھی خاصہ نمایاں ہے گویا گردشِ ایام پیچھے کی طرف لوٹ رہی تھی اس کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شعرا کے زخم اب اتنے تازہ نہیں رہے تھے۔ لیکن اول الذکر شعرا نے اس کسک کو اپنی نعت گوئی میں قائم رکھا جو زوال امت مسلمہ سے دلوں میں پیدا ہوئی تھی۔

ایک گروہ کی زمام میلاد اکبر والے اکبر بیرٹھی کے ہاتھ میں تھی تو اول الذکر کی قیادت مولانا ظفر علی خاں اور اقبال وغیرہ کے ہاتھوں میں تھی۔

اس منظر نامے میں فاضل بریلوی کی آواز ایک تیسری آواز کے طور پر شامل تھی اس آواز میں عشق رسول کی کچھ ایسی سمتیں شامل ہو گئی تھیں جو اس سے پہلے نعتیہ شاعری کا مقدر نہ بن سکی تھیں۔

دنیا کی تمام زبانوں میں نعت پاک رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذخیرے موجود ہیں اور ساری دنیا میں مسلمان اور شمع رسالت کے پروانے موجود ہیں۔ نعت مسلمانوں کیلئے سرمایۂ آخرت ہے اور غیر مسلم اس محفل میں شرکت کو اپنے لئے اپنے طور پر باعث سعادت سمجھتے ہیں۔ کرۂ ارض پر جہاں بھی ذی روح موجود ہے وہاں ذکر پاک رسول بھی موجود ہے ہندوستانی یا ہندی زبانوں کی تو بات ہی دیگر ہے دنیا کی ساری زبانیں اور بولیاں بھی حب نبی کی گواہ ہیں۔ فاضل بریلوی کے علم وفضل و کمال سے تو سب واقف ہیں حالانکہ واقف ہونے کی حد تک واقفیت کا ادّعا نہیں کیا جا سکتا۔

بہر کیف یہ سب جانتے ہیں کہ ان سے بڑا مستشرق اس عہد میں کوئی دوسرا نہ تھا عربی، فارسی، اردو، ہندی، ترکی تو خیر وہ جانتے ہی تھے اور دسترس کی سی حد تک نہیں بلکہ وہ ان زبانوں کے غواص کی حیثیت رکھتے تھے لیکن ان سب پر مستزاد یہ کہ وہ شمالی ہندوستان کی مختلف بولیوں اور لہجوں پر ماہرانہ قدرت رکھتے تھے اودھی اور برج سے بھی ان کی واقفیت محض رسمی نہ تھی انہوں نے اپنے ماہر لسانیات ہونے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ان سے ایک ماہر لسانیات کی طرح واقف تھے۔ ہریانوی جسے ہم کھڑی بولی کہتے ہیں اس پر بھی وہ دستگاہ رکھتے تھے تمام مقامی بولیاں ان کے لئے گھر کی چیز تھیں ان زبانوں کا برملا اردو کے ساتھ رشتہ و پیوند ظاہر قدرت کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ انہوں نے اپنی نعتوں میں جس طرح عربی، فارسی، ہندی، اودھی، برجی

پنجابی اور ہریانوی لفظوں کے ساتھ ہم آہنگ کیا ہے اور جس طرح ان سب کے اتصال سے ایک نئے نیجے کو جو جنم دیا ہے وہ دیدنی ہے۔

فاضل بریلوی سے پہلے ایسے نمونے شاذ ہی نظر آسکتے ہیں مگر جو نمونے ہیں بھی وہ برائے بیت ہی ہیں یا تفنن طبع کے طور پر وجود میں لائے گئے ہیں۔ فاضل بریلوی کا معاملہ بالکل الگ ہے انہوں نے اس طرح کے تجربات کو تفنن طبع کے طور پر نہیں لیا بلکہ ایک سنجیدہ فطری نظرئے کے طور پر اس تجربے کو آگے بڑھایا ہے۔ ان کے یہاں تجربات عالمانہ شان کے ساتھ وجود میں آتے ہیں۔

شمال مغرب، شمال مشرق، شمال جنوب کا احاطہ بولیوں کی سطح پر ان کی نعتوں میں عکس ریز ہے۔ شمال مغرب میں یہ سلسلہ پنجاب تک ہی نہیں کشمیر کے نواح تک پہنچ سکتا ہے۔ اسی طرح شمال مشرق میں بلیا گورکھپور اور اعظم گڑھ تک یہ سلسلہ دراز ہے جنوب میں بندیل کھنڈ کی پہاڑیوں سے یہ سلسلہ جا ملتا ہے۔ اس پورے علاقے کے نوع بہ نوع لسانی تصورات کا ان کی فکر فلک پیما احاطہ کرتی تھی۔ فاضل بریلوی نے اپنے تمام ہم چشموں اور ہمعصروں کو اسی وادی سرجوش میں بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے کوئی بھی ان کے دامن تک تو کیا ان کی گرد سفر تک بھی نہیں پہونچتا۔

نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن وسیع پوری کائنات پر اس طرح پھیلا ہوا ہے کہ اس بیکراں وسعتوں کا قیاس عقل انسانی کے بس میں نہیں۔ اس کا حق ادا کرنا یا اس کا احاطہ کرنا ارباب عقل و فہم سے ماورا ہے اس میں حضرت فاضل بریلوی کی بھی کوئی تخصیص نہیں ہاں اس راہ میں جو تگ و تاز اور جست و خیز فاضل بریلوی کے حصے میں آئی اس میں ان کا کوئی شریک و سہیم نہیں انہوں نے نعت گوئی میں نئے نئے گوشوں اور نئی نئی یافتوں سے ہمیں روشناس کرایا ہے مقامی زبانوں کا عربی و فارسی کے ساتھ جس طرح ایک مخصوص آمیزہ نعت نبی میں تیار کیا ہے وہ زبانوں کے لئے باعث فخر ہے۔ مختلف نسلوں کی زبانوں کو باہم ارتباط دیکر جس طرح

جوڑا گیا ہے وہ دیدنی ہے۔

مندرجہ بالا تحریر اس لئے وقیع ہے کہ یہ کامیاب تجربہ بن گیا ہے۔ ورنہ ہمارے بہت سے تجربات جو محض جودت فکر کو چمکانے اور اس کی نمائش کرنے کے لئے وجود میں لائے جاتے ہیں وہ اکثر ناکامی کا منھ دیکھتے ہیں مگر جو تجربے نعت نبی کے حوالے سے فاضل بریلوی نے پیش کئے ہیں وہ چمک اٹھے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ تجربات خود ملہم غیبی کے اشارے پر وجود میں آئے ہیں اس سلسلہ کی سب سے مشہور نعت ؎

لَمْ یَاْتِ نَظِیْرُکَ فِی نَظَرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا

لوائے سروش بن کر قلب مسلم پر نگراں ہے۔

فاضل بریلوی کی ہمہ دانی ایک اٹل حقیقت لیکن اس نعت کا پڑھنے والا فن کے رموز سے آشنا قاری اس نتیجے پر پہونچے گا کہ اس میں برائے شاعری اور چیز بھی شامل ہے جس کا کوئی تعلق فضل و کمال یا ہمہ دانی سے نہیں اور وہ چیز سوائے عشق رسول کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ ساری تراکیب اور سارے مختلف النسل لفظوں کا اتحاد اسی نکتے کی غمازی کرتا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعت

الحمد للہ المتوحد ۔۔۔ بجلالہ المتفرد
وصلوتہ دوما علی ۔۔۔ خیر الانام محمد
والآل والاصحاب ہم ۔۔۔ ماوی عند الشدائد
فالی العظیم توسلی ۔۔۔ بکتابہ و باحمد
وادام صلوتک والسلام ۔۔۔ علی الحبیب الاجود
والآل امطار الندی ۔۔۔ والصحب سحب عوائد
وجعل بہا احمد رضا ۔۔۔ عبدا بجرت السید

(۱) تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں جو یکتا اور جلیل القدر ہے۔ اور درود کامل ہو اس ذات گرامی پر جن کا نام نامی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور جو ذات کائنات میں سب سے افضل ہے۔

(۲) اور ان کے آل و اصحاب پر جو مصائب کے وقت میں ہماری پناہ گاہ ہیں۔

(۳) بس اللہ العظیم کی طرف میں دو چیزوں کو وسیلہ بناتا ہوں۔ ایک اس کی کتاب (۴) (قرآن) اور ایک اس کے پیارے نبی جن کا اسم گرامی احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے

(۵) اور اے اللہ تو اپنا درود و سلام اپنے سب سے زیادہ سخی اور کرم والے نبی پر قائم و دائم رکھ۔

(۶) اور ان کی اولاد پر جن کی حیثیت باران رحمت کی ہے اور ان کے اصحاب پر جنکی حیثیت نفع بخش بادل کی سی ہے (۷) اور اسمیں احمد رضا کو بھی بنائے تو ایسا بندہ جو اپنے سردار کے حفظ و امان میں ہو۔

۱۔ معارف رضا شمارہ نہم ۱۹۸۹ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۲۱۳/۲۱۶

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے اس قصیدے کے بارے میں ڈاکٹر حامد علی خاں لیکچرار شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ رقم طراز ہیں۔

"امام احمد رضا کے ایک خلیفۂ اجل مولانا شیخ ضیاء الدین مدنی نے مولانا حافظ احسان الحق صاحب دگوبر انوالہ سے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ مصر کے فاضل ترین علماء کرام کے اجتماع میں میں نے اعلیٰ حضرت کا درج ذیل (مندرجہ بالا) عربی قصیدہ پڑھا تو انہوں نے بیک زبان کہا کہ یہ قصیدہ کسی فصیح اللسان عربی النسل عالم دین کا لکھا ہوا ہے۔

میں نے بتایا کہ اس قصیدے کے لکھنے والے مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہیں جو عربی نہیں بلکہ عجمی ہیں۔ علماء مصر حیرت کے سمندر میں ڈوب گئے۔ وہ عجمی ہو کر عربی میں اتنے ماہر ہیں۔" [1]

پروفیسر مجید اللہ قادری نے اپنے مقالہ "فقیہ اسلام بحیثیت عظیم شاعر و ادیب" میں مولانا احمد رضا بریلوی کی عربی نعت کے درج ذیل چار اشعار اور نقل کئے ہیں

وکل خیر من عطاء المصطفیٰ ... صلی علیہ اللہ مع من یصطفیٰ
اللہ یعطی والحبیب القاسم ... صلی علیہ القادۃ الاکارم
ما نال من سورۃ فائل ... کل ولا یرجی نغیر نائل
منہ المرجی منہ العطا منہ المدد ... فی الدین والدنیا والاخری الابد

ترجمہ:۔ ہر خیر ہر نعمت ہر مراد ہر دولت دین و دنیا ہیں آخرت میں روز ازل سے آج تک آج سے ابدالآباد تک جسے ملی یا ملتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے ملی اور ملتی ہے۔ معطی حقیقی اللہ عز وجل ہے اور اس کی تمام نعمتوں کے بانٹنے والے آپ ہیں دوسرے سے کوئی نعمت کوئی مراد کسی کو کبھی ملی نہ ملے۔ [2]

---

[1] ماہنامہ قاری دہلی (امام احمد رضا نمبر) ص ۳۲۵

[2] فقیہ اسلام بحیثیت عظیم شاعر و ادیب۔ پروفیسر مجید اللہ قادری۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۱۰

مولانا احمد رضا بریلوی کے عربی اشعار کی تعداد کا تعین ممکن نہیں اس لئے کہ آپ کا عربی دیوان ضائع ہوچکا ہے۔ حدائق بخشش حصہ سوم کے فاضل مرتب نے تحریر کیا ہے کہ آپ کا عربی دیوان گم ہوگیا، ۱؎

ڈاکٹر حامد علی خاں لیکچرار شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے آپ کے مجموعی عربی اشعار کی تعداد تین سو نوّے ۳۹۰ تحریر کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

" مجھے اب تک اپنی تلاش میں مجموعی طور پر تین سو نوے عربی اشعار حسبِ ذیل کتب میں دستیاب ہوسکے ہیں" ۲؎

اور ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی نے اپنی تحقیق سے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے عربی اشعار کی تعداد میں اضافہ کیا ہے۔ بقول ان کے " فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی عربی شاعری برصغیر کے بہت سے بزرگوں سے تعداد شعر کے لحاظ سے زیادہ ہے۔ اگرچہ آپ کی عربی شاعری پر کوئی مستقل تالیف سامنے نہیں آئی۔ مگر پھر بھی جو کچھ ان کی تحریروں میں بکھرا ہوا ملتا ہے وہ ایک مستقل دیوان کا حجم ضرور رکھتا ہے۔ اب تک جو اشعار دستیاب ہوچکے ہیں ان کے مطابق مراثی، تقاریظ، مدحیہ اشعار اور مناظرانہ انداز کے شعر کا مجموعہ چار سو کے قریب ہے جبکہ نعتیہ شاعری کی مناسبت سے ۳۵۳۔ اشعار موجود ہیں۔ اس طرح آپ کے عربی اشعار کی مجموعی تعداد ۷۵۱۔ شعر ہے۔ اور یہ تعداد ایک عربی دیوان کے عمومی حجم سے بھی زیادہ ہے" ۳؎

مگر مولانا محمود احمد قادری جو برسہابرس سے مولانا احمد رضا بریلوی پر تحقیقی اور تصنیفی کام انجام دے رہے ہیں وہ اپنی تحقیق انیق سے مولانا احمد رضا کے عربی اشعار

۱؎ ماہنامہ قاری دہلی (امام احمد رضا نمبر) ص ۴۲۳

۲؎ " " " "

۳؎ معارف رضا جلد نہم ۱۹۸۹ء ادارہ تحقیقات امام احمد رضا قادری کراچی ص ۹۵

کی تعداد ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کی تعداد سے بھی زیادہ بتاتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

"احقر نے اعلیٰ حضرت کے مخطوطات اور عربی اشعار کے حصول کی طرف بھی خاص توجہ کی جس کا نتیجہ ۵۰۰ خطوط اور گیارہ سو پینتالیس (۱۱۴۵) اشعار کا ذخیرۂ عظیم ہے"۔[1]

غرضیکہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی عربی کے ایک قادر الکلام اور پُرگو شاعر تھے جن کی عربی شاعری فن شاعری کے جمیع اوصاف و محامد کی شاہکار ہے۔

---

[1] مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے گیارہ عربی اشعار۔ محمود احمد قادری۔ ادارہ اصلاح پبلیکیشنز کالونی مدا خانیوال لقمان ص ۳

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی

بکارِ خویش حیرانم اغثنی یا رسول اللہ
پریشانم پریشانم اغثنی یا رسول اللہ

ندارم جز تو ملجائے ندارم جز تو ماوائے
توئی خود ساز و سامانم اغثنی یا رسول اللہ

شہا بیکس نوازی کن طبیبا چارہ سازی کن
مریضِ دردِ عصیانم اغثنی یا رسول اللہ

ز منتم راہ بینایاں فتادم در چہِ عصیاں
بیا اے حبلِ رحمانم اغثنی یا رسول اللہ

گنہ بر سر بلا بارد دلم دردِ ہوا دارد
کہ داند جز تو درمانم اغثنی یا رسول اللہ

اگر رانی اگر خوانی غلامم انت سلطانی
دگر چیزے نمی دانم اغثنی یا رسول اللہ

بکھف رحمتم پرور ز قطمیرم منہ کمتر
سگِ درگاہِ سلطانم اغثنی یا رسول اللہ

گنہ در جانم آتش زد قیامت شعلہ می خیزد
مدد اے آبِ حیوانم اغثنی یا رسول اللہ

چوں مرگم نخل جاں سوزد بہارم را خزاں سوزد
نہ ریزد برگ ایمانم اغثنی یا رسول اللہ

چوں محشر فتنہ انگیزد و بلائے بے اماں خیزد
بجویم از تو در ماں نم اغثنی یا رسول اللہ

پدر را لفر تے آید پسر را وحشت افزاید
تو گیری زیر دا مانم اغثنی یا رسول اللہ

عزیزاں گشتہ دور از من ہمہ یاراں نفور از من
دریں وحشت تر اخوانم اغثنی یا رسول اللہ

گدائے آمدہ سلطاں بامید کرم نالاں
تہی داماں مگردانم اغثنی یا رسول اللہ

اگر میرانیم از در بمن بنما درے دیگر
کجا نالم کرا خوانم اغثنی یا رسول اللہ

گرفتارم رہائی دہ مسیحا مومیائی دہ
شکستم رنگ سامانم اغثنی یا رسول اللہ

رضا یت سائلِ بے پر توئی سلطانِ لاتنہر
شہا بہرے ازیں خوانم اغثنی یا رسول اللہ[1]

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی فارسی کے بھی قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کی قادر الکلامی کا جائزہ پہلے باب میں ان کی فقاہت کے تحت لیا جائے گا ان کی فارسی کی نعتیں مکمل طور سے عشق رسول میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ ان کی فارسی نعتوں کو پڑھنے کے بعد یہ قطعی محسوس نہیں ہوتا کہ ہم کسی غیر فارسی گو کا کلام پڑھ رہے ہیں زبان و بیان سادگی و پرکاری، اثر و تاثیر، معانی و بیان غرضیکہ ہر اعتبار سے فاضل بریلوی کا کلام جامع اور معیاری ہے۔ مگر افسوس کہ عربی دیوان کی طرح آپ کا فارسی دیوان بھی مرتب ہو کر شائع نہیں ہو سکا۔ اور نہ ہی کسی فارسی اسکالر نے اس کام کی طرف توجہ ہی کی۔ اگر آج ان کا عربی

---

[1] حدائق بخشش۔ دیوان مولانا احمد رضا بریلوی۔ رضوی کتاب گھر بھیونڈی ص ۱۱۷، ۱۱۸

وفارسی دیوان مرتب ہو کر منظرِ عام پر آگیا ہوتا تو اہل علم خود ہی اس بات کا فیصلہ کرتے کہ عربی وفارسی نعت گو کی حیثیت سے حضرت فاضل بریلوی کا مقام کیا ہے۔ ابھی مقالہ نگار نے جب فارسی کی نعتیہ شاعری پر کام کرنا شروع کیا تو فاضل بریلوی کی ایک غیر مطبوعہ فارسی نعت ملی جو درج ذیل ہے ؎

وحدت عیاں ز جلوۂ شانِ محمد است
توحید کشف را ز نہانِ محمد است

دانی کہ چیست رونق تقدیر کائنات ؟
حق جلوہ گر ز نام و نشانِ محمد است

آں جانِ جاں کہ پردہ ز روحانیاں گرفت
جانِ محمد است و جہانِ محمد است

تنویر علم غیب بہر جوہرے کجا
ایں شب چراغ گوہر کانِ محمد است

حرفے کہ جز خدائے نگوید حدیث اوست
قرآن گر تمام زبانِ محمد است

مشیت اندر قضا بندگانِ عشق
تقدیر ناوکے ز کمانِ محمد است [۱۵]

اس طرح مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کی نہ معلوم کتنی نعتیں اور فارسی تخلیقات زمانے کی دست برد کی نذر ہو گئی ہوں گی۔ جن کی حفاظت اور تدوین و ترتیب کی سخت ضرورت ہے جو فاضل بریلوی کی شخصیت کو ابھارنے میں ایک نمایاں کردار ادا کر سکتی ہیں۔

---

۱۵ وزکی تفسیر۔ مولانا محبوب علی خاں بمبئی ص ۵۹

(ب)

نعت اور منقبت کے

درمیان

حدِ فاصل

حضرت رضا بریلوی نے نعتوں کے علاوہ صحابہ کرام، ازواج مطہرات، خاتون جنت اور بزرگانِ دین کی شان میں وافر مقدار میں منقبتیں اور مدحیہ قصائد قلم بند کئے ہیں۔ مگر نعت کی فضا اور اس کے وقار کو کہیں مکدر و مجروح نہیں ہونے دیا ہے اور منقبت کے اسلوب و وقار کو بھی برقرار رکھا ہے۔

ان کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" اول و دوم اور خاص کر تیسرے حصے کے مطالعے سے انکشاف ہوتا ہے کہ قرون اولیٰ سے لیکر اپنے دور تک کے تمام مشاہیر بزرگانِ دین کی شان میں اپنی عقیدتوں کا اخراج مدحیہ قصائد اور منقبتوں کی شکل میں پیش کیا ہے۔ جس کی ایک تجلی یہاں پر مثال کے لئے پیش ہے

حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی شان میں

منقبت

نور و بنتِ نور و زوجِ نور و اُمِّ نور و نور
نورِ مطلق کی کنیز اللہ دے لہنا نور کا

بادلے کی اوڑھنی ہے تار بارانِ درود
گوکھرو چٹکی بنت لچکا مسالہ نور کا

تابشِ عقدِ انامل سے ہے چھلے پور پور
ہے ملی بند اس کفِ انور میں سبحہ نور کا

مجھ کو کیا منھ عرض کا لیکن ملائک یوں کہیں
شاہزادی در پہ حاضر ہے یہ منگتا نور کا

کہدو فعنہ دے دیں سونے کا نوالہ نور کا
اپنے بچوں کا تصدق دے دو صدقہ نور کا[1]

حضرت فاضل بریلوی نے اسی طرز و آہنگ اور اسی زمین میں ایک نعتیہ قصیدہ "قصیدۂ نور" بھی لکھا ہے مگر نعت و منقبت کے ملحوظات اور آداب کو قائم رکھا ہے۔ دونوں کا بہ نظر غائر مطالعہ کرنے کے بعد نعت و منقبت کے درمیان حد فاصل قائم کرنے میں کوئی تکلف نہیں محسوس ہوتا جس سے حضرت فاضل بریلوی کے شاعرانہ تدبر و دانش کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر نعت و منقبت کے نازک رشتہ سے آشنا تھے ورنہ ایک ہی بحر و وزن اور ایک ہی زمین میں نعت و منقبت کہنا کوئی آسان کام نہیں۔ پیش ہیں نمونے کے طور پر قصیدۂ نور کے چند اشعار ؎

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بوہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

ان کے قصر خلد سے خلد ایک کمرا نور کا
سدرہ پائیں باغ میں ننھا سا پودا نور کا

عرش بھی فردوس بھی اس شاہ والا نور کا
یہ مثمن برج وہ مشکوئے اعلیٰ نور کا

آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا نور کا
ماہ سنت مہر طلعت لے لے بدلہ نور کا

---

[1] حدائق بخشش حصہ سوم۔ امام احمد رضا بریلوی صفحہ مطبوعہ بریلی۔

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

میں گدا تو بادشہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا[1]

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں

مَنقبت

ایا دلے کہ رسیدت غم و الم بسیار
بیا بہ حضرت صدیق شاہ صدق شعار

یہی ہیں اَکْرَمُکُمْ اور یہی ہیں اَتْقٰی کُمْ
یہی ہیں ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ہُمَا فِی الْغَار

وہ دو یہی ہیں کہ جن دو کا تیسرا ہے خدا
یہ دو وہی ہیں کہ جن کا خدا ہے وصف شعار

نہیں ہے ان پہ کچھ احساں کسی کا دنیا میں
کہ اس کے بدلے میں کرتے ہیں رحمتیں ایثار

غرض ہے صرف رضائے حق اس سخاوت سے
خدا گواہ ہے شاہد ہیں احمد مختار

---

(۱) حدائق بخشش کامل مطبوعہ کراچی ص۱۱/۱۲

جو اُن سے دل میں رکھے پیچ وتاب انفی سال
خدائی مار ہو اس پر شقی ہو وہ فی النّار

امیرِ خیلِ صحابہ قوامِ دینِ الٰہ
وزیرِ خسروِ عالم امامِ اہلِ وقار

نظامِ بزمِ خلافت حسامِ رزمِ جہاد
خدا کے لشکرِ جرّار کے سپہ سالار

نہیں ہے بعد رسل ان کا مثل عالم میں
یہی ہے میرا عقیدہ یہی ہے راہِ خیار

یہ اہل بیت کے واصف وہ ان کے مدح طراز
یہ ان پہ جان سے قرباں وہ ان پہ دل سے نثار

ریاضِ قدس میں جو گُل نسیم کھلائے
وہ پہلے آ کے بنے ان کا طرّہ ودستار

انہیں کے واسطے شایاں ہے اَلّذِینَ معہ
وہ جوشِ بحرِ معیت رہا کہ حد نہ کنار

ملا ہے نشوونما گلبنِ حجاز کے ساتھ
رہی ہے تا دمِ آخر حضوریِ دربار

نہ چھوڑا بعد فنا بھی نبی کے قدموں کو
اٹھیں گے دست بدستِ جنابِ روز شمار ۱؎

۱؎ حدائق بخشش حصہ سوم مطبوعہ بریلی ص ۳۵/۳۶

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں

منقبت

عمر وہ عمر جس کی عمرِ گرامی
ہوئی صرفِ ارضائے خلاقِ واہب

عمر قصرِ دینِ نبی کی عمارت
عمر عمرِ باقیِ دینِ اطائب

عمر راحتِ روحِ شرعِ الٰہی
عمر آفتِ جانِ ادیانِ کاذب

عمر درِ مکنونِ درجِ کنانہ
عمر کوکبِ دُرّیِ برجِ غالب

وہ ملکِ خدا کا اولوالعزم ناظم
وہ شرعِ رسالت کا ذوالقدر نائب

شہا عینِ ذاتِ الٰہی کا پرتو
ترا تاجِ سر ہو یہی تھا مناسب

تجلیِ رحمت کا چشمہ سمٹ کر
ہوا تیرے میمِ کمر کا مصاحب

اگر چشمۂ میم مضروب پی لے
ضروب اور ہو جائے ہے عرق ناب

یہاں عین شمس اور ماہ نو ہے
سر میم تصویر باقی کواکب
ترے نام کے بھیس میں گر نہ آتی
نہ ہوتا کوئی عمر فانی کا راغب
رہا نام نامی پہ بھی عدل شیدا
یہ وصف عدالت ہے اے ابن خطاب
سیہ زاغ ظلمات ظلم و جفا پر
سیاست کا لوٹا عقاب معاقب
فقط اک الف لفظ عامر سے کم ہے
کہ تھا شکل ناوک ہوایاں سے غائب [1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں

منقبت

آج فردوس میں کس کان حیا کا ہے گذر
حکم ہے سبزہ بیگانہ کو باہر باہر
پنجہ تار نگہ و سوزن مژگاں سے کرے
آج آنکھوں میں ہے اک بلبل بیباک نظر

[1] حدائق بخشش حصہ سوم۔ امام احمد رضا بریلوی مطبوعہ بریلی ص۹

ہوا ٹھے آنکھ ز سب اپنی بابت آج نگاہ
ہے یہ خود بینی خدا بینی کی جانب منجر

پتلی اندھا نہ بنا سب ہیں فلک سے شفاف
سات پردے ہیں نمائش کے زحل سال تجھ پر

مردم دیدہ نظر بند ہیں اب لے کے عصا
پہرہ دیتا رہے دنبالۂ سرمہ در پر

تھیں جو بے پردہ عنادل میں عروسانِ چمن
شرم سے لیتی ہیں دامانِ صبا اب منھ پر

چلمنیں چھوڑ دو پلکوں کی چقیں ڈال دو جلد
کہہ دو مردم کو کہ دامانِ نگہ لیں منھ پر

نیل ڈھل جائے گا آنکھوں کا فلک یاد رہے
وا اگر یوں ہی رہے آج بھی چشم اختر

گریہ دستِ ہوسِ دہر سے دامن ہے بری
مگر آوارۂ ہر جا ہے عروسِ خاور

روحِ معشوقۂ بے خوش بھی اب دخل نہیں
بار پائے مزے آغوشِ بدن میں پیکر

شوخ دیدہ کو رکھیں اہلِ چمن آنکھوں میں
نرگس از بس ہے پریشاں نظری کی خوگر

خاک اڑائی پھری آوارۂ ہر دشت چمن
اب حضوری کی ہوا سر میں ہے اے بادِ سحر

خدمتِ گشت معاف آج رہے گوشہ نشین
حکمِ سرکار ہے اے بندۂ داعیٔ قمر[1]

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی شان میں

منقبت

السلام اے احمدت صہر و برادر آمدہ
حمزہ سردارِ شہیداں عمِ اکبر آمدہ

جعفرے کو می پرد صبح و مسا با قدسیاں
با تو ہم مسکن بہ بطنِ پاکِ مادر آمدہ

بنت احمد رونقِ کاشانہ و بانوئے تو
گوشت و خونِ تو بہ لحمش شیر و شکر آمدہ

ہر دو ریحانِ نبی گل ہائے تو زاں گل زمیں
بہر گل چینت زمین باغ برتر آمدہ

می چمید ہی گلبنا در باغ اسلام دہنوز
غنچہ ات نشگفت و سے نخلے دیگر بر آمدہ

---

[1] حدائق بخشش حصہ سوم ۔ امام احمد رضا قادری بریلوی ۔ مطبوعہ بریلی ص ۲۶

زم زم از بزم دامن چیدہ رفتہ بادِ تند
یا علی چوں بر زبانِ شمع مضطر آمدہ

حلِ مشکل کن بروئے من درِ رحمت کشا
اے بنامِ تو مسلّم فتحِ خیبر آمدہ

مرحبا اے قاتلِ مرحب امیر الاشجعین
در ظلالِ ذوالفقارت شورِ محشر آمدہ

سینہ ام را مشرقستاں کن بنورِ معرفت
اے کہ نامم سایہ ات خورشید خاور آمدہ

کے رسد مولیٰ بہ مہرِ تابناکت نجمِ شام
گو بہ نورِ صحبتِ او صبح انور آمدہ

ناصبی را بغضِ تو سوئے جہنم رہ نمود
رافضی از حبِ کاذب در سقر در آمدہ

من ز حق می خواہم اے خورشیدِ حق آں مہرِ تو
کز ضیارش عالمِ ایماں منور آمدہ

بہرِ استر چادرِ مہتاب وایں زریں پرند
تا پذیرائے گلیمِ بختِ قنبر آمدہ

تشنہ کامِ خود رضائے خستہ راہم جرعۂ
شکرِ آں نعمت کہ شاہِ کوثر آمدہ ؎

؎ حدائقِ بخشش (کامل) امام احمد رضا قادری بریلوی۔ مطبوعہ کراچی ص ۵۰۱

اس کے علاوہ بھی حضرت رضا بریلوی نے حضرت مولی علی رضی اللہ تعالی عنہ کی شان میں منقبتیں تحریر کی ہیں مگر ایک ہی ردیف و قافیہ اور ایک ہی زمین میں حضرت فاضل بریلوی نے حضرت مولی علی رضی اللہ عنہ، سید الشہدا حضرت امام حسین، حضرت غوث اعظم محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور دیگر بزرگوں کی شان میں بھی منقبتیں قلمبند کی ہیں نیز اسی ردیف و قافیہ اور اسی زمین میں ایک نعتیہ استغاثہ بھی لکھا ہے۔ مگر حضرت فاضل بریلوی پر تن من دھن لٹا دینے کو جی چاہتا ہے کہ انہوں نے کس قدر جگر کاویوں اور حزم و احتیاط کو مشعلِ راہِ فکر بنایا ہے کہ ایک دوسرے کے مضامین و مواد میں کسی طرح کا کوئی تشابہ یا تناسب نہیں پایا جاتا۔ استغاثہ کی فکری جولانی الگ اور منقبتوں کی شعوری پرواز الگ ہر ایک نے فرقِ مراتب۔ اور حد فاصل کو قائم کر کے دونوں کی آبرو کی حفاظت کی ہے اور اپنی فنی بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑی ہی چابک دستی کے ساتھ اس دشوار گذار راہ سے گذر گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو ہر ایک سے نمونۂ کلام۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت

مرتضیٰ شیرِ خدا مرحب کش و خیبر کشا
سرورِ لشکر کشا مشکل کشا امداد کن

حیدرا اژدر درا صرغام ہائل منظرا
شہرِ عرفاں را درا روشن درا امداد کن

ضیغما غیظ و عما زیغ و فتن را راغما
پہلوانِ حق امیرِ لافتیٰ امداد کن

اے خدارا تیغ و اے اندامِ احمد را سپر
یا علی یا بوالحسن یا بوالعلیٰ امداد کن

یا یداللہ یا قوی یا زور بازوئے نبی
من زپا افتادم اے دستِ خدا امداد کن [۱]

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں

منقبت

یا شہیدِ کربلا یا دافعِ کرب و بلا!
گل رخا شہزادہ گلگوں قبا امداد کن

اے حسین اے مصطفےٰ را راحتِ جان و نورِ عین
راحتِ جان و نورِ عینم دہ بیا امداد کن

اے ز حسنِ خلق و حسنِ خلقِ احمد نسخۂ
سینہ تا پا شکلِ محبوبِ خدا امداد کن

جانِ حسن، ایمانِ حسن اے کانِ حسن اے شانِ حسن
اے جمالت لمعِ شمعِ من رای امداد کن

جانِ زہرا و شہیدا و زور و ظہیر
زہرت از بہر تسلیم و رضا امداد کن

[۱] حدائقِ بخشش ، از کاملِ امام احمد رضا قادری بریلوی ، مطبوعہ کراچی ص ۳۲۱

اے بواقع بیکسانِ دہر را زیبا کسے
وے بظاہر بیکس دشت جفا امداد کن

اے گلوئیت گہہ لبانِ مصطفےٰ را بوسہ گاہ
گہ لب تیغ لعیں وا حسرتا امداد کن

اے تن تو کہ سوارِ شہسوارِ عرش ناز
گہ چناں پا مالِ خیلِ اشقیا امداد کن

اے دل وجاں ہا فدائے تشنہ کامیہائے تو
اے لبت شرح رضینا بالقضا امداد کن

اے کہ سوزت خانمانِ آب را آتش زدے
گر نہ بودے گریۂ ارض و سما امداد کن

ہے چہ بحر و تفتگی کوثر لب وایں تشنگی
خاک بر فرقِ فرات از لب مرا امداد کن

ابر گوہر گر مبارد نہر گوہر گر مریز
خود لبت تسلیم و نیضت حبذا امداد کن ؎۱

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں

منقبت

آہ یا غوثاہ یا غیثاہ یا امداد کن
یا حیوۃ الجود یا روح الملا امداد کن

؎۱ حدائق بخشش کامل امام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۳۲۳/۳۲۴

یا ولی الاولیاء ابن نبی الانبیاء
اے کہ پایت بر رقاب اولیا امداد کن

دست بخش حضرت حماد زیب دست خود
از تو دستے خواہد ایں بے دست و پا امداد کن

مجمع ہر دو طریق و مرجع ہر دو فریق
فاضلاں و واصلاں را مقتدا امداد کن

داستیاں بر بندہ از ہر سو ہجوم آوردہ اند
یا غیاث المستغیثین عند الوغا امداد کن[1]

نعتیہ استغاثہ

یا خدا بہر جناب مصطفےٰ امداد کن
یا رسول اللہ از بہرِ خدا امداد کن

یا شفیع المذنبین یا رحمۃ للعالمین
یا امان الخائفین یا ملتجیٰ امداد کن

حرزِ من لا حرز لہ یا کنزِ من لا کنز لہ
عزِّ من لا عز لہ یا مرتجےٰ امداد کن

اے ثروت بے ثروتاں اے قوت بے قوتاں
اے پناہِ بیکساں اے غمزدا امداد کن

---

[1] حدائق بخشش کامل۔ امام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۳۲۶/۳۲۷

اے مفیض الجود یا سرّ الوجود اے تخم بود
اے بہائے ابتدا و انتہا امداد کن

نعمتِ بے محنتا اے منتِ بے منتہا
رحمتِ بے رحمتا عین عطا امداد کن

نیّر نور الہدیٰ بدر الدجےٰ شمس الضحیٰ
اے رُخت آئینۂ ذاتِ خدا امداد کن

اے قریشی، ہاشمی، طیبی، تہامی، ابطحی
عزّ بیت اللہ و عذرِ او قتب امداد کن ؎۱

نیز حضرت رضا بریلوی نے ایک ہی طرز و آہنگ اور ایک ہی ردیف و قافیہ میں حضرت سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں نعت اور حضرت غوث اعظم محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں منقبت کو فکری جامہ پہنایا ہے۔ مگر نعت و منقبت کے ملحوظات و آداب اور دونوں کے امتیازات اور حدود فاصل کو یہاں بھی ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ جس سے نعت و منقبت کے فن پر حضرت فاضل بریلوی کی فنی بالغ نظری کا اندازہ ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو نمونۂ کلام۔

نعت پاک

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں، سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

؎۱ حدائق بخشش کامل۔ امام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی ص۳۱۷/۳۱۸

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا
فیض ہے یا شہ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا
اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستہ تیرا
فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
آسماں خوان زمیں خوان زمانہ مہماں
صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا [۱]

منقبت

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیا ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا [۱]
کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

---

[۱] حدائق بخشش کامل امام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۹

تو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدیں ہو
اے خضر مجمع بحرین ہے چشمہ تیرا

فخر آقائیں رضا اور بھی اک نظم رفیع
چل لکھا لائیں ثنا خوانوں میں چہرہ تیرا[1]

ایک دوسری منقبت میں یوں رقمطراز ہیں ؎

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا
تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
افق نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

مرغ سب بولتے ہیں بول کے چپ رہتے ہیں
ہاں اصیل ایک نوا سنج رہے گا تیرا

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا[2]

اسی زمین میں ایک اور منقبت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

الاماں قہر ہے اے غوث وہ تیکھا تیرا
مر کے بھی چین سے سوتا نہیں مارا تیرا

بادلوں سے کہیں رکتی ہے کڑکتی بجلی؟
ڈھالیں چھنٹ جاتی ہیں اٹھتا ہے جو تیغا تیرا[3]

---

[1] حدائق بخشش کامل امام احمد رضا قادری بریلوی۔ مطبوعہ کراچی ص ۲۳۲/۲۳۳

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۲۳۶/۲۳۷

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۲۴۰

اس بحر و وزن کے علاوہ دوسری بحور و اوزان میں بھی ان کی دوسری منقبتیں پائی جاتی ہیں چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

بندہ قادر کا بھی، قادر بھی ہے عبدالقادر
سرِ باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبدالقادر

مفتیِ شرع بھی ہے قاضیِ ملت بھی ہے
علم اسرار سے ماہر بھی ہے عبدالقادر

منبعِ فیض بھی ہے مجمعِ افضال بھی ہے
مہرِ عرفاں کا منور بھی ہے عبدالقادر

رشکِ بلبل ہے رضا لالۂ صد داغ بھی ہے
آپ کا واصف و ذاکر بھی ہے عبدالقادر [۱]

ایک دوسری زمین میں منقبت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

طلب کا منھ تو کس قابل ہے یا غوث
مگر تیرا کرم کامل ہے یا غوث

دُہائی یا محی الدیں دُہائی
بلا اسلام پر نازل ہے یا غوث

وہ سنگیں بدعتیں وہ تیزیِ کفر
کہ سر پر تیغ دل پر سِل ہے یا غوث

خدارا ناخدا، آ، دے سہارا
ہوا بگڑی بھنور حائل ہے یا غوث [۲]

---

[۱] حدائقِ بخشش کامل امام احمد رضا قادری — مطبوعہ کراچی ص ۲۲۳/۲۲۴

[۲] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۲۵۴/۲۵۵

حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری کی شان میں

منقبت

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین
سدرہ سے پوچھو رفعتِ بامِ ابوالحسین

وارستہ پائے بستہ دامِ ابوالحسین
آزاد نار سے ہے غلامِ ابوالحسین

خطِ سیہ میں نورِ الٰہی کی تابشیں
کیا صبح نور بار ہے شامِ ابوالحسین

ساقی سنا دے شیشۂ بغداد کی ٹپک
مہکی ہے بوئے گل سے مدامِ ابوالحسین

بوئے کبابِ سوختہ آتی ہے میکشو
چھلکا شرابِ چشت سے جامِ ابوالحسین [1]

انہیں کی شان میں ایک منقبت کے چند اشعار اور پیش ہیں ؎

ماہِ سیما ہے احمدِ نوری	مہرِ جلوہ ہے احمدِ نوری
نور والا ہے احمدِ نوری	نور والا ہے احمدِ نوری
نہ کھلا کیا ہے احمدِ نوری	راز بستہ ہے احمد نوری
دور پہنچا ہے احمد نوری	بہت اونچا ہے احمد نوری [2]

[1] حدائقِ بخشش کامل امام احمد رضا قادری ص ۲۵۰

[2] حدائقِ بخشش حصہ سوم مطبوعہ بریلی ص ۲۶

حضرت سید شاہ اچھے میاں صاحب مارہروی کی شان میں

منقبت

اے بدورِ خود امام اہلِ ایقاں آمدہ
جانِ انس و جانِ جان و جانِ جاناں آمدہ

قامتِ تو سروِ نازِ جوئبارِ معرفت
روئے تو خورشید عالم تابِ ایماں آمدہ

بوئے زلفِ عنبرینت قوتِ روحِ ہدیٰ
رنگِ رویت غازۂ دینِ مسلماں آمدہ

رنگ از دلہا زدو آید خاک بوی درت
تابناک از جلوہ ات مرأتِ احساں آمدہ

تا بآلِ احمد و احمد شفیع المذنبیں
زاں دل از دستِ گنہ بیشِ تو نالاں آمدہ [1]

---

[1] حدائق بخشش کامل امام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۳۱۴/۳۱۵

حضرت شاہ عبدالقادر بدایونی کی شان میں منقبت

قصیدہ مسمیٰ باسمِ تاریخی "چراغِ انس"

۱۳۱۵ھ

اے امام الہدیٰ محبِ رسول
دین کے مقتدا محبِ رسول

نائبِ مصطفےٰ محبِ رسول۔!
صاحبِ اصطفا محبِ رسول

خادمِ مرتضےٰ محبِ رسول
مظہرِ ارتضا محبِ رسول

عین حق کا بنا محبِ رسول
عین حق کی بنا محبِ رسول

زبدۃ الاتقیا محبِ رسول
عمدۃ الاذکیا محبِ رسول ۱

---

۱ حدائق بخشش کامل - امام احمد رضا قادری بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۲۹/۳۰

(ج)

صنائع بدائع اور علم عروض سے ماہرانہ واقفیت

صنائع وبدائع کی تحقیق کے سلسلے میں ایک فاضل سید اسماعیل رضا بیخ ترندی لکھتے ہیں:

"بدیع کا مادہ "بدع" ہے جس کے معنی ہیں نئی بات کرنا اہل علم اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ البدیع والبدع الشئ الذی یکون اولاً۔ یعنی وہ شے جو سب سے پہلے پیدا ہوئی ہو اور اس سے پہلے کچھ نہ ہو۔ بدیع کے معنی "المُحدَثُ العجیب" (عجیب نئی چیز) کے بھی ہیں۔ اور بدیع بمعنی "مُبدِع" بھی آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ بدیع السمٰوٰتِ وَالارض۔ گویا بدیع اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اس کے علاوہ بدیع اپنے مفعولی معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی نئی معلوم کی ہوئی یا نئی ایجاد کی ہوئی چیز۔ اسی بنا پر خلفاء عباسیہ کے دور میں نئی نئی ادبی تشبیہات و استعارات اور صنائع کو بدیع کہنے لگے اس کے بعد یہ اصطلاح اپنے وسیع تر مفہوم میں ہر ادبی حسن کے لئے استعمال ہونے لگی یہاں تک کہ بدیع ایک علم کی حیثیت سے مرتب ہوا اور ادبی دنیا میں بلاغت کا ایک ایسا شعبہ قرار پایا جس کا تعلق ادبی اسلوب میں حسن پیدا کرنے سے رہا ہو۔

دوسری صدی ہجری میں بشار اور مسلم بن ولید العتابی جیسے عہد عباسی کے شعراء نے شعری صنعت گری کے اس فن کو اس قدر وسعت دی کہ صنائع کا استعمال وسیع پیمانے پر ہونے لگا اس کے بعد ابن المعتز نے اس علم پر محققانہ کام کیا اور بدیع کو پانچ بڑی انواع میں تقسیم کیا یعنی استعارہ، تجنیس، طباق و تضاد، ردالعجز علی الصدر اور لف و نشر۔

فن بدیع کو ان پانچ قسموں میں تقسیم کرنے کے باوجود ابن المعتز کو احساس ہوا کہ یہ تعداد کم و بیش بھی ہو سکتی ہے۔ اس احساس کی بنا پر اس نے بارہ محاسن کا اور اضافہ کیا اس کے ایک صدی کے بعد یعنی چوتھی صدی ہجری میں ابو ہلال عسکری نے فن بدیع کو ایک قدم اور آگے بڑھایا اور اس کی چھتیس انواع بیان کیں۔

ابن رشیق نے اپنی کتاب "العمدہ" میں المنزع والبدیع کے عنوان کے تحت ساٹھ سے زائد انواع بدیع کی توضیح کی ہے۔ بقول ابن خلدون مغربی ممالک اسلامیہ شمالی افریقہ اور اندلس میں ابن رشیق کی کتاب "العمدہ" بہت مقبول ہوئی۔ چنانچہ وہاں علم بدیع کی بڑی قدر دانی اور ترویج ہوئی۔

چھٹی صدی ہجری کے اواخر اور ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں السکاکی کی بدولت علم بدیع کی تاریخ کا علم البلاغت کی ایک جداگانہ شاخ کی حیثیت سے نیا دور شروع ہوا۔

آٹھویں صدی ہجری میں علم بدیع کے دو حصے بیان کئے گئے یعنی صنائع لفظی اور صنائع معنوی۔ پھر ان کی متعدد قسمیں اور صورتیں متحقق ہوئیں۔ پس کلام کا حسن اور شاعری کا جمال صنائع و بدائع کا معتدل استعمال قرار پایا"۔ [1]

صنائع و بدائع شاعری کا حسن اور زیور ہے جس سے کلام میں جان اور لطف پیدا ہوتا ہے اس کے بغیر شاعری جدبے روح معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس کے استعمال میں بڑے ہی قرینے اور سلیقے کی ضرورت ہے اعتدال شرط اولین ہے۔ اس لئے کہ اگر شاعر اعتدال کو خیر باد کہہ کر صرف صنعتوں کی دنیا میں کھو کر شعر کی تخلیق کرے گا تو ایسی صورت میں یقیناً شاعر کی تخلیق آمد کے بجائے آورد کی نذر ہو جائے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شاعر کی تخلیق میں بے کیفی اور کم مائیگی کی سی کیفیت پیدا ہو جائے گی جو شاعری کے معائب سے ہے۔ انہیں خدشات کا احساس دلاتے ہوئے سید عابد علی عابد اپنی کتاب "شعر اقبال" میں لکھتے ہیں:

"معانی لطیف کو لفظوں کا پیراہن حریری پہنانے کی کوششوں میں کبھی تانے بانے الجھ جاتے ہیں اور کبھی یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ پیراہن پھٹ جاتا ہے اور معانی

---

[1] معارف رضا شمارہ ۱۹۸۶ء مطبوعہ کراچی صفحہ ۱۲۷/۱۲۶

کا جسم عریاں الفاظ کے پیراہن سے جھانکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔" [۱]

پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب لکھتے ہیں۔

"جو صنعتیں کلام کا زیور ہیں ان کے استعمال کے لئے بھی ایک خاص سلیقے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ سلیقہ بھی فطرت کی تائید کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ خالی زیور نہ حسن کی آرائش کر سکتا ہے نہ افزائش، جب تک سلیقہ اس کا ساتھ نہ دے اگر کوئی گلے کا زیور پاؤں میں اور پاؤں کا زیور کان اور ناک میں لٹکا دے یا زیوروں اور اعضاء میں تناسب کا خیال نہ رکھے یا مناسب مقدار سے زیادہ پہن لے تو نتیجہ کیا ہوگا۔ یہی حال صنعتوں کا بھی ہے کہ اگر محل اور مقدار کی مناسبت کا لحاظ نہ رکھا جائے تو ان کا استعمال کلام کا حسن نہیں بلکہ عیب بن جائے گا۔" [۲]

حضرت رضا بریلوی کے دور میں صنائع، بدائع، عروض و بلاغت اور معانی و بیان وغیرہ کو شاعری کی جان تصور کیا جاتا تھا۔ اس دور میں جناب حسرت موہانی ایک رسالہ "نکاتِ سخن" کے نام سے نکالتے تھے جس کے مضامین شاعری کے فنی لوازمات ہی ہوتے تھے حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے زمانے میں شعر و سخن کا بڑا غلغلہ تھا ان کے معاصر شعراء صنائع و بدائع، علمِ معانی و بیان اور دیگر لوازمات شاعری سے اپنی تخلیقات کو سنوارنا اپنا نصب العین سمجھتے تھے اس لئے وہ اس پر بڑی گہری نظر اور وسعتِ مطالعہ رکھتے تھے اس زمانے کا ہر شاعر اس موضوع پر بیسیوں سے زائد کتابوں کو اپنے مطالعہ میں رکھتا تھا ردیف و قوافی کو نوک پلک سے آراستہ رکھتے تھے۔ غرضیکہ آدابِ شاعری کی بجا آوری میں ایک لمحہ بھی فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں رضا بریلوی کے تبحر علم اور ان کی عبقریت نے ہر صاحبِ علم و

---

[۱] شعر اقبال۔ سید عابد علی عابد۔ بزم اقبال قلب روڈ لاہور ص ۳۶۵ طبع دوم جون ۱۹۷۷ء

[۲] ہماری شاعری معیار و مسائل۔ پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب۔ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۱۱/۱۱۲

دانش کے در گوش پہ دستک دے کر ان کو اپنی جانب بہرتن متوجہ کر لیا تھا۔ اور ہر ایک نے ہوش و خرد کے عالم میں ان کے تبحر علمی کو بسر و چشم تسلیم بھی کر لیا تھا۔ اپنے اور بیگانے ان کے تبحر علمی کے تسلیم کرنے کے نقطۂ نظر سے ایک ہی صف میں دست بستہ نظر آنے لگے تھے ایسے عالم میں نغمات رضا نے سب کو مسحور کر دیا اور ان کی صناعی، فن سے واقفیت اور رموز و نکات نے یہ تاثر قائم کر دیا کہ اس جذبے میں ڈوب کر جو کہا گیا اس کی کیا بات عالم کرامت ہے، طلسمات ہے اور استاد غزل جناب داغ دہلوی نے جب حضرت رضا بریلوی کا یہ شعر سنا ؎

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

تو عش عش کر اٹھے اور کہنے لگے۔

,, مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے ،، [1]

ملاحظہ ہوں حضرت رضا بریلوی کے کلام سے صنائع و بدائع کی دلکش اور حسین جھلکیاں۔

۱۔ صنعت تجنیس کلام میں ایسے دو لفظ لانا جو تعداد نقاط و اعراب میں ایک ہی جیسے ہوں لیکن ان کے معنی الگ الگ ہوں۔ تجنیس کی کئی قسمیں ہیں لیکن ان کا استعمال تکلف اور تصنع سے پاک ہو۔ ؎

سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

---

[1] معارف رضا شمارہ ۱۹۸۸ء مطبوعہ کراچی ص ۱۵۵

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی سے نکلا ہمارا نبی

۲۔ صنعت اشتقاق

وہ صنعت ہے کہ کلام میں ایسے الفاظ لائے جائیں جو آپس میں ملتے جلتے ہوں لیکن ایک ماخذ سے نہ ہوں بظاہر ایک ماخذ سے معلوم ہوتے ہوں ؎

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ "لا" ہے نہ حاجت "اگر" کی ہے

۳۔ صنعت اقتباس

قرآن پاک کی کسی آیت یا اس کے جزو کو شعر میں لایا جائے۔ یہ صنعت غزل یا قصیدے میں بہت ہی کم استعمال ہوتی ہے البتہ نعت پاک میں اس کے استعمال کے مواقع بکثرت ہیں لیکن عالمانہ شعور اس کے لئے درکار ہے اور حضرت رضا کے یہاں اس شعور کی کمی نہیں۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

مَنْ زَارَ تُرْبَتِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي
ان پر درود جن سے نوید اس بشر کی ہے

۴۔ حسن تلمیح

ایسی نظم لکھنا جس کے ہر شعر کا ایک حصہ ایک زبان میں ہو اور دوسرا حصہ دوسری زبان میں ہو جیسے ؎

لَمْ يَاْتِ نَظِيرُكَ فِي نَظَرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا۔
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

۵۔ صنعت عکس مستوی

ایک عبارت بیان کرنا پھر اس کو الٹ کر اس طرح بیان کرنا کہ تراکیب الفاظ وہی رہیں ؎

یہ سر ہو اور وہ خاک در وہ خاک در ہو اور یہ سر
رضاؔ اگر چاہیں تو اب دل میں یہ ٹھانی ہے

۶۔ صنعت ترصیع

وہ صنعت ہے کہ شعر میں دو [illegible] مصرعے کے تمام الفاظ پہلے مصرعے سے ہم قا[illegible] جیسے ؎

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں [illegible]ے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں [illegible]ے لئے

اب تک حضرت رضاؔ بریلوی کے حوالے سے جن صنع[illegible] کا ذکر کیا گیا ان کا تعلق لفظ سے تھا یعنی وہ صنعتِ لفظی کا بیان تھا. لیکن جس طرح لف[illegible]لی صنعتیں ہوتی ہیں اسی طرح معنوی بھی ہوتی ہیں. اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مخصوص معنوی صنعتوں کا ذکر بھی حضرت رضاؔ بریلوی کے خصوصی مطالعہ سے کر دیا جائے. ملاحظہ ہو.

صنعت تضاد

صنائع معنوی میں صنعت تضاد بہت ہی کثرت سے استعمال ہوتی ہے جو عامۃ الورود ہے. ہر غزل میں ایک دو اشعار آپ کو ایسے مل جائیں گے جن میں دو الفاظ ایسے ضرور ہوں گے جو معنی کے لحاظ سے متضاد و مخالف ہوں گے جیسے ؎

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم والنجم میں ہے آپ کی بینائی کی

صدقے رحمت کے کہاں پھول کہاں خار کا کام
خود ہے دامن کش بلبل گلِ خندانِ عرب

صنعت تنسیق الصفات

وہ صنعت ہے جس کے ذریعہ ممدوح کی متعدد صفات ایک یا دونوں مصرعوں میں بیان کی جائیں جیسے

ترا مسند ناز ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

مراعاۃ النظیر

کسی ایک لفظ کو اصل شعر قرار دیکر پھر اس کے مناسبات بیان کرنا مثلاً باغ کا ذکر اس طرح کیا جائے کہ پھول، شاخ، پتی اور خوشبو نسیم کا ذکر کیا جائے۔ اسی قبیل کے اور مناسبات مذکور ہوں۔ ہر صنف شاعری میں یہ صنعت عام الورود ہے جس سے کلام میں حسن پیدا ہو جاتا ہے مثلاً

وہ سر گرم شفاعت ہیں عرق افشاں ہے پیشانی
کرم کر عطر صندل کی زمیں رحمت کی گھاتی ہے

بزم ثنائے زلف میں میری عروس فکر کو
ساری بہار ہشت خلد چھوٹا سا عطر داں ہے

حسن تعلیل

تضاد کی طرح صنائع معنوی میں حسن تعلیل کا استعمال بھی بکثرت ہوتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حسن تعلیل شاعری کی جان ہے۔ شاعر کی قوت متخیلہ اشیائے کائنات کے مشاہدے اور مطالعے سے ایسے نتائج اخذ کر لیتی ہے جو حقیقی نہیں ہوتے لیکن شاعر اپنی قوت بیانی سے ان کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ قاری اور سامع اس کی بیان کردہ توجیہ اور علت کو علت حقیقی سمجھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ نعت و منقبت میں اس

صنعت کا استعمال بہت مشکل اور دشوار ہے مگر حضرت رضا بریلوی نے نعت و منقبت میں اس کا استعمال نہایت ادب و احترام، حزم و احتیاط اور قاعدے قرینے سے کیا ہے وہ فرماتے ہیں ؎

باغِ عرب کا سروِ ناز دیکھ لیا ہے ورنہ آج
قمریِ جانِ غمزدہ گونج کے چہچہائی کیوں

خم ہو گئی پشتِ فلک اس طعنِ زمیں سے
سن ہم پہ مدینہ ہے یہ رتبہ ہے ہمارا

صنعتِ ایہام ایک ایسا لفظ لانا جس کے دو معنی ہوں اور کسی قرینے سے جو معنی وہاں فوراً سمجھ میں آیا ہوا ہو وہ مقصود نہ ہو بلکہ دوسرا معنی مراد ہو۔ جیسے ؎

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

حورِ جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے پردۂ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

صنعتِ تلمیح صنائع معنوی میں یہ صنعت بہت ہی زیادہ استعمال ہوتی ہے کوئی شاعر بھی ایسا نہیں جس کے کلام میں یہ صنعت موجود نہ ہو۔ مذہبی تاریخی سماجی اور ثقافتی روایات و واقعات میں سے کسی ایک قصہ یا واقعہ کی طرف شعر میں اشارہ کرنا تلمیح ہے جیسے ؎

کیوں جنابِ بو ہریرہ تھا وہ کیسا جامِ شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

لف و نشر صنائع معنوی میں یہ بھی کثیر الاستعمال اور عامۃ الورود صنعت ہے۔ اس صنعت میں شاعر پہلے مصرعہ میں چند چیزیں بیان کرتا ہے اور پھر اس ترتیب سے ان کے مناسبات دوسرے مصرعہ میں پیش کرتا ہے۔ اگر دونوں مصرعوں میں ترتیب موجود ہے تو اس کو لف و نشر مرتب کہا جائے گا اور اگر ترتیب نہیں بلکہ بے ترتیبی ہے تو اس کو لف و نشر غیر مرتب کہا جائے گا۔

لف و نشر مرتب

خوار و بیمار و خطاوار و گنہگار ہوں میں
رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

دندان و لب و زلف و رخِ شہ کے فدائی
ہیں درِ عدن لعلِ یمن مشکِ ختن پھول

لف و نشر غیر مرتب

دیکھو قرآں میں شبِ قدر سے تا مطلعِ فجر
یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو

دل بستہ، بیقرار، جگر چاک، اشک بار
غنچہ ہوں، گل ہوں، برقِ تپاں ہوں، کباب ہوں

اب تک صرف صنائع کا ذکر ہوا لیکن اب ہم یہاں سے بدیع (یعنی بدائع) کا ذکر کریں گے جیسا کہ ہمارے اس مقالے کا بنیادی مقصد ہے۔ جس سے کہ حضرت رضا بریلوی کے کلام کی خوبیوں کا اندازہ ہو سکے۔
بدائع کے بارے میں منقول ہے کہ شاعری اور علم بیان و بدیع کا چولی دامن کا

ساتھ ہے" اور شاعری کی تخلیق کے لیے بہترین کسوٹی۔ انہیں لوازمات پر شاعری کی تخلیق کو اہل نقد و نظر پرکھتے ہیں۔ اور اس کے بعد اس کے محاسن و معائب کی نشاندہی کرتے ہیں کہ شاعر فن شاعری اور علوم شاعری پر کس قدر مہارت و دستگاہ رکھتا ہے علم عروض پر اس کی گرفت کتنی مضبوط ہے حرف روی، تشبیہ، استعارہ، کنایہ اور مجاز مرسل سے کلام کس حد تک مرصع ہے۔ ملاحظہ ہو حضرت رضا بریلوی کے کلام سے بیان و بدیع کی حسین و دلکش جھلکیاں۔

تشبیہ

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

جا بجا پرتو فگن ہیں آسماں پر ایڑیاں
دن کو ہیں خورشید شب کو ماہ و اختر ایڑیاں

استعارہ

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

منزل کڑی ہے رات اندھیری میں نابلد
اے خضر لے خبر مری اے ماہ لے خبر

کنایہ

تشبیہ میں ایک چیز کو دوسری چیز سے مثال دیتے ہیں استعارہ میں تشبیہ کے تعلق سے دوسرے معنی مراد لیتے ہیں۔ مجاز میں دوسرے معنی مراد لیتے ہیں لیکن اصلی اور غیر اصلی معنی میں تعلق تشبیہ کا نہیں ہوتا اور کچھ تعلق ہوتا ہے اور پہلے معنی مراد نہیں ہوتے۔ کنایہ میں لفظ کے اصلی معنی بھی مقصود ہوتے ہیں اور اس سے جو نتیجہ نکلتا

ہے وہ معنی بھی مراد ہوتا ہے یعنی لازم و ملزوم دونوں معنی مقصود ہوتے ہیں۔ اہل علم کہتے ہیں کہ اس کے استعمال کے لئے بڑے سلیقے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو رضا بریلوی کے اشعار سے

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

آبِ زر بنتا ہے عارض پر پسینہ نور کا
مصحفِ اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

مجازِ مرسل

ایک لفظ کے معنی جب اصل لفظ کے خلاف لیں۔ اگر وہ معنی تشبیہ کے علاقہ سے لیے جائیں تو اسے استعارہ کہیں گے اور اگر کسی دوسرے تعلق سے اس کے معنی مراد لئے جائیں تو مجاز مرسل کہیں گے۔ مجاز مرسل کے قرینے اور اس کے لسمیات، استعارہ اور تشبیہ سے بالکل الگ تھلگ ہوتے ہیں۔ یہاں لفظ اپنے حقیقی معنی میں مطلقاً استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے معنی ہمیشہ مجازی ہوتے ہیں مگر ان معنی مجازی اور لفظ مستعمل میں کوئی نہ کوئی قرینہ مراد ضرور ہوتا ہے یعنی کبھی کل بول کر جزو مراد لیتے ہیں اور کبھی جزو بول کر کل۔ کبھی سبب بول کر مسبب اور کبھی مسبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں۔ کبھی ظرف بول کر مظروف اور کبھی مظروف بول کر ظرف اسی طرح چند اور قرینے بھی ہیں لیکن شاعری میں عموماً مذکورہ بالا قرینے ہی استعمال ہوتے ہیں۔ بہرحال مجاز مرسل بھی تشبیہ، استعارہ اور کنایہ کی طرح سے آرائش کلام کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور اس کے برمحل استعمال سے کلام بلیغ ہو جاتا ہے۔"[1] مثلاً

فیض ہے یا شہِ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

---

[1] تحقیقی اور ادبی جائزہ ۔ علامہ شمس بریلوی، مطبوعہ کراچی ص۱۵۸/۱۵۹

یہاں ظرف بول کر مظروف یعنی دریا بول کر پانی مراد لیا ہے ؏

بحر سائل کا ہوں سائل نہ کنوئیں کا پیاسا
خود بجھا جائے کلیجہ مرا چھینٹا تیرا

علم عروض

حضرت رضا بریلوی کو دیگر علوم و فنون کی طرح علم عروض پر بھی ماہرانہ دسترس حاصل تھی۔ صنائع بدائع اور علم عروض پر حضرت رضا بریلوی کی تحقیقی تصنیفات کا بھی ذکر ملتا ہے۔ جیسا کہ اس کی ایک جھلک حضرت رضا بریلوی کی علمی و ادبی خدمات کے تحت سامنے آچکی ہے۔ اگر اس موضوع پر تحقیق و تفحص سے کام کیا جائے تو حضرت رضا بریلوی کی شخصیت یگانہ روزگار کی حیثیت سے سامنے آسکتی ہے۔

چنانچہ علامہ محمد قمر الحسن قمر بستوی ایم اے علیگ حضرت رضا بریلوی کی ایک شہرۂ آفاق نعت کا علم عروض کی روشنی میں تجزیہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"اس نعت میں اس قدر تسلسل ہے کہ زیر و بم کی نغمگی قلب و دماغ پر سرعت سے اثر انداز ہوتی ہے۔ اگر ذرا بھی حرکتوں میں تبدیلی کر دی جائے تو لفظوں کا باہمی ربط بے جان ہو جائے۔

بحر سالم کی افاعیل عروضی کے دو سبب خفیف اور ایک وتد مجموع کی ترکیب سے وزن میں اس قدر روانی پائی جاتی ہے جیسے کوئی کوہ البرز کی وادیوں کی سخت چٹانوں سے رستا ہوا میٹھا چشمہ فراز سے نشیب کی جانب گر رہا ہو اور اس کی روانی سے پیدا ہونے والی آواز پردۂ سماع پر ایک ابتہاج انگیز اثر چھوڑ رہی ہو۔ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیں۔

مُسْتَفْعِلُنْ	مُسْتَفْعِلُنْ	مُسْتَفْعِلُنْ	مُسْتَفْعِلُنْ
رخ دن ہے یا	مہرِ سما	یہ بھی نہیں	وہ بھی نہیں
شب زلف یا	مشک ختا	یہ بھی نہیں	وہ بھی نہیں

وزن کا تسلسل موضوع کے تسلسل کو مستلزم ہے۔ افاعیل عروضی کی بحر رجز اگرچہ اس میں دو سبب خفیف کے بعد ایک وتد مجموع کا التزام ہے مگر موزونیت میں یہ بحر بڑی وسعت کی حامل ہے اس بحر کے موزوں اشعار میں بڑی نغمگی اور ترنم، تسلسل اور ربط و آہنگ اور تہیج و موسیقیت اور دل آویزی دیگر بحروں کی بہ نسبت کچھ زیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ اس وزن پر موزوں کیے ہوئے اشعار اگرچہ سامع کے ذہن میں معنوی طور پر کوئی گدگدی نہ پیدا کر سکیں مگر نفس وزن سے ذہن خاصا متاثر ہوتا ہے اور غیر شعوری وجدان پیدا ہو جاتا ہے کہ دل ابر بہاری کی طرح جھومنے لگتا ہے لیکن اس نعت میں جہاں وزن کی دل آویزی اثر انداز ہے وہیں شعر کے مفہوم و معانی کی بلندیاں بھی سامع کو اس سے کہیں زیادہ متاثر کرتی ہیں۔" ۱؎

اور ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی حضرت رضا بریلوی کی علم عروض پر چابکدستی کا ذکر کرتے ہوئے ان کی ایک نعت (جس کا مطلع ہے)

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

کا عروضی نقطۂ نظر سے تجزیہ کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

" جیسا کہ تحریر کیا گیا اس بحر کو متدارک مخبون مسکن اخذ سے متاثر کرنے کے لئے بحر متقارب کا کوئی مخصوص رکن لانا چاہیئے۔ فاضل بریلوی نے اس نعت کے مطلع میں مخصوص رکن کے ذریعہ بحر کو متعین کر دیا ہے اور انتہائے احتیاط یہ کہ ہر ایسے شعر میں

۱؎ ماہنامہ قاری۔ ماہ جولائی ۱۹۹۱ء مطبوعہ دہلی ص ۳۹/۴

جس کا ایک مصرعہ بحر متدارک میں سما سکتا تھا۔ دوسرے مصرعے میں کسی لازمی رکن کا اضافہ کر کے رفع اشتباہ کر دیا ہے مثلاً ؎

پھر جھنجھلا کر سر دے ٹپکوں چل رے مولیٰ والی ہے

دیکھو مجھ بیکس پر شب نے کیسی آفت ڈالی ہے

صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے

یہ تینوں مصرعے بحر متدارک میں سما سکتے ہیں لیکن ان کے مصاریع اولیٰ میں خط کشیدہ ارکان نے بحر متقارب کو متعین کر دیا۔

ساقی ساقی کہہ کے پکاروں ساقی ہو تو جواب آئے

تم تو چاند عرب کے ہو پیارے تم تو عجم کے سورج ہو[۱]

دنیا کو تو کیا جانے یہ بِس کی گانٹھ ہے حرّافہ

اگرچہ صفحات گذشتہ میں حضرت رضا بریلوی کی فن سے واقفیت اور فنی رموز و نکات کا ذکر کافی تفصیل سے آچکا ہے مگر اس کے باوجود اس موضوع کو مکمل بنانے کے لئے مزید حضرت رضا بریلوی کے چند مخصوص فنی رموز و نکات کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے ایک ماہر فن اور وحید روزگار نعت گو کی حیثیت سے ان کا درجہ متعین کیا جا سکے۔

چنانچہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں حضرت رضا بریلوی کی فنی رموز و نکات سے واقفیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

۱۔ ماہنامہ اشرفیہ۔ مارچ اپریل ۱۹۸۵ء مطبوعہ اعظم گڑھ صفحہ ۳۳

"پھر اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی کا تقاضہ بھی یہی تھا کہ وہ کوئی ایسی نعت لکھتے جو بے مثل ہوتی۔ چنانچہ ایک نعت انہوں نے صنعت ملمع میں لکھی۔ دراصل ملمع اس صنعت کو کہتے ہیں کہ ایک مصرعہ یا ایک شعر عربی کا ہو اور دوسرا مصرعہ یا دوسرا شعر فارسی کا ہو اس میں زیادہ سے زیادہ بیس اشعار ہوا کرتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ملمع مکشوف یعنی جب ایک مصرعہ عربی اور ایک فارسی میں ہو۔

(۲) ملمع محجوب۔ یعنی جب ایک شعر عربی میں ہو اور دوسرا شعر فارسی میں ہو۔

لیکن اعلیٰ حضرت نے ایسے ملمع میں اشعار لکھے ہیں جن میں عربی فارسی ہندی (بھاشا) اور اردو چار زبانوں کے الفاظ ہیں۔

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا" ؎۱

یوں ہی حضرت رضا بریلوی کے قصیدۂ درودیہ (سلام) کے بارے میں علامہ شمس بریلوی اظہار خیال فرماتے ہیں۔

"یہ سلام بھی اپنی ساخت کے اعتبار سے اولیات رضا میں ہے یہ پورا سلام صنعت مالایلزم اور اس کا مصرعہ اول صنعت ذوقافیتین میں ہے۔ مصرعہ اول میں حضرت رضا قدس سرہٗ نے یہ التزام رکھا ہے کہ مصرعہ ذوقافیتین ہو ساتھ ہی مصرعہ اول میں قافیہ باعتبار حروف ہجا رکھا ہے۔ میری نظر سے ایسا التزام اب تک نہیں گزرا۔ ذوقافیتین مصرعے شعراء نے ضرور کہے ہیں لیکن حرف ہجا کی قید کے ساتھ ذوقافیتین مصرعے کہنا اولیات رضا میں شامل ہے" ؎۲

ملاحظہ ہوں قصیدۂ مذکور کے چند منتخب اشعار ؎

؎۱ معارف رضا شمارہ ۱۹۸۳ء مطبوعہ کراچی صفحہ ۲۴۰

؎۲ حدائق بخشش۔ امام احمد رضا قادری مطبوعہ کراچی صفحہ ۱۹۲

کعبے کے بدر الدجیٰ تم پہ کروروں درود   طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود

دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کفِ پا چاند سا   (ا) سینے پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروروں درود

ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب   (ب) نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروروں درود

تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات   (ت) اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروروں درود

تم ہو حفیظ و مغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث   (ث) تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروروں درود

وہ شبِ معراج راج وہ صفِ محشر کا تاج   (ج) کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروروں درود

جانِ جہانِ مسیح داہ کیا دل سے جریح   (ح) نبضیں چھٹیں دل چلا تم پہ کروروں درود

اُف وہ رہِ سنگلاخ آہ یہ پا شاخ شاخ   (خ) اے مرے مشکل کشا تم پہ کروروں درود

تم سے کھلا بابِ جود تم سے ہے سب کا وجود   (د) تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروروں درود

خستہ ہوں اور تم معاذ بستہ ہوں اور تم ملاذ   (ذ) آگے جو شہ کی رضا تم پہ کروروں درود

گرچہ ہیں بے حد قصور تم ہو عفو و غفور   (ر) بخش دو جرم و خطا تم پہ کروروں درود

بے ہنر و بے تمیز کس کو ہوئے ہیں عزیز   (ز) ایک تمہارے سوا تم پہ کروروں درود

آس ہے کوئی نہ پاس ایک تمہاری ہی آس   (س) بس ہے یہی آسرا تم پہ کروروں درود

طارمِ اعلیٰ کا عرش جس کفِ پا کا ہے فرش   (ش) آنکھوں پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروروں درود

کہنے کو ہیں عام خاص ایک تمہیں ہو خلاص   (ص) بند سے کر دو رہا تم پہ کروروں درود

تم ہو شفائے مرض خلقِ خدا خود غرض   (ض) خلق کی حاجت بھی کیا تم پہ کروروں درود

آہ وہ راہِ صراط بندوں کی کتنی بساط   (ط) المدد اے رہنما تم پہ کروروں درود

بے ادب و بد لحاظ کر نہ سکا کچھ حفاظ   (ظ) عفو پہ بھولا رہا تم پہ کروروں درود

لو تہِ دامن کہ شمع جھونکوں میں ہے روزِ جمع   (ع) آندھیوں سے حشر اٹھا تم پہ کروروں درود

سینہ کہ ہے داغ داغ کہہ دو کرے باغ باغ   (غ) طیبہ سے آکر صبا تم پہ کروروں درود

گیسو و قد لام الف کر دو بلا منصرف   (ف) لا کے تہِ تیغ لا تم پہ کروروں درود

تم نے برنگِ فلق جیبِ جہاں کر کے شق (ق) نور کا تڑکا کیا تم پہ کروروں درود
نوبتِ در ہیں فلک خادمِ در ہیں ملک (ک) تم ہو جہاں بادشا تم پہ کروروں درود
خُلق تمہارا جمیل خَلق تمہارا جلیل (ل) خلق تمہاری گدا تم پہ کروروں درود
طیبہ کے ماہِ تمام جملہ رسل کے امام (م) نوشۂ ملکِ خدا تم پہ کروروں درود
گندے نکمے کمین مہنگے تو کوڑی کے تین (ن) کون ہمیں پالتا تم پہ کروروں درود
گرنے کو ہوں روک لو غوطہ لگے ہاتھ دو (و) ایسوں پر ایسی عطا تم پہ کروروں درود
کر کے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ (ہ) تم کہو دامن میں آ تم پہ کروروں درود
ہم نے خطا میں نہ کی تم نے عطا میں نہ کی (ی) کوئی کمی سرورا تم پہ کروروں درود
کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے (ے) ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروروں درود[1]

حضرت رضا بریلوی کو فن شاعری کے جملہ رموز و نکات سے کما حقہ واقفیت تھی وہ شاعری کے زیر، زبر اور نقطہ غرضیکہ تمامی حرکات و سکنات سے آشنا تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک قصیدے میں ایک جگہ لفظ خط توام کا استعمال فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما نور کا

سمات شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خط توام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

مولانا وارث جمال قادری ان اشعار کی تشریح و تفریح کرتے ہوئے خط توام کے بارے میں لکھتے ہیں :

---

[1] امام شعر و ادب ۔ مولانا وارث جمال مطبوعہ اعظم گڑھ ص ۹۸

خطِ توام

وہ خط ہے جس کے لکھنے کا یہ طریقہ ہوتا تھا کہ کاغذ کے دو صفحے لئے جاتے صفحہ ۱ پر مضمون کا ایک حرف اور صفحہ ۲ پر مضمون کا دوسرا حرف لکھا جاتا اس طرح سے مضمون کو پورا کیا جاتا۔ پہلے دونوں صفحوں میں سے صرف ایک ہی بھیجا جاتا جب پہلا صفحہ اپنی منزل تک پہنچ جاتا تو دوسرا صفحہ ارسال کیا جاتا۔ اس کے بعد مکتوب الیہ خط کے ان دونوں ٹکڑوں کو آمنے سامنے رکھ کر خط کا مفہوم آسانی سے سمجھ جاتا تھا۔ فوجی، ملکی، سیاسی یا کسی بھی نوعیت کے اہم رازوں کو ادھر ادھر کرنے کے لئے یہ طریقہ بھی اپنایا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر درج ذیل مضمون کو ملاحظہ فرمائیں۔

۔ ہندوستان میں ایک قومی نظریہ کے فتنہ کا بانی اکبر بادشاہ ہے جس کا بجا طلنہ بلغار کے ساتھ مجدد الف ثانی نے مکمل استیصال فرمایا اور پھر چودھویں صدی ہجری میں اسلامیان ہند کو اپنی لپیٹ میں لے کر ترک موالات کی شکل میں ایک طوفان بن کر اٹھا جو امام احمد رضا بریلوی کی علمی عبقریت سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ [۱]

---

[۱] امام شعر و ادب۔ مولانا وارث جمال۔ مطبوعہ اعظم گڑھ ص ۸۹

مصرعہ ۱	مصرعہ ۲	مصرعہ ۱	مصرعہ ۲	مصرعہ ۱	مصرعہ ۲	مصرعہ ۱	مصرعہ ۲	مصرعہ ۱	مصرعہ ۲	مصرعہ ۱	مصرعہ ۲	مصرعہ ۱	مصرعہ ۲
ہ	ن	ب	ر	ح	و	ھ	ر	ن	ی	د	ت	ل	م
و	و	ب	ا	د	ا	چ	و	ل	پ	ا	ن	ی	ع
س	ت	د	ش	ل	ث	ز	ہ	ے	ٹ	ب	ن	ب	ق
ا	ن	ا	ہ	ش	ا	و	ی	م	ے	ک	ر	ر	ی
ا	ے	ہ	ے	ن	ی	ں	ص	ں	ل	ا	ط	ی	ث
ک	ق	ج	س	ن	ے	و	ی	ے	ک	ھ	ا	س	ے
و	م	ک	ا	م	ک	ہ	ج	ر	ت	ج	و	ٹ	ک
ی	ن	م	ج	م	م	ر	ی	ر	ک	ا	م	ر	ا
ظ	ر	ا	ہ	ل	ا	م	ے	م	و	ا	م	ک	ر
ی	ہ	و	ا	س	ت	ں	ا	ا	ل	ا	ح	پ	ا
ک	ے	ن	ہ	ی	ص	س	ل	ا	ت	م	و	ش	پ
ث	ت	ی	ل	ا	ل	ا	م	ک	ی	ر	ض	ا	ش
ن	ے	غ	ا	ث	ز	ی	ا	ش	ک	ا	ب	ح	و
ک	ا	ر	ک	م	ا	ن	ہ	ل	م	ر	ے	گ	ی
ب	ا	ے	س	ی	ا	ن	د	ے	ں	ل	و	ا	×
ن	ی	ا	ت	ا	و	ک	و	ا	ے	ی	ک	×	×
ا	ک	ھ	م	ر	پ	ا	پ	ک	ط	ی	ع	×	×

امام شعر و ادب ، وارث جمال قادری ، مطبوعہ اعظم گڑھ صفحہ ۹۰

(۷)

زبان و بیان سے واقفیت

شاعر کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اپنے عہد کا ترجمان ہوتا ہے وہ جو کچھ دیکھتا اور محسوس کرتا ہے اور جو کچھ اس پر گذرتی ہے اس کو وہ اپنی زبان اپنے بیان اور اپنے انداز و لب و لہجہ میں نظم کرتا ہے۔ کسی بھی شاعر کی تخلیقات کا غائر نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد آسانی کے ساتھ اس کی تخلیقات کی زبان و بیان کا تعین کیا جا سکتا ہے کہ یہ فلاں عہد کا شاعر ہے اس کی زبان فلاں عہد کی ہے۔

حضرت رضا بریلوی کے زمانے میں شاعری کا بڑا غلغلہ تھا زبان و بیان کی دھوم مچی ہوئی تھی خصوصاً داغ دہلوی کی شاعری اور ان کی زبان و بیان کی صفائی و ستھرائی نیز شوخی کلام قبول عام کی سند حاصل کر چکی تھی بچے بچے کی زبان پر ان کے اشعار گونج رہے تھے اور فردوس گوش بنے ہوئے تھے۔ ان کی شہرت نے ان کے رنگ کو ٹکسالی رنگ میں رنگ دیا تھا۔

شاعر اپنے زمانے اور ماحول میں رچی بسی شاعرانہ خصوصیات کو اپنانا اپنے لئے لازمی قرار دیتا ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کی شاعری عام قبولیت کی سند سے محروم رہ جائیگی چونکہ انیسویں صدی کے ربع آخر میں اردو شاعری کا آفتاب نصف النہار تک جا پہنچا تھا اور اردو شاعری ایک مہذب وضع قطع کے سانچے میں ڈھل چکی تھی اور داغ دہلوی کے زبان و بیان کی دھوم مچی ہوئی تھی اور تمام شعراء، داغ، امیر مینائی اور اسیر لکھنوی جیسے بزرگوں کے رنگ اور ان کی زبان و بیان کی تقلید کر رہے تھے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت رضا بریلوی یا داغ دہلوی اور ان کے ہم عصر مشاہیر و معتدر شعراء کی زبان و بیان کا معیار کیا تھا؟ اور وہ کون سا وصف تھا جو قبولِ عام کا سبب تھا۔؟

اس سوال کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ زبان کی صحت کے ساتھ ساتھ سلاست، سادگی، پاکیزگی اور صفائی اس دور کی شاعری کا وصف اور مقدر تھی۔ چنانچہ

علامہ شمس بریلوی حضرت رضا بریلوی کی زبان کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"حضرت رضا قدس سرہ کی زبان کے سلسلے میں ان کے معاصرین کی شاعری سے پچھلے اوراق میں بہ طور نمونہ کچھ شعر پیش کئے ہیں تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ حضرت رضا اپنے معاصرین کا زبان دانی میں کہاں تک ساتھ دے سکے ہیں اور ان کی زبان کی شستگی، شگفتگی اور سلاست ان کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن میں نے حضرت رضا قدس سرہ جیسے باکمال نعت گو کی سلاست زبان اور اس کی شستگی کے لئے ان کے معاصرین کی عشقیہ شاعری کو پیش کیا ہے جیسا کہ کئی جگہ عرض کر چکا ہوں۔ عشقیہ شاعری میں زبان و بیان کے لئے حدود معین ہیں اور نہ ہی اس کے آداب و لوازم۔ آپ جس مضمون کو چاہیں زبان کی چاشنی، بیان کی ندرت اور انداز بیان کے تیکھے پن کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن نعت میں شاعر کو بڑی ہشیاری کے ساتھ حدود و آداب کے اندر رہتے ہوئے قدم اٹھانا پڑتا ہے نہ یہاں بے راہ روی کی گنجائش ہے اور نہ ہی بے باکی کی۔" [1]

اسی لئے تو جناب محسن کاکوروی نے تحدیث نعمت کے طور پر اپنی زبان و بیان کے بارے میں کہا تھا ؎

سخن کو رتبہ ملا ہے مری زباں کے لئے
زباں ملی ہے مجھے نعت کے بیاں کے لئے [2]

اور حضرت رضا بریلوی جناب محسن کاکوروی سے دو قدم آگے بڑھ کر فرماتے ہیں ؎

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعت نبی لکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ

۱؎ تحقیقی اور ادبی جائزہ۔ علامہ شمس بریلوی۔ مطبوعہ کراچی ص۲

۲؎ اردو میں نعتیہ شاعری۔ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق۔ مطبوعہ کراچی ص۳۲۵

ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان حضرت رضا بریلوی کے انداز بیان کی پذیرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"جس طرح ان کے بیان کی توضیح دشوار ہے اسی طرح انداز بیان کی توضیح دشوار ہے ان کا خلوص، ان کا جذبۂ صادق، ان کا والہانہ عشق، ان کی عقیدت، ان کا تبحر علم، ان کی روحانی بلندی، ان کی زباں دانی، ان کی فصاحت و بلاغت، ان کا تخیل، ان کا تفکر اور سب سے بڑھ کر ان کی پرکشش اور ہمہ جہت شخصیت ان کے انداز بیان کی قوس و قزح کے حسین رنگ میں ان رنگوں کے حسین امتزاج کا دوسرا نام جناب رضا کا انداز بیان ہے ؎

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعتِ نبی لکھنے کو روحِ قدس سے ایسی شاخ

اس شعر میں نازک خیالی، تخیل کی بلند پروازی، نکتہ آفرینی، خیال کی ندرت، فکر کا اچھوتا انداز اور جذبے کا تقدس قابل ستائش ہے۔ روح قدس سے طوبیٰ کی سب سے اونچی سیدھی شاخ کی طلب اور اس شاخ کے قلم سے نعتِ نبی لکھنے کی تمنا نے شعر کو فن کی اعلیٰ ترین منزلوں پر پہنچا دیا ہے۔ پھر یہی نہیں شاعر کے خلوص نے انداز بیان میں وہ مہک پیدا کر دی ہے جو انہیں کا حصہ ہے" ملا

چنانچہ غالب نے کیا ہی خوب کہا تھا ؎

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

ملاحظہ ہوں حضرت رضا قدس سرہٗ کے کلام سے زبان و بیان کی گلکاریاں۔ زبان کا لطف اٹھاتے ہوئے بے ساختگی کا مشاہدہ کیجیے۔ فرماتے ہیں ؎

ملا عرفانِ رضا۔ ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان، مطبوعہ اعظم گڈھ ص ۶۲/۶۳

غم ہو گئے بے شمار آقا — بندہ تیرے نثار آقا
بگڑا جاتا ہے کھیل میرا — آقا! آقا! سنوار آقا
مجبور ہیں ہم تو فکر کیا ہے — تم کو تو ہے اختیار آقا
گرداب میں پڑ گئی ہے کشتی — ڈوبا! ڈوبا! اتار آقا
تم وہ کہ کرم کو ناز تم سے — میں وہ کہ بدی کو عار آقا
جس کی مرضی خدا نہ ٹالے — میرا ہے وہ نامدار آقا

مصطفیٰ خیر الوریٰ ہو — سرورِ ہر دو سرا ہو!
اپنے اچھوں کا تصدق — ہم بدوں کو بھی نبا ہو
کس کے پھر ہو کر رہیں ہم — گر تمہیں ہم کو نہ چاہو
بد ہیں تم ان کی خاطر — رات بھر روؤ کرا ہو
ہم وہی قابل سزا کے — تم وہی رحمِ خدا ہو
وہ کلس روضے کا چمکا — سر جھکاؤ کج کلا ہو

راہ پر خار ہے کیا ہونا ہے — پاؤں افگار ہے کیا ہونا ہے
خشک ہے خوں کہ دشمن ظالم — سخت خونخوار ہے کیا ہونا ہے
تن کی اب کون خبر لے ہے ہے — دل کا آزار ہے کیا ہونا ہے
ہائے بگڑی تو کہاں آکر ناؤ — عین منجدھار ہے کیا ہونا ہے
ان کو رحم آئے تو آئے ورنہ — وہ کڑی مار ہے کیا ہونا ہے
ساتھ والوں نے یہیں چھوڑ دیا — بے کسی یار ہے کیا ہونا ہے

پھر نہ کروٹ لی مدینے کی طرف	ارے چل جھوٹ بہانے والے
حسن تیرا سا نہ دیکھا نہ سنا	کہتے ہیں اگلے زمانے والے
لب سیراب کا صدقہ پانی	اے لگی دل کی بجھانے والے
ہو گیا دھک سے کلیجہ میرا	ہائے رخصت کی سنانے والے
عاصیو تھام لو دامن ان کا	وہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے
ابر رحمت کے سلامی رہنا	پھلتے ہیں پودے لچکنے والے
دیکھ او زخم دل اپنے کو سنبھال	پھوٹ بہتے ہیں تپکنے والے
ارے یہ جلوہ گہ جاناں ہے	کچھ ادب بھی ہے پھڑکنے والے

مندرجہ بالا نمونۂ کلام حضرت رضا بریلوی کے کلام سے چھوٹی بحروں سے پیش کیا گیا۔ شعرا کے درمیان چھوٹی بحروں کی خاصی مقبولیت ہے۔ علامہ شمس بریلوی لکھتے ہیں۔

"چھوٹی چھوٹی بحروں میں غزلیں کہنا متوسطین اور متاخرین شعرا کا خاص وصف رہا ہے مومن، غالب، داغ، امیر مینائی وغیرہم کے یہاں یہ خاص انداز موجود ہے۔

چھوٹی چھوٹی بحریں لطف زبان کے اظہار کے لئے اختیار کی جاتی تھیں۔ داغ نے ان چھوٹی بحروں میں زبان کی شوخی اور بانکپن خوب دکھایا ہے۔

غزل کے لئے یہ میدان تو بڑا وسیع اور پرکیف ہے۔ لیکن نعت مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ ایک کڑی منزل ہے کہ چھوٹی بحروں میں مضمون آفرینی کی گنجائش بہت کم ہے مرکبات کی بندش ان میں سمونا ممکن نہیں ہوتا اور نعت میں جس قدر مضمون آفرینی ہوتی ہے اتنی ہی وہ پرکیف ہوتی ہے لیکن خامۂ رضا نے ان چھوٹی چھوٹی بحروں میں عجیب عجیب گلکاریاں کی ہیں۔" [۱]

اب ملاحظہ ہوں طویل اور لمبی بحروں میں حضرت رضا بریلوی کی زبان کی سلاست د

---

[۱] تحقیقی اور ادبی جائزہ۔ علامہ شمس بریلوی مطبوعہ کراچی ص ۹۴

روانی اور شوخی و بانکپن سے

مجھ سے بیکس کی دولت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے بے بس کی ثروت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ بیحد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے
ان ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

میل سے کس درجہ ستھرا ہے یہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

بائیں رستے نہ جا مسافر سن
مال ہے راہ مار پھرتے ہیں

کانٹا مرے جگر سے غم روزگار کا
یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے
بیکسی لوٹ لے خدا نہ کرے

چنانچہ حضرت رضا بریلوی کے قصیدۂ معراجیہ کی زبان پر اظہار خیال فرماتے ہوئے پروفیسر نظام الدین بیگ لکھتے ہیں:

"اس کی زبان نہایت سادہ، شستہ اور بامحاورہ ہے۔ روزمرہ کا برمحل اور مناسب استعمال قریب قریب ہر شعر میں نظر آتا ہے۔ زبان کی سلاست یہاں تک ملحوظ رکھی گئی ہے کہ آیات کریمہ یا احادیث کی تلمیحات تک سے امکانی طور پر بچانے کی کوشش کی گئی ہے جبکہ معراج کے ذکر میں ایسا کرنا بہت دشوار ہے۔ ایسا نہیں کہ امام احمد رضا کی فکر نے ان مقامات کو چھوا تک نہیں جہاں تلمیح کے علاوہ کوئی چارہ نہیں بلکہ ان مقامات کو ایسے سلیس انداز میں بیان کرتے ہیں جہاں اس کی ضرورت ہی ختم ہو جاتی ہے اور مطلب واضح ہو جاتا ہے مثلاً قاب قوسین کی ترجمانی دیکھئے ؎

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

عربی اور فارسی کے ایسے الفاظ جو صوتی اعتبار سے سماعت پر گراں گذرتے ہیں بہت کم استعمال ہوتے ہیں بیشتر خالص اردو کے مترنم الفاظ مصرعوں میں نگینے کی طرح جڑے ہوئے ہیں۔ ملاحظہ ہوں ؎

خبر یہ تحویل مہر کی تھی کہ رت سہانی گھڑی پھرے گی
وہاں کی پوشاک زیب تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے
اٹھی جو گرد رہِ منور وہ نور برسا کہ راستے بھر
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل امنڈ کے جنگل ابل رہے تھے

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام احمد رضا کی زبان کی یہ شستگی مرئی اور غیر مرئی دونوں بھی مرئی اس لحاظ سے کہ فن شاعری کے ذوق نے انہیں اساتذۂ فن کے افکار سے آشنا کیا ہوگا۔ ان کا زمانہ باعتبار ترقی زبان کلاسکی عہد ہے یہ وہ زمانہ ہے جس میں

داغ دہلوی کی فصیح البیانی اور سحر طرازی کا طوطی بول رہا تھا۔ کوئی وجہ نہیں کہ داغ کی شیریں بیانی حضرت رضا کے گوش زمزمہ نوش نہ ہوئی ہو جبکہ ان کے برادر خورد مولانا محمد حسن رضا خاں داغ کے شاگرد تھے۔ لہٰذا زبان کی سادگی اور صفائی پر بطور خاص ان کی توجہ رہی ہوگی۔

زبان کی سادگی غیر مرئی اس لحاظ سے کہہ رہا ہوں کہ ان کے تہنیت نامۂ معراج میں مضامین کی آورد نہیں بلکہ آمد ہی آمد ہے۔ بیان میں تصنع کے بجائے خلوص کی کارفرمائی ہے ان کی فکر شعری کے سوتے ذہن سے نہیں بلکہ قلب کی گہرائیوں سے پھوٹتے ہیں۔ اپنے معراج نامے میں امام احمد رضا نے عروسِ فن کے لب و رخسار کو خالص اردو الفاظ اور بندشوں کے سامانِ آرائش سے سجایا ہے اور اس کاوش میں ایک ماہر فن کی چابک دستی کا پورا پورا ثبوت فراہم کر دیا ہے۔ بالفاظِ دیگر اس میں فن کے تمام محاسن موجود ہیں جو ایک اچھے فن پارے میں ضروری سمجھے جاتے ہیں۔" [۱]

ملاحظہ فرمائیں کلام رضا سے بیان کی وجد آفریں جھلکیاں جو دیدنی ہیں ؎

بکار خویش حیرانم اغثنی یا رسول اللہ
پریشانم پریشانم اغثنی یا رسول اللہ

ندارم جز تو ملجائے ندانم جز تو ماوائے
توئی خود ساز و سامانم اغثنی یا رسول اللہ

شہا بیکس نوازی کن طبیبا چارہ سازی کن
مریض درد عصیانم اغثنی یا رسول اللہ

اگر رانی و گر خوانی غلامم انت سلطانی
دگر چیزے نمی دانم اغثنی یا رسول اللہ

بچشم رحمتم پرور ز قطمیرم مسنہ کمتر
سگ درگاہِ سلطانم اغثنی یا رسول اللہ

---

[۱] قصیدہ معراجیہ۔ پروفیسر مرزا نظام الدین بیگ، مطبوعہ کراچی ص ۳/۳۱

رحمتے ایت سائل بے پر تو ئی سلطانِ لاتہر
شہا بہر ازیں خواہم اغثنی یارسول اللہ

جن و بشر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ بارگاہ مالک جن و بشر کی ہے

شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام
خوبی انہیں کی جوت سے شمس و قمر کی ہے

سب بحر و بر سلام کو حاضر ہیں السلام
تملیک انہیں کے نام تو ہر بحر و بر کی ہے

سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں السلام
کلمے سے تر زبان درخت و حجر کی ہے

عرض و اثر سلام کو حاضر ہیں السلام
ملجا یہ بارگاہ دعا و اثر کی ہے

شوریدہ سر سلام کو حاضر ہیں السلام
راحت انہیں کے قدموں میں شوریدہ سر کی ہے

خستہ جگر سلام کو حاضر ہیں السلام
مرہم یہیں کی خاک تو خستہ جگر کی ہے

سب خشک و تر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ جلوہ گاہ مالک ہر خشک و تر کی ہے

سب کر و فر سلام کو حاضر ہیں السلام
ٹوپی یہیں تو خاک پہ ہر کر و فر کی ہے

اہل نظر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ گرد ہی تو سرمہ سب اہل نظر کی ہے
آنسو بہا کے بہہ گئے کالے گنہ کے ڈھیر
ہاتھی ڈباؤ جھیل یہاں چشم تر کی ہے

بے بسی ہے جو مجھے پرسشِ احوال کے وقت
دوستو ! کیا کہوں اُس وقت تمنا کیا ہے
کاش فریاد مری سن کے یہ فرمائیں حضور
ہاں کوئی دیکھو یہ کیا شور ہے غوغا کیا ہے
کون آفت زدہ ہے کس پہ بلا ٹوٹی ہے
کس مصیبت میں گرفتار ہے صدمہ کیا ہے
کس سے کہتا ہے کہ للہ خبر لیجے مری
کیوں ہے بے تاب یہ بے چینی کا رونا کیا ہے
اس کی بے چینی سے ہے خاطر اقدس پہ ملال
بے کسی کیسی ہے پوچھو کوئی گذرا کیا ہے
یوں ملائک کریں معروض کہ اک مجرم ہے
اس سے پرسش ہے بتا تو نے کیا کیا کیا ہے
آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہِ رسل
بندہ بیکس ہے شہا رحم میں وقفہ کیا ہے
اب کوئی دم میں گرفتارِ بلا ہوتا ہوں
آپ آجائیں تو کیا خوف ہے کھٹکا کیا ہے

سن کے یہ عرض مری بحرِ کرم جوش میں آئے
یوں ملائک کو ہوا ارشاد ٹھہرنا کیا ہے

کس کو تم موردِ آفات کیا چاہتے ہو
ہم بھی تو آ کے ذرا دیکھیں تماشا کیا ہے

ان کی آواز پہ کر اٹھوں میں بے ساختہ شور
اور تڑپ کر یہ کہوں اب مجھے پروا کیا ہے

لو وہ آیا مرا حامی مرا غم خوارِ امم
آ گئی جاں تنِ بے جاں میں یہ کہنا کیا ہے

پھر مجھے دامنِ اقدس میں چھپا لیں سرور
اور فرمائیں ہٹو اس پہ تقاضہ کیا ہے

اس طرح یہ پوری نظم اندازِ بیان کی ایک ایسی اچھوتی مثال ہے جس کا کوئی جواب نہیں۔ چند اور منتخب اشعار اسی قبیل کے ملاحظہ ہوں ؂

قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے
بیکسی لوٹ لے خدا نہ کرے

یہ وہی ہیں کہ بخش دیتے ہیں
کون ان جرموں پہ سزا نہ کرے

سب طبیبوں نے دے دیا ہے جواب
آہ عیسیٰ اگر دوا نہ کرے

دل میں روشن ہے شمع عشق حضور
کاش جوشِ ہوس ہوا نہ کرے
لے رضا سب چلے مدینے کو -!
میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے

حضرت رضا بریلوی کا یہ سارا وصف یہ ساری خوبیاں کسی استاد کی رہنمائی کی بدولت نہیں حاصل ہوئی تھیں بلکہ مبدا فیاض نے خود اپنی جانب سے تبحر علمی کی شکل میں مرحمت فرمائی تھیں جس کی وجہ سے انہیں کسی استاد کی رہنمائی کی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوئی۔ تبحر علمی نے ان کے اسلوب نگارش کو اتنا پختہ بنا دیا تھا کہ ان کی انشاء پردازی میں کسی کو انگشت نمائی کا موقع ہی نہیں ملتا۔ ان کے تبحر علمی کا یہ عالم تھا کہ جب وہ کسی مفہوم کو تحریر کا جامہ پہنانے کا ارادہ کرتے تو الفاظ معانی کے تناسب سے خود تحریر کا لباس زریں پہن کر اتر آتے۔ چنانچہ ایک فاضل ملک شیر محمد خاں اعوان اپنے مقالہ مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری میں رقمطراز ہیں۔

"مولانا کے اشعار علم و عرفان کی ایک دنیا اپنے اندر پنہاں رکھتے ہیں۔ مرزا سودا کے متعلق کہا گیا تھا کہ وہ الفاظ کے بادشاہ تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے جس لفظ کو چاہتے شعر میں چسپاں کر دیتے اور وہاں یہ لفظ نگینے کی طرح جڑ جاتا اگر اسے نکال کر کوئی اور لفظ استعمال کیا جاتا تو کلام کا مزہ پھیکا پڑ جاتا میں مولانا کے متعلق بھی بجا طور پر کہہ سکتا ہوں کہ وہ الفاظ و معانی کے بادشاہ تھے" [۱]

---

[۱] مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری - ملک شیر محمد خاں اعوان، مطبوعہ لاہور ص ۳۶

(۳)

علاقائی بولیوں سے واقفیت

مقامی بولیوں میں نعت گوئی

حضرت رضا بریلوی علاقائی اور مقامی بولیوں پر بھی عالمانہ دسترس رکھتے تھے ان کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" کے غائر مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علاقائی اور مقامی بولیوں سے کس حد تک واقف تھے وہ الفاظ یا وہ بولیاں جو مختلف بلا د وامصار کے علاقوں میں بولی جاتی تھیں یا بولی جاتی ہیں جو معنوی نقطۂ نگاہ سے ادب میں جگہ پانے کی مجاز تھیں مگر حضرت رضا بریلوی کے عہد تک کے شاعروں اور ادیبوں کی فکری جولانگاہ بننے سے محروم رہ گئی تھیں ان ارباب سخن نے ان الفاظ کو محض نامانوسیت کی بنا پر نظر انداز کر دیا تھا۔ مگر ایک شاعر وادیب کا یہ طریقہ کار قطعی نہیں ہونا چاہیئے کہ لفظ کی وسعت ومعنویت کے باوجود اس کو فراموش کر دے بلکہ ایک شاعر وادیب کو اپنے مضافات میں بولے جانے والے الفاظ پر گہری نظر رکھتے ہوئے ان کو اپنی نگارشات میں مزین کر کے ان کو فروغ دینا چاہیئے۔

جب ہم اس نقطۂ نظر سے حضرت رضا بریلوی کے کلام کا جائزہ لیتے ہیں تو اس طرح کے الفاظ ان کے کلام میں اچھی خاصی تعداد میں ملتے ہیں۔ چونکہ مقالہ نگار مشرقی اتر پردیش کا متولد ومتوطن ہے اس لئے مشرقی اتر پردیش میں بولے جانے والے الفاظ اور بولیوں سے کافی حد تک واقفیت رکھتا ہے اس لئے کلام رضا سے ایسے الفاظ کے انتخاب میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے مگر اس کے باوجود بھی جن علاقوں کی بولیوں سے قدرے شناسائی ہے اس کی بھی نشاندہی کی جائے گی۔ ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی حضرت رضا بریلوی کی اسی بصیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:

"اب میں دو چار منٹ آپ کے اور لوں گا تاکہ امام احمد رضا خاں صاحب کی زندگی کا وہ گوشہ پیش کروں جس میں ان کی ذات سب سے زیادہ کامیابی سے جھلکتی ہے یعنی ان کی نعت گوئی۔ ملاحظہ فرمایئے کہ ان کی نعتوں میں پہنچ کر الفاظ نئی معنویت حاصل کر لیتے ہیں۔ میں آج ہی پڑھ رہا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو پستیوں

سے ابھار کر یعنی آدمیوں کو پستیوں سے نکال کر انسانیت کی منزل تک پہنچا دیا اور اچانک میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کی قدر و منزلت کی امام احمد رضا نے اپنی نعتوں میں اردو کے الفاظ کی وہی قدر و منزلت کی یہ پست اور حقیر الفاظ ان کے یہاں آکر بلند تر مقام پر پہنچ جاتے ہیں مثلاً ؎

میل سے کس درجہ ستھرا ہے یہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

یہ شعر جب میرے سامنے آیا تو میں نے غور کیا کہ یہ لفظ تو ہمارے بچے بھی نہیں جانتے کہ کورا کرتا کسے کہتے ہیں۔ لیکن قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ کورا کرتا ہمیں لباس تقویٰ کی طرف لے جاتا ہے جو قرآن کی ایک مستقل اصطلاح ہے یعنی جو لباس تقویٰ کا ہے وہی سب سے اچھا لباس ہے۔" مثلاً یہ دوسرا شعر ملاحظہ ہو ؎

کیا بنا نام خدا اسریٰ کا دولہا نور کا
سر میں سہرا نور کا بر میں سہانا نور کا

اب آپ یہ دیکھئے کہ شادی کی نسبت سے رسوم اور یہ معراج نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ہر لمحہ معراج ہے اور معراج کا واقعہ معراج کبریٰ ہے اس معراج کبریٰ سے یہ لفظ دولہا جس طرح ایک نقطہ معراج کی طرح یہاں آتا ہے اس کا جواب نہیں۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی اردو کی لغت مرتب فرما رہے ہیں اور آپ یہ غور فرمائیے کہ آج واقعی اردو کی لغت مرتب کرنے میں سہرا نور کا، اعلیٰ نور کا، اجلا نور کا، توڑا نور کا یہ وہ الفاظ ہیں جو اردو میں متروک ہو جاتے اگر امام احمد رضا خاں نے ان کو اپنی نعتوں میں استعمال نہ کیا ہوتا۔" [1]

---

[1] معارف رضا شمارہ ۱۹۸۳ء مطبوعہ کراچی صفحہ ۶۴/۶۵

چنانچہ حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں ؎

وہ سرگرم شفاعت ہیں عرق افشاں ہے پیشانی
کرم کا عطر صندل کی زمیں رحمت کی گھانی ہے [1]

لفظ گھانی مشرقی اتر پردیش کے مضافاتی علاقوں میں بولا جاتا ہے خصوصاً ان اضلاع کے دیہی علاقوں میں جو سرحدوں سے جا ملتے ہیں خود مقالہ نگار نے اس لفظ کو بارہا اپنی دادی کی زبان سے سنا ہے ؎

کبھی زندگی کے ارماں کبھی مرگ نو کا خواہاں
وہ جیا کہ مرگ قرباں وہ موا کہ زیست لایا
کہے روح ہاں جلایا [2]

اسی طرح لفظ جیا اور موا بھی ہے جو جینے اور مرنے (زندگی اور موت) کی جگہ بولا جاتا ہے اور خصوصاً اس لفظ کو مشرقی اتر پردیش کے مضافاتی علاقوں میں اہل ہنود، بولتے ہیں ؎

یاں بھی داغ سجدۂ طیبہ ہے تمغا نور کا
اے قمر کیا تیرے ہی ماتھے ہے ٹیکا نور کا [3]

لفظ ٹیکا جو قشقہ (اور بندیا) کا ہم معنی ہے تقریباً پورے ہندوستان کے شمالی علاقوں میں بولا جاتا ہے جس کو اہل ہنود اپنی عام بول چال کی زبان میں استعمال کرتے ہیں ؎

تاج والوں کا یہاں خاک پہ ماتھا دیکھا
سارے داراؤں کی دارا ہوئی دارائی دوست [4]

---

[1] حدائق بخشش اول مطبوعہ کھیونڈی ص۱۳
[2] حدائق بخشش دوم مطبوعہ کھیونڈی ص۱۱۵
[3] 〃 〃 دوم 〃 ص۹
[4] 〃 〃 اول 〃 ص۳۲

اسی طرح لفظ ماتھا کا استعمال بھی بالکل لفظ ٹریکا کی طرح ہے ؂

ہم بھی چلتے ہیں ذرا قافلے والو ٹھہرو!
گٹھریاں توشۂ امید کی بندھ جانے دو [۱]

لفظ گٹھری بھی مشرقی اضلاع کے سرحدی مضافاتی علاقوں میں بولا جاتا ہے ؂

وسط گلستاں میں ہر نہر کے ہر سمت دوب
دوب میں بوٹے ہزار بوٹوں میں درِّ عدن [۲]

حضرت رضا بریلوی نے اس شعر میں لفظ دوب کا استعمال کیا ہے۔ دوب ایک مخصوص گھاس ہوتی ہے جس کو جانور بہت پسند کرتے ہیں یہ حضرت رضا بریلوی کی اپنی انفرادیت ہے کہ اس لفظ کو اپنے نعتیہ قصیدہ میں استعمال فرمایا۔ اس لفظ کو بھی مشرقی اتر پردیش کے مضافات میں استعمال کیا جاتا ہے اور خصوصاً وہ لوگ استعمال کرتے ہیں جو زراعت پیشہ ہیں ؂

جب سے شہ سلج نے زکِ شہ ایراں کو دی
سکۂ زر کے عوض کوڑیوں کا ہے چلن [۳]

لفظ کوڑی کا شمار مقامی بولیوں کے زمرے میں ہوتا ہے ؂

کچھ ترے پروانے کو نام کی پروا نہ ہو
لاکھ جلیں ساتوں شمع بارہ کنول نو لگن
کائی بندھے دھارے پہنچے کر مچھلی ڈگن [۴]

---

[۱] حدائق بخشش کامل مطبوعہ کراچی ص۳۰۸
[۲] ” ” حصہ سوم مطبوعہ بریلی ص۱۲
[۳] ” ” ” ” ” ” ص۱۳ [۴] حدائق بخشش حصہ سوم مطبوعہ بریلی ص۱۵

حضرت رضا بریلوی نے مذکورہ دونوں اشعار میں لفظ "لگن" اور "ڈگن" کا استعمال فرمایا ہے۔ لگن ایک مخصوص برتن ہے جو طشت یا ٹب کو کہتے ہیں۔ یوں ہی لفظ ڈگن اس چھڑ یا اس آلہ کو کہتے ہیں جس کا استعمال مچھلی کے شکار کے لئے کیا جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت رضا بریلوی نے صرف لفظ ڈگن ہی نہیں استعمال فرمایا بلکہ ساتھ ہی میں لفظ مچھلی کا بھی استعمال فرمایا ہے تاکہ وہی معنیٰ مخصوص مراد لیا جائے۔ یعنی شکار کرنے کا آلہ۔ یہ لفظ مشرقی اترپردیش کے علاقوں میں بولا جاتا ہے ؎

ڈالیں ہری ہری ہیں تو بالیں بھری بھری
کشت امل پری ہے یہ بارش کدھر کی ہے [۱]

سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں
ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے [۲]

حضرت رضا بریلوی نے مذکورہ دونوں اشعار میں لفظ "بال"، "گنوار"، "بھیک بھر" کا استعمال علاقائی زبان میں کیا ہے۔ اور "بھیک بھر" کا استعمال "ذرا سے" کے مفہوم میں انتہائی حسین طریقے پر ہوا ہے جو محاوراتی استعمال بھی ہے ؎

آنکھیں یہ نہیں سبزۂ مژگاں کے قریب
چرتے ہیں فضائے لامکاں میں آہو۔ [۳]

بحر و بر، شہر و قریٰ سہل و حزن دشت و چمن
کون سے چک پہ پہنچتا نہیں دعویٰ تیرا [۴]

---

[۱] حدائق بخشش حصہ دوم مطبوعہ بھیونڈی ص ۱۲۵

[۲] " " " " ص ۱۵

[۳] " " مکمل مطبوعہ کراچی ص ۳۲۸ [۴] حدائق بخشش مکمل مطبوعہ کراچی ص ۲۳۴

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھکو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا ۱

آب تطہیر سے جس میں پودے جمے
اس ریاض نجابت پہ لاکھوں سلام
لفظ "چرنا، جمک، ڈورا، جمنا" وغیرہ علاقائی بولیاں ہیں ؎
آخر حج غم امت میں پریشاں ہو کر
تیرہ بختوں کی شفاعت کو سدھارے گیسو ۲

ہائے رے ذوق بیخودی دل جو سنبھلنے سا لگا
چھک کے مہک میں پھول کی گرنے لگی صبا کہ یوں ۲

تیرے ابرو کے تصدق پیارے
بند کرّے ہیں گرفتاروں کے ۳

مذکورہ اشعار میں حضرت رضا بریلوی نے لفظ "سدھارے، چھک" اور "کرّے" کا استعمال کیا ہے۔ یہ الفاظ جنوبی اترپردیش کے مضافاتی علاقوں میں بولے جاتے ہیں۔
چند اشعار اور ملاحظہ ہوں ؎

۱۔ حدائق بخشش مکمل مطبوعہ کراچی ص ۹۰
۲۔ " " " " " ص ۶۹
۳۔ " " " " " ص ۱۶۲

عاقلوں کی نظر سیدھی رہے
بوروں کا بھی کام ہو ہی جائے گا [1]

منزل کڑی ہے شانِ تبسم کرم کرے
تاروں کی چھاؤں نور کے تڑکے سفر کریں [2]

حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضاؔ
لوٹ جاؤں پا کے وہ دامانِ عالی ہاتھ میں [3]

مندرجہ بالا اشعار میں لفظ "بوروں"، "تڑکے" اور "لوٹ جاؤں" مقامی اور علاقائی بولیوں میں شامل ہیں۔ چنانچہ کچھ علاقائی اور مقامی بولیوں کی نشاندہی عبدالنعیم عزیزی نے بھی کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ لفظ "بجار" جو سانڈ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور خاص طور سے روہیل کھنڈ یعنی بریلی کے علاقوں میں بولا جاتا ہے۔ لفظ "اہلا" سیلاب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور خاص طور سے بریلی کے علاقے میں بولا جاتا ہے اور دیسی لفظ ہے۔ اس کا استعمال حضرت رضاؔ نے کیا ہے اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ۔ ملاحظہ ہو:

نفس یہ کوئی چال ہے ظالم!
جیسے خاصے بجار پھرتے ہیں

---

[1] حدائقِ بخشش (کامل)، مطبوعہ کراچی ص ۲۹
[2] " " " " ص ۷۵
[3] " " " " ص ۸۰

پڑتی ہے نوری بھرن امڈا ہے دریا نور کا
سر جھکا اے کشتِ کفر آتا ہے اہلا نور کا [1]

چنانچہ ایک مقام پر اور لکھتے ہیں:

"بھرن برسانا" ویسے تو اس سے مراد بارش برسانے کے ہیں لیکن بھرن ہندوستانی رسم و رواج کی ایک علامت بھی ہے۔ راجستھانی راجاؤں کے یہاں یہ رواج تھا کہ جب انہیں کوئی درباری یا رعایا کا کوئی فرد خراج و نذر یا ڈالی وغیرہ پیش کرتا تھا تو وہ اسے اس کے منصب و عہدہ یا اس کی سماجی اور شہری اسٹیٹس کے مطابق اسے بھرن عطا کرتے تھے یعنی ایک طرح سے اکرام و انعام یا خلعت کے طور پر۔

بھرن ایک پیمانہ ہوتا تھا اور دھات کا ایک برتن جو لگن کی طرح ہوتا تھا اسے بھرن کہتے تھے۔ اسی برتن میں اناج یا زر و جواہر یا کپڑے وغیرہ بھر کر راجستھانی راجے عطا کرتے تھے۔ اسی کو بھرن دینا یا بھرن برسانا کہا جاتا تھا۔ ابھی یہ رواج میواڑی راجاؤں میں قبل آزادی ہندوستان تک پایا جاتا تھا۔" [2]

چنانچہ حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں ؎

برسے کرم کی بھرن پھولیں نعم کے چمن
ایسی چلا دو ہوا تم پہ کروڑوں درود [3]

حضرت رضا بریلوی کی بہت سی نعتیں مقامی بولیوں کی آئینہ دار ہیں ان کی ایک شہرہ آفاق نعت جو محاسبۂ نفس سے متعلق ہے مکمل طور سے مقامی بولیوں کی رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں ؎

---

[1] کلام رضا کے نئے تنقیدی زاویئے۔ عبدالنعیم عزیزی مطبوعہ بریلی ص ۱۵/۱۶

[2] " " " " " ص ۱۳

[3] حدائق بخشش حصہ دوم مطبوعہ دوم مطبوعہ بھیونڈی ص ۳۰

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا
ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے

سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے

جگنو چمکے پتہ کھڑکے مجھ تنہا کا دل دھڑکے
ڈر سمجھائے کوئی پون ہے یا اگیا بیتالی ہے

بادل گرجے بجلی تڑپے دھک سے کلیجہ ہو جائے
بن میں گھٹا کی بھیانک صورت کیسی کالی کالی ہے

پاؤں اٹھا اور ٹھوکر کھائی پھر سنبھلا اور اوندھے منہ
مینہ نے پھسلن کر دی ہے اور دھر تک کھائی نالی ہے

دنیا کو تو کیا جانے یہ بس کی گانٹھ ہے حرافہ
صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے

شہد دکھائے زہر پلائے قاتل ڈائن شوہر کش
اس مردار پہ کیا للچایا دنیا دیکھی بھالی ہے

مولیٰ تیرے عفو و کرم ہوں میرے گواہ صفائی کے
ورنہ رضا سے چور پہ تیری ڈگری تو اقبالی ہے

حضرت رضا بریلوی کا قصیدۂ معراجیہ بھی مقامی بولیوں کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔
چند چیدہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے

یہ جوت پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آبِ رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حبابِ تاباں کے تھل ٹکے تھے

وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لئے تھے

بچا جو تلووں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ روغن
جنہوں نے دولہا کی پائی اترن وہ پھول گلزارِ نور کے تھے

اٹھی جو گردِ رہِ منور وہ نور برسا کہ راستے بھر
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل امڈ کے جنگل ابل رہے تھے

روش کی گرمی کو جس نے سوچا دماغ سے اک بھبھوکا پھوٹا
خرد کے جنگل میں پھول چمکا دہر دہر پیڑ جل رہے تھے

ہوا نہ آخر کہ ایک بجرا تموّجِ بحرِ ہو میں ابھرا
دنیٰ کی گودی میں ان کو لے کر فنا کے لنگر اٹھا دیئے تھے

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنا۔
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا ردی تھی کیا کیسے قافیے تھے

(۳۱)

حضرت رضا بریلوی کے

قصائد، رباعیات، مثنوی و مسدس میں

نعتیہ شاعری کا جائزہ

قصیدہ

حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" اول دوم اور سوم میں ان کے قصائد کی کل تعداد تقریباً بارہ ہے۔ جن میں چار قصائد حصہ اول و دوم میں ہیں اور چھ[۱] قصائد حصہ سوم میں حصہ اول میں جو قصائد ہیں ان کا پس منظر اس طرح ہے۔

(۱) قصیدۂ نوریہ
(۲) قصیدۂ درودیہ
(۳) قصیدۂ سلامیہ
(۴) قصیدۂ معراجیہ (موسوم بہ "در تہنیت شادی اسریٰ")

اور حدائق بخشش حصہ سوم میں جو قصائد ہیں ان کا پس منظر اس طرح ہے۔

(۱) قصیدہ درشان حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲) قصیدہ درشان حضرت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۳) قصیدہ درشان ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
(۴) قصیدہ درشان حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
(۵) قصیدہ در اصطلاحات علم ہیئت و نجوم
(۶) قصیدہ درشان حضرت ابوالحسین احمد نوری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ

حدائق بخشش حصہ سوم میں دو غیر مکمل قصیدوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔

(۱) قصیدہ در اصطلاحات علمیہ
(۲) قصیدہ دربیان آمد بہار ماہ ربیع الاول شریف[۱]

---

[۱] ان کے علاوہ حضرت رضا بریلوی کے دوسرے قصیدوں کا ذکر بھی الگ سے ملتا ہے۔ جیسے۔ قصیدہ تان رالعتان۔ اور قصیدہ "آمال الابرار" وغیرہ۔ سراج احمد بستوی

مگر حضرت رضا بریلوی نے ہر ایک قصیدہ میں نعت کی فضا کو بدرجۂ اتم قائم رکھا ہے۔ کسی بھی قصیدے میں نعت کی فضا کو مجروح و مکدر نہیں ہونے دیا ہے۔

جناب نظیر لدھیانوی حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ دیوان، حدائق بخشش" حصہ سوم کے قصائد پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"حدائق بخشش، حصہ سوم میں مولانا کے اور بھی کئی اعلیٰ پائے کے قصائد درج ہیں اور بعض سخت مشکل زمینوں میں ہیں۔ شعراء اردو میں صرف مومن خاں مومن نے اہل دول کے بجائے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی مدح میں قصائد کہے ہیں۔ مومن کے بعد صرف حضرت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ کے مجموعۂ کلام میں ایسے بلند پایہ قصائد نظر آتے ہیں۔ جن میں خلفاء راشدین اور پیشوایانِ دین کے مناقب اور فضائل بیان کیے گئے ہیں .... حدائق بخشش حصہ سوم میں کئی نادر چیزیں ہیں ان میں ایک سو پچپن اشعار کا وہ نعتیہ قصیدہ بھی ہے جس میں علم ہیئت اور نجوم کی اصطلاحات کے حوالے ہیں۔ یہ قصیدہ اردو ادب میں بے نظیر ہے۔ اس کا مفصل ذکر میں آخر میں کروں گا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مدح میں جو قصیدہ ہے اس کی زمین نہایت مشکل اور قوافی کا میدان نہایت تنگ ہے۔ پھر بھی اشعار کی تعداد دو سو سولہ ہے اس قصیدہ میں آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جملہ فضائل کے علاوہ عام شعرا کی روش کے مطابق حضرت عمر کے اسپ رہوار رفتار اور تیغ براں کی تعریف میں بھی متعدد اشعار لکھے ہیں۔ یہ تمام قصائد اپنی ایک انفرادی حیثیت رکھتے ہیں"۔ [۱]

حضرت رضا بریلوی کے جتنے بھی قصائد کا ذکر ملتا ہے وہ سب کے سب مذہبی ہیں اسلئے کہ حضرت رضا بریلوی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے اہلبیت کے علاوہ دیگر لوگوں کی مدح سرائی گوارا نہیں رکھتے تھے اس سلسلے میں وہ اپنے ضمیر کی آواز کو بلند کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

---

[۱] کلام رضا نظیر لدھیانوی۔ مطبوعہ اعظم گڑھ ص ۲۳، ۸۲

کروں مدح اہل دول رضاؔ پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

حضرت رضاؔ بریلوی سے قبل فائزؔ دہلوی نے بھی کچھ اسی طرح کی بات کہی تھی وہ فرماتے ہیں
"میں نے لوگوں کی مدح نہیں کی کہ اس سے گدائی کی بو آتی ہے۔ قدماء اس معاملے میں مجبور
تھے اس لئے کہ بادشاہوں کی فرمائش سے شعر کہتے تھے یا ان کی مدح میں تاکہ تقرب کا ذریعہ
ہاتھ آئے۔ میں ان دونوں سے بری ہوں کیونکہ اپنی نشانی چھوڑنے کے سوا کوئی غرض اور مطلب
نہیں ہے اور بادشاہِ حقیقی کے سوا کوئی مدح کے قابل نہیں ہے۔ یا ائمہ ہدیٰ کی مدح کرنی چاہئے
کہ موجب ثواب اور کار خیر ہے۔ دنیوی اغراض کے لئے اپنے مثل کو سراہنا عقل کے نزدیک مستحسن
نہیں۔" [1]

قصیدہ کے چار ارکان ہیں: (۱) تشبیب یا نسیب (۲) گریز (۳) مدح یا ذم (۴) دعا
تشبیب کا پہلا شعر قصیدہ کا پہلا شعر مطلع ہوتا ہے اور یہیں سے شاعر کے کمال کا امتحان شروع ہو جاتا
ہے۔ مطلع کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ بلند پایہ اور شگفتہ ہو۔ اس میں کوئی نئی اور جدت آمیز بات
بیان کی جائے تاکہ سننے والا ہمہ تن گوش ہو جائے اور بعد کے اشعار کا اچھا اثر مرتب ہو۔ [2]
حضرت رضاؔ بریلوی نے اپنے تمام قصائد میں مذکورہ شرائط کا اہتمام رکھا ہے چنانچہ جب وہ
قصیدۂ سراجیہ کا آغاز فرماتے ہیں تو اس کی تشبیب کا آغاز اس طرح کرتے ہیں ؎

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

اور اپنے شہرۂ آفاق قصیدہ "قصیدہ در اصطلاحات علم ہیئت و نجوم" کی تشبیب کا
آغاز اس طرح فرماتے ہیں ؎

---

[1] قصیدہ نگاران اتر پردیش۔ علی جواد زیدی۔ مطبوعہ لکھنؤ ص ۵۲
[2] اردو میں قصیدہ نگاری۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر۔ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۸۱

خالقِ افلاک نے طرفہ کھلائے چمن
اک گُلِ سوسن میں ہیں لاکھوں گُلِ یاسمن

ڈاکٹر ابو محمد سحر نے قصیدے کے لئے ایک اور شرط بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"تشبیب کے لئے ایک اور شرط بیان کی گئی ہے کہ اس کے اشعار مدح سے زیادہ نہ ہوں۔ ابن رشیق نے اس کو قصیدے کے معائب میں شمار کیا ہے کہ تشبیب زیادہ ہو اور مدح کم ہو"[1]

حضرت فاضل بریلوی نے اس شرط کا بھی پوری طرح التزام رکھتے ہوئے نعت گوئی کی فضا کو قائم رکھا ہے۔

قصیدہ کا دوسرا رکن گریز ہے۔ گریز کی یہ خصوصیت ہے کہ تشبیب اور مدح کے درمیان ربط پیدا کرنے کے لئے شاعر کو اپنی تمام تر قابلیت اور صلاحیت کا ثبوت بہم پہونچانا پڑتا ہے۔ نفس الامر میں قصیدہ گو کی صلاحیت کی کسوٹی یہی گریز ہے۔ گریز کی بدیع صور توں کے ذریعہ تشبیب اور مدح کے مضمون کو جس قدر ہم آہنگ دکھایا جائے گا اسی قدر شاعر کے کمال کا اعتراف کیا جائے گا۔ چنانچہ ڈاکٹر ابو محمد سحر لکھتے ہیں۔

"گریز کا سب سے بڑا حسن یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تشبیب کہتے کہتے شاعر مدح کی طرف اس طرح گھوم جائے جیسے بات میں بات پیدا ہو گئی ہو۔ گریز کی یہی وہ خوبی ہے جس کی وجہ سے وہ قصیدہ کا مہتم بالشان حصہ اور شاعر کے کمال کا معیار سمجھا جاتا ہے۔ گریز ایک شعر کے ذریعہ سے بھی کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ ایک سے زائد اشعار بھی استعمال کئے جاتے ہیں" [2]

چنانچہ حضرت رضا بریلوی اپنے قصیدہ در اصطلاحات علم ہیئت و نجوم میں گریز کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

---

[1] اردو میں قصیدہ نگاری۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر۔ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۹

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ص ۲۱/۳۰

مدحتِ غائب ہوئی شوق کی آتش فروز
گل کی حضوری میں ہو بلبلِ جاں نغمہ زن
جانِ دو عالم نثار وہ ہے مرا تاجدار
جس کو کہیں جان و دیں جانِ من ایمانِ من
مدحِ حسیناں نہ کہہ وصفِ امیراں نہ کر
خلق انہیں کی حسیں خلق انہیں کا حسن

اس قصیدہ میں حضرت رضا بریلوی نے تین اشعار کے ذریعہ گریز کیا ہے۔

قصیدہ کا تیسرا رکن مدح ہے اور نعتیہ قصائد میں مدح کو مغز و داغ کی مانند اہمیت حاصل ہے اس لئے کہ اس میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کی سعادت حاصل ہوتی ہے نعت گو کو اپنی سکت بھر جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب ان کے جود و کمال کو نئی نئی جہتوں اور سمتوں میں بیان کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس رکن پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر ابو محمد سحر رقمطراز ہیں۔

"قصیدہ کا تیسرا حصہ مدح ہے جس میں شاعر ممدوح کے اوصاف بیان کرتا ہے اس کے عموماً دو ضمنی اجزا ہوتے ہیں۔ گریز کے بعد پہلے ممدوح کی تعریف صیغہ غائب میں کی جاتی ہے جس کو مدح غائب کہتے ہیں پھر براہِ راست ممدوح کو خطاب کر کے تعریف کی جاتی ہے اس کو مدح حاضر کہتے ہیں۔ مدح حاضر کی ابتدا بیشتر نئے مطلع سے کی جاتی ہے" [1]

چنانچہ حضرت رضا بریلوی غائب سے حاضر کی طرف گریز کر کے مدح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

مدحتِ غائب ہوئی شوق کی آتش فروز
گل کی حضوری میں ہو بلبلِ جاں نغمہ زن

---

[1] اردو میں قصیدہ نگاری۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر۔ مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۲

مدح کے بعد شاعر قصیدے کے آخری رکن دعا یا عرض حال کی جانب پلٹتا ہے حضرت رضا بریلوی اس طریقے کو بروئے عمل لاتے ہوئے اپنے قصیدے میں فرماتے ہیں ؎

نبی رحمت شفیع امت رضا پہ للہ ہو عنایت ــ!
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے
ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا ردی تھی کیا کیسے قافیے تھے

رباعی

رباعی کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتحپوری اپنی کتاب "اردو رباعی" میں لکھتے ہیں۔
"رباعی عربی کا لفظ ہے اس کے لغوی معنی چار چار کے ہیں۔ شاعرانہ مصطلحات میں رباعی اس صنف سخن کا نام ہے جس میں مخصوص وزن کے چار مصرعوں میں ایک خیال ادا کیا جائے گویا رباعی اردو کی وہ مختصر ترین صنف سخن ہے جس میں مقررہ اوزان وسعت خیال اور تسلسل بیان کی پابندی ازبس ضروری ہے۔........ اردو فارسی کے تمام علمار فن اس امر پر متفق ہیں کہ رباعی کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعوں کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے۔ لیکن اگر تیسرے مصرعے میں قافیہ لایا جائے تو عیب نہیں بلکہ قدما کے نزدیک مستحسن ہے۔" [1]

چنانچہ فراق گورکھپوری نے بالکل یہی بات ایک رباعی میں اس طرح کہی ہے ؎

پہلے مصرعے میں حسن کا خط جبیں
اور دوسرے مصرعے میں لٹوں کی تزئیں
چوتھا ہو نکلتا ہوا یوں تیسرے سے
جیسے بھیگی مسیں ہوں آبرو سے حسیں

---

[1] اردو رباعی۔ ڈاکٹر فرمان فتحپوری۔ مطبوعہ لاہور ص ۲۰

اور مولانا حامد حسن قادری نے ایک نعتیہ رباعی میں چوتھے مصرعے کا اظہار عجیب و غریب انداز میں کیا ہے ؎

دنیا میں رسول اور بھی لاکھ سہی
زیبا ہے مگر حضور کو تاجِ شہی
ہے خاتمۂ حسن عناصر ان پر
ہیں مصرعہ آخر رباعی کے وہی [1]

اور جناب نظیر لدھیانوی لکھتے ہیں۔

"رباعی اصنافِ سخن میں ایک مشکل صنف ہے۔ بعض لوگ چار مصرعے کے ہر کلام کو رباعی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ قطعات ہر وزن میں کہے جاتے ہیں۔ اور قطعہ کے اشعار کی تعداد بھی مقرر نہیں۔ رباعی کے خاص اوزان ہیں اگر چار بیتی نظم رباعی کے مقررہ اوزان میں سے کسی وزن میں نہ ہو تو اسے رباعی نہیں کہہ سکتے اسے قطعہ کہیں گے۔ رباعی کے اوزان مقرر ہیں اور اس کے پہلے دوسرے اور چوتھے مصرعے کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے اگر تیسرا مصرعہ بھی ہم قافیہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ فارسی میں عمر خیام اور ابو سعید ابوالخیر کی رباعیات بہت مشہور ہیں ویسے چند رباعیات ہر شاعر نے کہی ہیں۔ اردو میں میر انیس مرزا دبیر الطاف حسین حالی اور اکبر الٰہ آبادی نے بکثرت رباعیات کہی ہیں۔ بعد کے دور میں رباعیات کہنے والوں میں تمکین ... ی، جوش ملیح آبادی، آثر صہبائی، ضیا جعفری اور راقم الحروف شامل ہیں۔ رباعی کی کامیابی کا انحصار چوتھے مصرعے کی بے ساختگی اور برجستگی پر ہے۔ مولانا رضا بریلوی نے اردو فارسی دونوں زبانوں میں رباعیات کہی ہیں جن میں مختلف مضامین ہیں" [2]

رباعی میں اگرچہ زیادہ تر بے ثباتیِ دنیا، شباب کی چیرہ دستیاں اور شراب کی بدمستیاں

---

[1] اردو رباعی - ڈاکٹر فرمان فتحپوری مطبوعہ لاہور ص ۲۱
[2] کلامِ رہنما۔ نظیر لدھیانوی۔ مطبوعہ اعظم گڑھ ص ۹۱

ہی بیان کی جاتی ہیں مگر اس کے باوجود رباعی کے اندر یہ خوبی ہے کہ اس میں دیگر مضامین وا سالیب کو بھی قلمبند کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر فرمان فتحپوری لکھتے ہیں۔

"رباعی اپنے اختصار کے باوجود اپنے اندر بڑی معنویت و وسعت رکھتی ہے اور اس میں غزل قصیدہ مثنوی مرثیہ اور دوسری اصنافِ شعر کی خصوصیات جذب کر لینے کی صلاحیت ہے"۔ [1]

نیز لکھتے ہیں۔

"رباعی نے ہمیشہ وقت کے تقاضوں کا ساتھ دیا ہے اور جدید رجحانات کو اپنا لیا ہے معنوی حیثیت سے رباعی میں غزل کی سی لچک اور وسعت ہے۔ جس طرح مختلف دور کی غزلیں مختلف رجحانات کی نمائندگی کرتی ہیں بالکل اسی طرح رباعیات بھی اپنے عہد کی آئینہ دار نظر آتی ہیں اسلئے رباعی کے موضوعات کی حد بندی نہیں کی جا سکتی۔ خاص طور پر آج اردو فارسی رباعی میں زندگی کے جن گوناں گوں مسائل کا ذکر ملتا ہے ان کی روشنی میں قدیم تذکرہ نگاروں کی یہ رائے درست نہیں معلوم ہوتی کہ رباعی میں صرف اخلاقی یا فلسفیانہ مضامین نظم کئے جاتے ہیں"۔ [2]

غالباً اسی وسعت و معنویت کی بنا پر نعت گو شعراء نے رباعی میں نعتیں اور مدح و مناقب قلمبند کئے ہیں ورنہ نعت جو بذاتِ خود ایک مشکل صنفِ سخن ہے جہاں قدم قدم پہ احتیاط کے نقیب پاسداری کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جہاں ادنیٰ سی لغزش دارین کی ہزیمت و رسوائی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے ایسی صورت میں رباعی میں مدح و منقبت جوئے شیر لانے سے کم نہیں مگر حضرت رضا بریلوی کا یہ کمال دیکھئے کہ ان ساری مشکلات کے باوجود بھی انہوں نے رباعی میں خوب خوب مدحت و منقبت گوئی کے فرائض انجام دیئے ہیں اور رباعی کی عام

---

[1] اردو رباعی۔ ڈاکٹر فرمان فتحپوری۔ مطبوعہ لاہور صفحہ ۲۶

[2] " " " " " " " " صفحہ ۲۲/۲۳

فضا کو بدرجۂ اتم قائم رکھا ہے اور مدح و مناقب کے وقار پر بھی حرف نہیں آنے دیا ہے۔ جیسا کہ صفحات گذشتہ میں مذکور ہوا کہ رباعی کے لئے کچھ شرائط ہیں یعنی رباعی کے پہلے دوسرے اور چوتھے مصرعوں کا ہم قافیہ ہونا اوزان کا مخصوص ہونا پورے مضامین کا احاطہ اور اس کی وضاحت۔ حضرت رضا بریلوی نے ان تمام شرائط کے التزام کے ساتھ ساتھ اپنی فارسی رباعیات میں قافیہ کا التزام حروف ہجا کے اعتبار سے کیا ہے جو اولیات رضا سے ہے اور جس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اس صنف سخن پر ان کو کس قدر قدرت حاصل تھی۔ گویا حضرت رضا بریلوی کی قدرت شعر گوئی، آگہی فکر ونظر اور فنی بصیرت نے رباعی کے فن کو پانی پانی کر دیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں فارسی رباعیات سے نمونۂ کلام ؎

باعتبار حروف ہجا۔

ربی أربی الرجاء عبدالقادر — از عوّذنا العطار عبدالقادر
الدار وسیعۃ وذوالدار کریم — نور ناحیث بار عبدالقادر (در ردیف الالف)

در حشر گرہ جناب عبدالقادر — چوں نشر کنی کتاب عبدالقادر
از فاد ریاں بجو جدا گانہ حساب — مذّے شمر از حساب عبدالقادر (در ردیف الباء)

اے عاجز تو قدرت عبدالقادر — محتاج در دولت عبدالقادر
از حرمت ایں قدرت و دولت بخشائے — بر عاجز بر حاجت عبدالقادر (در ردیف التاء)

دیں را اصل حدیث عبدالقادر — اہل دیں را مغیث عبدالقادر
او ما ینطق عن الہوی ایں شرحش — قرآن احمد حدیث عبدالقادر (در ردیف الثاء)

ایں رفعت بخش تاج عبدالقادر — پر نور کن سراج عبدالقادر
آں تاج و سراج باز بر کن یا رب — بستاں ز شہاں خراج عبدالقادر (در ردیف الجیم)

پاک ست زباک طرح عبدالقادر — وجہی ست بری ز جرح عبدالقادر
جرحش کہ تو انداز کلک قدرت — احمد متن ست و شرح عبدالقادر (در ردیف الحاء)

جیساکہ گذشتہ سطور میں یہ بات گذری کہ رباعی کے اندر اتنی معنویت و وسعت ہے کہ دوسرے اصناف ادب قصیدہ غزل مثنوی اور مرثیہ وغیرہ کی شعری صلاحیت کو جذب کر سکتی ہے حضرت رضا بریلوی نے اس کی اس وسعت و معنویت کو بہت پہلے ہی محسوس کر لیا تھا اسی وجہ سے انہوں نے مندرجہ بالا فارسی رباعیات غوث اعظم کی منقبت میں کہی ہیں. اسی طرح حضرت فاضل بریلوی کی اردو رباعیات بھی ہیں چنانچہ شاعر لکھنوی حضرت فاضل بریلوی کی ایک اردو رباعی کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؎

اللہ کی سرتا بہ قدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
اور ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

اس رباعی کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انسانی شرف و برتری کا نقشہ کتنے معتبر انداز میں کھینچا ہے۔ مفہوم کی بلاغت، بیان کی لطافت کس کس ہنر کو سراہا جائے بے ساختہ مرحبا صل علیٰ کے الفاظ زبان پر آتے ہیں۔ پہلے یہ کہا گیا کہ سرکار دوجہاں محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرتا بقدم اللہ کی شان ہیں پھر یہ بتایا گیا کہ یہ انسانی لباس میں ہیں لیکن ایسے انسان ہیں جن کی مثال تمام عالم انسانیت میں نہیں ملتی پھر یہ بتایا گیا کہ یہ وہ انسان ہیں جنہیں قرآن ایمان بتاتا ہے۔ پھر چوتھے مصرعے میں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ۔ کہہ کر مفہوم کو فصاحت و بلاغت کے نقطۂ عروج پر پہنچا دیا گیا ہے۔ ؎ ۱

مثنوی

مثنوی کے بارے میں اہل فن کا کہنا ہے کہ اصناف ادب میں سب سے زیادہ کارآمد صنف سخن

۱؎ تاریخ نعت گوئی میں حضرت رضا بریلوی کا منصب۔ شاعر لکھنوی، مطبوعہ لاہور ص ۲۰/۲۹

مثنوی ہے اسلئے کہ اس میں مسلسل مضامین بیان کئے جاتے ہیں بہ نسبت دیگر اصناف ادب کے اس میں ہر شعر میں الگ الگ قافیوں کی چھوٹ ہے اس میں عام طور پر ردیف کی بھی ضرورت نہیں ہوتی مولانا الطاف حسین حالی مثنوی کی افادیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

" الغرض جتنی صنفیں فارسی اور اردو شاعری میں متداول ہیں ان میں کوئی صنف مسلسل مضامین بیان کرنے کے قابل مثنوی سے بہتر نہیں ہے۔ یہی وہ صنف ہے جس کی وجہ سے فارسی شاعری کو عرب کی شاعری پر ترجیح دی جا سکتی ہے۔ عرب کی شاعری میں مثنوی کا رواج نہ ہونے یا نہ ہو سکنے کے سبب تاریخ یا قصہ یا اخلاق یا تصوف میں ظاہراً ایک کتاب بھی ایسی نہیں لکھی جا سکی جیسے فارسی میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں لکھی گئی ہیں اسی لئے عرب شاہنامے کو قرآن العجم کہتے ہیں اور اسی لئے مثنوی معنوی کی نسبت " ہست قرآں در زبان پہلوی " کہا گیا ہے " [1]

دیگر اصناف ادب کی طرح مثنوی میں بھی کچھ باتیں ملحوظ خاطر رکھنی ہوتی ہیں اوّلاً بیتوں اور مصرعوں کا باہمی ربط و تسلسل، متانت و سنجیدگی اور واقعہ یا قصہ کا صداقت پر مبنی ہونا وغیرہ وغیرہ۔ حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ دیوان " حدائق بخشش " اول و دوم اور سوم میں صرف دو مثنویوں کا ذکر ملتا ہے [2] ایک مثنوی فارسی زبان میں ہے اور دوسری اردو زبان میں۔ فارسی زبان میں جو مثنوی ہے اس میں حضرت رضا بریلوی نے اسلامیات کے اس اہم موضوع کو ایک پورے واقعہ کی صورت میں بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل پوری کائنات میں تا قیام قیامت کوئی نہیں ہو سکتا ہے جس کا نام مثنوی رد امثالیہ رکھا ہے۔ اور دوسری مثنوی اردو زبان میں ہے جس کا نام " مثنوی الوداع جبہ مقدسہ " رکھا ہے جس کو انہوں نے سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کے جبۂ اقدس کے فراق میں کہا ہے۔ وہ فرماتے ہیں [3]

---

[1] مقدمہ شعر و شاعری۔ مولانا الطاف حسین حالی مطبوعہ دہلی ص ۲۰۳

[2] ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے قصیدۂ آمال الابرار کو بھی اردو مثنوی قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں کتاب " محدث بریلوی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ کراچی ص ۴۲ [3] سراج احمد بستوی

الوداع اے جبۂ خیر الورٰے
اے لباسِ بادشاہِ دوسرا

اے عبائے جسم انور الفراق
جامۂ پاکِ پیمبر الفراق

میدہد اے جامۂ جاناں مرا
بوئے تو باد از شمس مصطفٰے[1]

چند ابتدائی اشعار اسی مثنوی کے اور ملاحظہ ہوں سے

آج کیا ہے جو ہیں سب گریہ کناں
خاک بر سر چشم تر سینہ زناں

کیوں تڑپتا ہے مرا دل بیقرار
کیا ہوا آنکھوں کو کیوں ہیں اشکبار

ماتمی پوشش آج کیوں ہے آسماں
کیوں زمیں سکتہ میں ہے آئینہ ساں

چل گئی کیسی یہ گلشن میں ہوا ؟
پھول جو دیکھا ہے کمھلایا ہوا۔

حال کیا یہ اس دلِ سوزاں کا ہے
کیوں گریباں ہم نشیں داماں کا ہے

شعر میرے دے رہے ہیں بوئے خوں
ٹپکے ہے ہر بات سے رنگِ جنوں

---

[1] حدائق بخشش حصہ سوم۔ مطبوعہ بریلی ص۹۵

حضرت رضا بریلوی کی اس مثنوی میں کتنی متانت وسنجیدگی اور تسلسل بیان کار فرما ہے. جو صرف محسوس کیا جا سکتا ہے. مصرعوں اور ابیات کے باہمی ارتباط اور بیان کی صداقت وغیرہ عوامل نے مل کر اس مثنوی کو ثریا کی بلندی عطا کر دی ہے. مثنوی میں زیادہ تر واقعات قصوں اور کہانیوں کو ہی قلمبند کیا جاتا ہے. حضرت رضا بریلوی نے بھی اپنے ساتھ پیش آنے والے حادثہ کو ایک حقیقت پر مبنی واقعہ کی صورت میں بیان کیا ہے. یعنی اس جبہ مقدسہ کا ان سے جدا ہونا اس سے قلبی لگاؤ اور والہانہ عقیدت اس کے فراق میں گریہ وزاری کرنا اور اس کے بعد اس کی واپسی کی تمنا کرنا وغیرہ وغیرہ عوامل نے مل کر اس مثنوی کو جامع اور مستند مثنوی بنا دیا ہے. مثنوی کی خوبیوں میں سے ہے یا ان تمام منظومات کی خوبیوں میں سے ہے کہ جس نظم میں کسی واقعہ کو قلمبند کیا جائے تو اس کے حکایتی عوامل اس سے زائل نہ ہونے پائیں بلکہ وہ قائم رہیں اور جب اس کی تشریح کی جائے تو وہ پوری نظم واقعہ یا حکایت کی صورت میں جگمگانے لگے. کسی واقعہ کو نظم کی شکل یا مثنوی کی شکل میں بیان کرنے کا مقصد صرف اس کو موثر سے موثر تر بنانا ہوتا ہے اس کی سب سے عمدہ مثال مولانا روم کی مثنوی قرار دی جا سکتی ہے.

حضرت رضا بریلوی کی دوسری مثنوی فارسی زبان میں ہے. جس میں انہوں نے قرآن و حدیث اور اپنے اسلاف کے اقوال کی روشنی میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے مثل ونظیر ہونے کی تردید کی ہے. حضرت رضا بریلوی کی اس مثنوی کا ایک فاضل نے اردو میں ترجمہ کیا ہے چند ابتدائی اشعار مع ترجمہ کے ملاحظہ فرمائیں ؎

گریہ کن بلبلا از رنج وغم
چاک کن اے گل گریباں از الم

اے بلبل تو میرے غم میں شریک ہو کر نغمہ سرائی کے بجائے گریہ وزاری سے کام لے اور اے پھول تو بھی دیوانہ وار اپنا گریباں چاک کر کے میرا شریک الم ہو جا.

سنبلا از سینہ بر کش آہِ سرد

اے قمر از فرطِ غم شو روئے زرد

اے سنبل تو بھی اپنے سینے سے آہِ سرد کھینچ اور اے چاند تو بھی شدتِ غم سے زرد ہو جا

ہاں صنوبر خیز و فریاد ے بکن

طوطیا جز نالہ ترک ہر سخن

اے صنوبر تو بھی اٹھ اور فریاد کر اور اے طوطی تو بھی سوائے رونے کے کوئی بات مت کر

چہرہ سرخ از اشک خونیں ہر گلیست

خون شو غنچہ زمانِ خندہ نیست

ہر پھول کا چہرہ اپنے خونیں آنسوؤں سے سرخ ہے تو اے کلی تو بھی سراپا خون ہو جا

پارہ شو اے سینۂ مہ ہمچو من

داغ شو اے لالۂ خونیں کفن

اے چاند کے سینے تو بھی میرے سینے کی طرح پارہ پارہ ہو جا اور اے خونیں کفن پہننے والے لالۂ تو بھی سراپا داغ بن جا۔

خرمنِ عیشت لبوزا ے برق تیز

اے زمیں بر فرق خود خاکے بریز

اے برق تیز تو بھی اپنے خرمن عیش کو جلا دے اور اے زمین تو بھی اپنے سر پہ خاک ڈال اور میری شریک غم ہو جا۔

آفتابا آتش غم بر فروز

شب رسید اے شمع روشن خوش لبوز

اے آفتاب تو بھی آتش غم کو اور بھڑکا اور اے شمع روشن رات ہو گئی اب تو بھی اچھی طرح جل جا

ملہ شرح مثنوی ردِ اشالیہ۔ غلام محی الدین۔ مطبوعہ رامپور صفحہ ۱۲ تا ۱۵

مسدس

حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" میں مسدس و مخمس کا بھی ذکر ملتا ہے
ایک مسدس انہوں نے ترجیع بند کی شکل میں لکھا ہے۔ چند بند ملاحظہ فرمائیں ؎

ایں کہ آرام گہِ پاکِ رسول اللہ ست — اللہ اللہ چہ عجیب درگہ والا جا ہست
پیش او چرخ زمین ست خدا آگاہ ست — گر تو بے پاک رسی بندِ دریں جا ہاست
بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہ ست
سجدہ گاہِ ملک و روضۂ شاہنشاہ ست

یہ وہ درگاہ ہے کہ جرم آئے تو عفواں ہو جائے — اتقا شوقِ شفاعت میں گنہ یاں ہو جائے
نار بھی آئے تو نورِ چمنستاں ہو جائے — غازۂ روئے سحر شامِ غریباں ہو جائے
بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہ ست
سجدہ گاہِ ملک و روضۂ شاہنشاہ ست

فیض وہ ہے کہ خزاں فصلِ بہاراں بن جائے — شجرِ خلد ہر اک خارِ بیاباں بن جائے
تیغ بسمل لائے سپر پھول کا بستاں بن جائے — بے زباں مدح کرے مرغِ صفاہاں بن جائے
بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہ ست
سجدہ گاہِ ملک و روضۂ شاہنشاہ ست

رعب یہ ہے کہ اگر اس کا گذر یاں ہو جائے — بے پر و بال ملک یہ ہو کہ انساں ہو جائے
رنگ اڑے زرد رخ ماہِ درخشاں ہو جائے — پنجۂ خورشید کا اک پنجۂ لرزاں ہو جائے
بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہ ست
سجدہ گاہِ ملک و روضۂ شاہنشاہ ست

(ص)

حضرت رضا بریلوی کے

قصائد اور انکی تشابیب

گذشتہ سطور میں حضرت فاضل بریلوی کے نعتیہ قصائد کا ذکر تفصیل سے کیا جا چکا ہے۔ یہاں ان کے قصائد کی تشابیب کا ذکر کیا جاتا ہے چونکہ قصیدہ کی کامیابی اس کی تشبیب پر مبنی ہوتی ہے اور خاص کر اس کے مطلع کو تو اتنا وقیع اور جاندار ہونا چاہیئے کہ سامع مطلع سنتے ہی ہمہ تن توجہ ہو جائے۔ عربی شعراء تشبیب میں عشقیہ مضامین ہی قلمبند کرتے تھے جیسا کہ عربی کی نعتیہ شاعری میں اس کا ذکر تفصیل سے کیا جا چکا ہے فارسی اور اردو میں بھی یہ روایت بڑی حد تک قائم ہے مگر اردو قصیدہ گو شعراء نے اس کو کافی وسعت اور تنوع بھی دیا ہے۔ اور عشقیہ مضامین کے علاوہ دیگر مضامین بھی قلمبند کئے ہیں۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر اسی وسعت و تنوع کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"تشبیب سے وہ اشعار مراد لئے جاتے ہیں جو قصیدہ کی ابتدا میں تمہید کے طور پر لکھے جاتے ہیں عربی شعراء اس میں عموماً عشقیہ اشعار قلمبند کرتے تھے۔ اسی رعایت سے اس کو تشبیب یا نسیب کے نام سے موسوم کیا گیا۔ فارسی اور اردو میں تشبیب میں عشقیہ مضامین کی تخصیص نہیں رہی بلکہ ہر قسم کے مضامین نظم کئے جانے لگے۔ موسم بہار، واردات حسن و عشق، رندی و سرمستی، دنیا کی بے ثباتی زمانے کی شکایت، آسمان کا شکوہ، علم و فن کی ناقدری، پند و موعظت مکالمہ و مناظرہ، خواب کا بیان، فخر و خود ستائی، شاعری کی تعریف، فن شعر سے بحث اہل زمن پر طعن و تعریض، تاریخی واقعات اور ذاتی و ملکی حالات وغیرہ تشبیب کے خاص موضوعات ہیں۔ ہیئت، نجوم، منطق، فلسفہ، حکمت، اخلاق، تصوف، موسیقی اور دیگر مشرقی علوم و فنون کے تصورات اور اصطلاحات پر بھی اکثر تشبیب کے اشعار کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ کبھی کبھی ایک پری یا معشوقہ کا ذکر کیا جاتا ہے یا خوشی کو مجسم تصور کر کے اس کی آمد اور سراپا بیان کیا جاتا ہے۔ ان مضامین کے ساتھ تشبیب میں غزل کی شمولیت کا بھی عام رواج ہے دراصل قصیدہ کا یہی وہ حصہ ہے جس سے اس کے دائرہ عمل میں وسعت اور تنوع پیدا ہوتا ہے[1]

---

[1] اردو میں قصیدہ نگاری۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر۔ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۱۵-۱۶

مگر حضرت رضا بریلوی نے دو قدم آگے بڑھ کر تشبیب کے مضامین میں مزید وسعت و معنویت پیدا کی ہے جس کا بخوبی اندازہ ان کے نعتیہ قصائد کی تشابیب سے لگایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت رضا بریلوی ایک نعتیہ قصیدہ کی تشبیب کا آغاز اس طرح کرتے ہیں ؎

قصیدۂ نوریہ

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

ان کے قصرِ قدر سے خلد ایک کمرہ نور کا
سدرہ پائیں باغ میں ننھا سا پودا نور کا

عرش بھی فردوس بھی اس شاہ والا نور کا
یہ مثمن برج وہ مشکوئے اعلیٰ نور کا

آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا نور کا
ماہِ سنت مہرِ طلعت لے لے بدلہ نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارہ نور کا

قصیدۂ درودیہ

کعبے کے بدر الدجےٰ تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

شافع روزِ جزا تم پہ کروڑوں درود
دافع جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود

جان و دلِ اصفیا تم پہ کروڑوں درود
آب و گلِ انبیا تم پہ کروڑوں درود

لائق تو یہ دوسرا، دوسرا جس کو ملا
کوشکِ عرش و دنیٰ تم پہ کروڑوں درود

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

طور پہ جو شمع تھا چاند تھا ساعیر کا
نیر فاراں ہوا تم پہ کروڑوں درود

دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کفِ پا چاند سا
سینے پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود

ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب
نام ہوا مصطفےٰ تم پہ کروڑوں درود

غایت و علت سبب بہر جہاں تم ہو سب
تم سے بنا تم بنا تم پہ کروڑوں درود

قصیدۂ سلامیہ

مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شہر یارِ ارم تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود
فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

نورِ عینِ لطافت پہ الطف درود
زیب و زینِ نظافت پہ لاکھوں سلام

سروِ نازِ قدم مغزِ رازِ حِکم
یکہ تازِ فضیلت پہ لاکھوں سلام

نقطۂ سرِّ وحدت پہ یکتا درود
مرکزِ دورِ کثرت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

ان تینوں قصیدوں کی تشبیب مکمل طور پر نعتیہ ہے اور ان تینوں قصیدوں کی تشبیب میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان اوصافِ حمیدہ کا ذکر کیا گیا ہے جو دوسرے انبیاء کرام کے مابین امتیازی لکیر قائم کرتے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی نے قصائد کی تشابیب میں اس طرح کے اوصاف کا اضافہ کر کے نئی نئی جہتوں اور سمتوں کی نشاندہی کی جس سے ان کی جولانیِ فکر اور تنوعِ طبع کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت رضا بریلوی اپنے مشہور و معروف قصیدہ "قصیدۂ معراجیہ" کی تشبیب میں ایک نہایت ہی لطیف منظر بیان کرتے ہیں جس میں تشبیب و تغزل کا رنگ لائق دید ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

قصیدۂ معراجیہ

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے\
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

بہار کو شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک\
ملک فلک اپنی اپنی لے میں یہ گھر عنادل کا بولتے تھے

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھیں دھومیں\
ادھر سے انوار ہنستے آتے ادھر سے نفحات اٹھ رہے تھے

یہ جوت پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی\
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا\
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

نظر میں دولہا کے پیارے جلوے حیا سے محراب سر جھکائے\
سیاہ پردے کے منہ پہ آنچل تجلیِ ذاتِ بحت کے تھے

قصیدہ درشان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ایا دلے کہ رسیدت غم و الم بسیار
بیا بہ حضرت صدیق شاہ صدق شعار
یہی ہیں اکرمکم اور یہی ہیں اتقاکم
یہی ہیں ثانیِ اثنین اذ ہما فی الغار

وہ دو یہی ہیں کہ جن دو کا تیسرا ہے خدا
یہ دو وہی ہیں کہ جن کا خدا ہے وصف شمار
نہیں ان پہ کچھ احساں کسی کا دنیا میں
کہ اس کے بدلے میں کرتے ہیں رحمتیں ایثار

غرض ہے صرف رضائے حق اس سخاوت سے
خدا گواہ ہے شاہد ہیں احمدِ مختار
جو ان سے دل میں رکھے پیچ و تاب اُخی ساں
خدا کی مار ہو اس پر شقی ہو وہ فی النار

امیر خیلِ صحابہ قوامِ دینِ الٰہ
وزیرِ خسروِ عالم امامِ اہلِ وقار
نظامِ بزمِ خلافت حسامِ رزمِ جہاد
خدا کے لشکرِ جرار کے سپہ سالار
نہیں ہے بعدِ رسل ان کا مثل عالم میں
یہی ہے میرا عقیدہ یہی ہے راہِ خیار

قصیدہ درشان حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

عمر وہ عمر جس کی عمر گرامی
ہوئی صرفِ ارمغانے خلاقِ واہب

عمر قصرِ دینِ نبی کی عمارت
عمر عمرِ باقی دین عطا یب

عمر راحتِ روحِ شرحِ الٰہی
عمر آفتِ جانِ ادیانِ کاذب

عمر درِّ مکنونِ درجِ کمانہ
عمر کوکبِ دُرّیِ برجِ غالب

وہ ملکِ خدا کا اولوالعزم ناظم
وہ شرعِ رسالت کا ذوالقدر نائب

شہا عینِ ذاتِ الٰہی کا پرتو
ترا تاجِ سر ہو یہی تھا مناسب

تجلی رحمت کا چشمہ سمٹ کر
ہوا تیرے میم کمر کا مصاحب

اگر چشمۂ میم مضروب پی لے
مضروب اور ہو جائے غرقِ غارب

نوٹ:۔ مذکورہ قصیدہ کے تشبیب کے اشعار (مطلع) حدائق بخشش حصہ سوم کے مرتب کو دستیاب نہ ہوسکے مقالہ نگار کو بھی تلاش بسیار کے باوجود ان کا حصول نہ ہوسکا جسکی وجہ سے صرف مندرجہ بالا اشعار پر ہی اکتفا کرنا پڑا۔ مرتب احمد رضا

قصیدہ در شان حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

آج فردوس میں کس کانِ حیا کا ہے گذر
حکم ہے سبزۂ بیگانہ کو باہر باہر
بخیہ تارِ نگہ سوزنِ مژگاں سے کرے
آج آنکھوں میں ہے اک بلبلِ بیباک نظر

نہ اٹھے آنکھ رہے اپنی طرف آج نگاہ
ہے یہ خود بینی خدا بینی کی جانب منجر
پتلی اندھا نہ بنا سب ہیں فلک کے شفاف
سات پردے ہیں نمائش کے زحل سال تجھ پر

مردمِ دیدہ نظر بند ہیں اب لے کے عصا
پہرہ دیتا رہے دنبالۂ سرمہ در پر
تھیں جو بے پردہ عنادل میں عروسانِ چمن
شرم سے لیتی ہیں دامانِ صبا اب منہ پر

چلمنیں چھوڑ دو پلکوں کی چکیں ڈال دو جلد
کہہ دو مردم کو کہ دامانِ نگہ لیں منہ پر
نیل ڈھل جائے گا آنکھوں کا فلک یاد رہے
وا اگر یوں ہی رہی آج بھی چشمِ اختر

آنکھیں ہو جائیں گی اے ماہِ جہاں دیدہ سفید
چشم بد دور ہو تو بھی ہے بہت شوخ نظر

قصیدہ چراغِ انس

اے امام الہدیٰ، محبِ رسول
دین کے مقتدا محبِ رسول

نائبِ مصطفےٰ محبِ رسول
صاحبِ اصطفےٰ محبِ رسول

خادمِ مرتضےٰ محبِ رسول
مظہرِ ارتضا محبِ رسول

زبدۃ الاتقیا محبِ رسول
عمدۃ الاذکیا محبِ رسول

غزبا پر فدا محبِ رسول
امرا سے جدا محبِ رسول

اے سلف اقتدا محبِ رسول
اے خلف پیشوا محبِ رسول

سقمِ دل کی شفا محبِ رسول
چشمِ دیں کی صفا محبِ رسول

شرقِ شانِ ونا محبِ رسول
برقِ جانِ جفا محبِ رسول

ابرِ کرم کی گھٹ محبِ رسول
اپنی بارش بڑھا محبِ رسول

قصیدہ درشان حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ

ماہِ سیما ہے احمد نوری — مہر جلوہ ہے احمد نوری
نور والا ہے احمد نوری — نورِ والا ہے احمد نوری
نہ کھلا کیا ہے احمد نوری — راز بستہ ہے احمد نوری
دور پہنچا ہے احمد نوری — بہت اونچا ہے احمد نوری
نور سینہ ہے احمد نوری — طور سینا ہے احمد نوری
وصف اجلیٰ ہے احمد نوری — کشف اخفیٰ ہے احمد نوری
عہد ادنیٰ ہے احمد نوری — شہد اصفیٰ ہے احمد نوری
جلب تقویٰ ہے احمد نوری — سلب طغویٰ ہے احمد نوری

قصیدہ دراصطلاحات علم ہیئت ونجوم

خالق افلاک نے طرفہ کھلائے چمن
اک گلِ سوسن میں ہیں لاکھوں گل یاسمن

موتیئے بیلے کے پھول زیب گریبانِ شام
جوہی چنبیلی کے گل زینت زیبِ یمن

دامن البرز کی کلیوں میں پھولے ہیں پھول
کوڑی کی چوٹی میں ہے حاصلِ چندیں چمن

طرفہ کھلے چار باغ ایک منونے کے تین
تینوں میں چار آخشیج چاروں میں تازہ پھبن

تختۂ نسریں میں ہے گیندے کا صرف ایک پھول
ایک گل نیلوفر چار گل نارون

نارون و نارون نارِ وش ناظم بالاحصار
سرورِ اقلیم ترک افسرِ لشکر شکن

یہ صنم تند خو آگ نہ ہو تو پھول
پانی کے اک کیڑے سے کر نہ لیا بانکپن

وسطِ گلستاں میں نہر، نہر کے ہر سمت دوب
دوب میں بوٹے ہزار بوٹوں میں درِ عدن

اس قصیدہ میں ستاون اشعار تشبیب کے ہیں۔ یہ قصیدہ پوری طرح قصیدہ نگاری کے اصول کی روشنی میں لکھا گیا ہے اور اس پورے قصیدے میں صرف علم ہیئت و نجوم کی اصطلاحات کا استعمال کیا گیا ہے اور ان اصطلاحات میں نعت کی جو گلکاریاں حضرت رضا بریلوی نے کی ہیں یہ ان کا اپنا خاصہ تھا۔ مقالہ نگار کی تحقیق میں علم ہیئت و نجوم کی اصطلاح میں اس سے اچھا قصیدہ اردو کی نعتیہ شاعری میں نایاب ہے۔ جیسا کہ صفحاتِ گذشتہ میں مذکور ہوا کہ حضرت رضا بریلوی کے دو غیر مکمل قصیدوں کا بھی ذکر ملتا ہے ان کی تشبیب اس طرح ہے۔

قصیدہ در بیان آمد بہار ماہ ربیع الاول شریف

اودی اودی بدلیاں گھرنے لگیں
ننھی ننھی بوندیاں برسا چلیں

ندیاں پھر آنکھیں دکھلانے لگیں
چھوٹی چھوٹی جھیلیں پھر لہرا چلیں

جھومتی آئیں نسیمیں زم زم!
پتلی پتلی ڈالیاں لچکا چلیں

دل کھلے کانوں میں رس پڑنے لگے
خوشنما چڑیاں ترانے گا چلیں

باغِ دل میں وجد کے جھولے پڑے
آرزوئیں پھر ملاریں گا چلیں

پھر نظر میں گدگدی ہونے لگی
دھانی دھانی بوٹیاں چھپڑکا چلیں

قصیدہ در اصطلاحاتِ علمیہ

عجب نہیں کہ مبادی یہ سلسلے لوٹ آئیں
عیاں ہو دورِ تسلسل میں دورِ نا محصور

نہ مادہ ہی مجرد صور کا دشمن ہے
ہیولیات کی صورت سے جمیعہ ہے نفور

نہ موجبہ رہا صغریٰ نہ کلیہ کبریٰ
نہ شکل دیکھے نتیجے کی حجت منصور

حدودِ عرش سے باہر ہے دورِ دل کا ملا
مکان نیل مفاسد خلارسے ہے معمور

گرا دے چونچ سے بلبل جو کوئی گل پھولے
پتنگ جل کے کہے شمع سے کہ ہو کافور

چوتھا باب

(الف)

حضرت رضا بریلوی کی طرزوں کی اتباع

حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے بعد کے نعت گو شعراء نے ان کی طرزوں کو نشانِ منزل کے طور پر مشعلِ راہِ فکر بنایا۔ اور خوب خوب ان کی نعتوں کی طرزوں میں طبع آزمائی کی، ان کی نعتوں پر تضمینیں لکھیں، دوسری زبانوں میں ترجمے کئے، جس سے مابعد کے نعت گو شعراء کے درمیان ان کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو ان کے مشہور زمانہ سلام "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" پر چند نعت گو شعراء کی نگارشات اور تضمینیں سے

زائرِ حرم حمید صدیقی لکھنوی

آفتابِ رسالت پہ لاکھوں سلام
ماہتابِ نبوت پہ لاکھوں سلام

خودسروں کو پڑھایا سبق عجز کا
مصدرِ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

دشمنوں سے بھی پیش آئے جو خُلق سے
ایسی پاکیزہ سیرت پہ لاکھوں سلام [1]

عاطف صابری

مظہرِ ربِّ اکبر پہ لاکھوں سلام
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام

ساقیِ حوضِ کوثر پہ لاکھوں سلام
دین و دنیا کے رہبر پہ لاکھوں سلام

---

[1] اردو میں نعتیہ شاعری۔ ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، مطبوعہ کراچی ص ۹۵۱/۹۵۲

نور سے جس کے روشن ہے دونوں جہاں
اس شہنشاہِ انور پہ لاکھوں سلام ؎۱

قمر رام نگری

فاطمہ کے گلِ تر پہ لاکھوں سلام
غنچۂ باغِ حیدر پہ لاکھوں سلام

ہیں جوانانِ جنت کے سردار جو
ہم شبیہ پیمبر پہ لاکھوں سلام

چومتے تھے جسے سید المرسلیں
اس جبینِ معطر پہ لاکھوں سلام ؎۲

مولانا عین الحق جیلانی

رب کے محبوب انور پہ لاکھوں سلام
سارے عالم کے رہبر پہ لاکھوں سلام

ساقیِ حوضِ کوثر پہ بے حد درود
شافعِ روزِ محشر پہ لاکھوں سلام

جسمِ بے مثل وہ جس کا سایہ نہیں
اس چنیدہ پیمبر پہ لاکھوں سلام ؎۳

؎۱ ماہنامہ قاری دہلی۔ شمارہ جون ۱۹۸۲ء ص ۵۲
؎۲ ماہنامہ مجاز جدید دہلی شمارہ اگست ۱۹۸۱ء ص ۴۳
؎۳ ماہنامہ تاجدار کائنات رامپور شمارہ ۱۹۸۲ء ص ۲۸

ممتاز راحت اجمیری

مالکِ باغِ جنت پہ لاکھوں سلام
صاحبِ جاہ و حشمت پہ لاکھوں سلام

روئے روشن سے شرمندہ مہر سما
آپ کے حسن طلعت پہ لاکھوں سلام

گالیاں سن کے بھی دیں دعائیں سدا
آپ کی شانِ رحمت پہ لاکھوں سلام [1]

تضمین

اختر الحامدی ضیائی (پاکستان)

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

جس کی عظمت پہ صدقے وقارِ حرم
جس کی زلفوں پہ قرباں بہارِ حرم
نوشۂ بزم پروردگار حرم
شہر یارِ ارم تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

پڑ گئی جس پہ محشر میں بجتا گیا
دیکھا جس سمت ابر کرم چھا گیا
رخ جدھر ہو گیا زندگی پا گیا

---

[1] ماہنامہ استقامت کانپور۔ شمارہ فروری مارچ ۱۹۸۲ء صفحہ ۹۳

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

جن کے قدموں پہ سجدہ کریں جانور
منہ سے بولیں شجر دیں گواہی حجر
وہ ہیں محبوبِ ربِ مالکِ بحر و بر
صاحبِ رجعتِ شمس وشق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام ۱

بشیر حسین ناظم (پاکستان)

تاجداروں کے داتا پہ بے حد درود
بے سہاروں کے مولیٰ پہ بے حد درود
غمزدوں کے مداوا پہ بے حد درود
ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

مغفرت کی جرس چار جانب بجی
راستی آگئی مٹ گئی ضد کجی
جن کے آنے سے بزمِ رسالت سجی
جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی
ان بھنووں کی لطافت پہ لاکھوں سلام ۲

---

۱ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شمارہ فروری ۱۹۷۹ء صفحہ ۳۴

۲ آئینہ رضویات حصہ دوم۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ کراچی صفحہ ۲۷۲/۲۷۳

سید محفوظ علی صابر قادری (پاکستان)

ہم مریضوں کے عیسیٰ پہ بے حد درود
ہم گداؤں کے آقا پہ بے حد درود
ہم غلاموں کے مولیٰ پہ بے حد درود
ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

فیضِ اعجاز سے جس کے مردے جئیں
دیں گواہی، رسالت کا کلمہ پڑھیں
جس کے نورِ تبسم سے روتے ہنسیں
جس کے جلووں سے مرجھائی کلیاں کھلیں
اس گلِ پاک منبت پہ لاکھوں سلام ؎۱

علامہ ریحان رضا خاں رحمانی بریلوی

سیدی مرشدی مصطفیٰ خاں رضا
نازشِ اتقیا اصفیاء اولیا
عشقِ احمد سے دل جس نے روشن کیا
جس کے صدقے ہمیں در ملا غوث کا
اس کے فیضِ کرامت پہ لاکھوں سلام

علمِ غیب نبی جس نے ثابت کیا
اختیارِ نبی جس نے ثابت کیا
اور جھوٹوں کو جھوٹا بھی ثابت کیا

؎۱ آئینہ رضویات۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ کراچی ص ۲۷۳/۲۷۲

عشقِ احمد سے دل جس نے روشن کیا
سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام [۱]

پیرزادہ ضمیر نعیمی اکبر آبادی

گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام
جانِ فخرِ نبوت پہ لاکھوں سلام
حامیِ دین و ملت پہ لاکھوں سلام
منبعِ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
آفتابِ امامت پہ لاکھوں سلام

جو تھا لختِ دلِ مصطفےٰ وہ حسین
جو تھا دلبند مشکل کشا وہ حسین
جو رہا دلبرِ فاطمہ وہ حسین
ظلم کی جس پہ تھی انتہا وہ حسین
اس کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام [۲]

محمد عثمان عارف نقشبندی (سابق گورنر اتر پردیش)

رازدارِ حقیقت پہ لاکھوں سلام
رہنمائے طریقت پہ لاکھوں سلام
تاجدارِ شریعت پہ لاکھوں سلام

---

[۱] ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی ریحان رضا یادگار نمبر ا شمارہ دسمبر ۱۹۸۵ء صفحہ
[۲] ماہنامہ اعلیٰ حضرت ۔ شمارہ دسمبر ۱۹۸۴ء ص ۱۲

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

اف قیامت کا منظر پیامِ خدا
ہوش بکھرے ہوئے سب کے محشر بپا
شانِ رحمت کا کہنا ہی کیا مرحبا
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام [1]

مقالہ نگار کی تحقیق میں قصیدہ بردہ حضرت امام ابو صالح شرف الدین بوصیری کے کے بعد جس نعتیہ کلام پر سب سے زیادہ طبع آزمائی کی گئی ہے یا تضمینیں قلمبند کی گئی ہیں وہ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شہرۂ آفاق سلام "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" ہے۔ اگر اس سلام پر طبع آزمائی کی جانے والی تخلیقات یا تضمینوں کو یکجا کر کے ترتیب دیا جائے تو ایک اچھا خاصا مجموعہ تیار ہو سکتا ہے۔ بالکل یہی حال ان کی نعتوں کا بھی ہے۔ ان کے بعد کے نعت گو شعرا نے کثرت سے ان کی نعتوں کی طرزوں میں نعتیں کہی ہیں۔ نمونے کے طور پر چند شاعروں کی تخلیقات ملاحظہ فرمائیں ؎

مفتیٔ اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی

• محمد مظہرِ کامل ہے حق کی شانِ وحدت کا، (رضا بریلوی)

پڑھوں وہ مطلع نوری ثنائے مہر انور کا
ہو جس سے قلب روشن جیسے مطلع مہر محشر کا
سرِ عرش علیٰ پہنچا قدم جب میرے سرور کا
زبانِ قدسیاں پر شور تھا اللہ اکبر کا

---

[1] عقیدت کے پھول، محمد عثمان عارف نقشبندی۔ مطبوعہ دہلی ص۱۲۷

دو عالم صدقہ پاتے ہیں مرے سرکار کے در کا
اسی سرکار سے ملتا ہے جو کچھ ہے مقدر کا [1]

ضمیر یوسف

خدائی کون ہے میرے سوا ایسا محمد کا
نظر عاشق زباں مداح دل شیدا محمد کا

رہے ہر دم نظر میں اسوۂ حسنا محمد کا
چراغ راہ تیرہ شب ہے نقش پا محمد کا

تھی حیراں سن کے دنیائے عرب خطبا محمد کا
ہے گنج علم و حکمت ایک اک جملہ محمد کا [2]

محدث اعظم ہند سید کچھوچھوی

پھر اٹھا و لولۂ یادِ مغیلانِ عرب در مقابر بلوی

مرحبا صل علیٰ روحِ مجسم جانِ عرب
عزتِ دینِ عرب شوکتِ ایمانِ عرب

ابروئے پاک ہے یا قبلۂ ایمانِ عرب
مصحفِ روئے منور ہے یہ قرآنِ عرب

سلطنت اس کو کہا کرتے ہیں ماشاء اللہ
ماسوا اللہ کا سلطان ہے سلطانِ عرب [3]

---

[1] انتخاب کلام نوری۔ مرتبہ محمد انور علی رضوی مطبوعہ بریلی ص ۴۹

[2] ایمان کی خوشبو ضمیر یوسف مطبوعہ لکھنؤ ص ۳۱

[3] فرش پرورش۔ محدث اعظم ہند مطبوعہ کچھوچھہ ص ۳۵

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ

(رضا بریلوی)

پرسش اعمال میں مہمان داری واہ واہ
باریابی اپنی پھر دیدار باری واہ واہ
بھر گئی جنت گنہگاروں سے ساری واہ واہ

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ، پرہیز گاری واہ واہ [1]

اختر رضا خاں ازہری بریلوی

تمہارے ذرے کے پر تو ستارہائے فلک

(رضا بریلوی)

جھکے نہ بار صد احساں بنار فلک
تمہارے ذرے کے پر تو ستارہائے فلک

یہ خاک کوچۂ جاناں ہے جس کے بوسہ کو
نہ جانے کب سے ترستے ہیں دیدہ ہائے فلک

یہ ان کے جلوہ کی تھیں گرمیاں شب اسریٰ
نہ لائے تاب نظر یہ کے دیدہ ہائے فلک [2]

بیکل اتساہی بلرامپوری

عرش حق ہے مسند رفعت رسول اللہ کی (رضا بریلوی)

---

[1] فرش پر عرش۔ محدث اعظم ہند مطبوعہ بھیونڈی ص ۱۳۲

[2] سفینۂ بخشش اختر رضا خاں ازہری۔ مطبوعہ بریلی ص ۱۱

ہر نفس کی لاج ہے رحمت رسول اللہ کی
ہر چمن کی جان ہے نکہت رسول اللہ کی

خود کلامِ حق ثنا خواں ہے باندازِ لطیف
عین ایماں جانیے طاعت رسول اللہ کی

جس کا جتنا ظرف ہے پاتا ہے وہ بے امتیاز
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی ۔ ۱؎

شمیم احمد شمیم اعظمی

جس کے دل میں ہے نہاں عظمت رسول اللہ کی
بالیقیں پائے گا وہ برکت رسول اللہ کی

ہو بھلا تاریکیٔ مرقد کا اس کو خوف کیا
جس کے دل میں ہے نہاں صورت رسول اللہ کی

سید کونین کی الفت کا صدقہ ہے یہ خلد
ہے خدا کی بندگی طاعت رسول اللہ کی ۔ ۲؎

ڈاکٹر سید شمیم گوہر

عارضِ شمس و قمر سے بھی ہیں الوٰ ایڑیاں (در رضا بریلوی)

کتنی دلکش دلربا دلگیر و دلبر ایڑیاں
دل میں آنکھوں میں رہیں یہ چاہے سر ایڑیاں

۱؎ والضحیٰ بیکل اتساہی مطبوعہ دہلی ص۸

۲؎ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شمارہ جون ۱۹۷۶ء ص۳۳

باعثِ صد فخر ہیں عرشِ بریں پر ایڑیاں
سرزمیں پر سر کے خول سے ہو گئیں تر ایڑیاں

حسن جنت کی سبھی رعنائیاں رکھتی ہیں یہ
فخرِ یاقوت و زمرد رشکِ گوہر ایڑیاں [۱]

طیش صدیقی

تضمین

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا

(رضا بریلوی)

نام سچا ہے ترا کام ہے پکا تیرا
دین و دنیا میں ہے دربار بھی اونچا تیرا
در سے محروم نہ لوٹا ترے منگتا تیرا
واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا [۲]

مختار احمد رضوی

ہر عطیہ سے فزوں تر ہے عطیہ تیرا
جائیں کیوں غیر کے گھر چھوڑ کے صدقہ تیرا
کتنا انداز سخاوت ہے نرالا تیرا
واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا [۳]

---

[۱] ماہنامہ قاری دہلی شمارہ فروری ۱۹۸۹ء صفحہ ۲۴

[۲] ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شمارہ مارچ ۱۹۷۳ء صفحہ ۲

[۳] ماہنامہ سنی دنیا بریلی شمارہ اکتوبر ۱۹۹۱ء صفحہ ۲۸

محمد عثمان اوج اعظمی

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا (رضا بریلوی)

سب کو سمجھاتا ہوا معنیٔ قرآن گیا
عام کرتا ہوا انسان پہ احسان گیا
چادرِ جود و سخا لطف و عطا مان گیا
نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشیٔ رحمت کا قلمدان گیا [۱]

قمر سلطانپوری

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا (رضا بریلوی)

جھومتا پڑھتا ہوا آیاتِ مدثر گیا
کام آیا جذبۂ دل اور میں آخر گیا
پھر گیا اور پھر گیا پھر جا کے آیا پھر گیا
بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا
لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا

عرش، کرسی، جنت الفردوس کیا شہر حرم
کل جہاں تیری ہے ملکیت نبی محترم
اللہ اللہ یہ تری شاہی ترا جاہ و حشم
تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا [۲]

---

[۱] ماہنامہ اعلیٰحضرت بریلی شمارہ دسمبر ۱۹۸۶ء صفحہ ۳
[۲] ماہنامہ حجاز جدید دہلی شمارہ فروری ۱۹۹۲ء صفحہ ۲۱

مولانا ملک الظفر اکمل سہسرامی

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے (رضا بریلوی)

نازِ خلیل رشکِ مسیحا کہوں تجھے
مسند نشین عرش معلے کہوں تجھے
کس کس کی آرزو و تمنا کہوں تجھے
سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے [1]

مولانا نسیم بستوی

سلطانِ بزم ملتِ بیضا کہوں تجھے
رشکِ مسیح نازشِ موسیٰ کہوں تجھے
مسند نشین عرش معلےٰ کہوں تجھے
سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے [2]

سید معین بہمن

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی (رضا بریلوی)

سارے نبیوں سے اعلےٰ ہمارا نبی   رب کا پیارا ہے کتنا ہمارا نبی

---

[1] ماہنامہ استقامت کانپور شمارہ فروری ۸۳ء صفحہ ۱۲۲

[2] ماہنامہ سنی دنیا بریلی شمارہ مارچ ۸۹ء صفحہ ۴۰

جس جگہ تھا ملک کا پہنچنا محال　　اس بلندی پہ پہنچا ہمارا نبی
اپنی سیرت سے انساں کو سکھلا گیا　　زندگی کا سلیقہ ہمارا نبی [1]

شاد فیض آبادی

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے (رضا بریلوی)

اللہ جانتا ہے جو عظمت بشر کی ہے
آئینے پر نگاہ خود آئینہ گر کی ہے
تفسیر جو بھی جلوہ شام و سحر کی ہے
تنویر زلف و عارض خیر البشر کی ہے
ہر صبح چومتی ہے در ناز مصطفےٰ
قسمت جو پوچھئے تو نسیم سحر کی ہے [2]

مولانا شمیم القادری

چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو (رضا بریلوی)

میری دنیائے مصیبت کے سہارے گیسو
کتنے اچھے ہیں شہا آپ کے پیارے گیسو
کھائی قرآں نے قسم جس کی وہ پیارے گیسو
چھائے رہتے ہیں خیالوں میں ہمارے گیسو
نکہت ولزر کی ہر سمت گھٹائیں اٹھیں
جب بھی سرکار دو عالم نے سنوارے گیسو [3]

---

[1] ماہنامہ قادریہ بریلی شمارہ اگست ۱۹۸۱ء ص۲۷

[2] چمن زار ایماں، شاد فیض آبادی مطبوعہ فیض آباد ص۵ [3] ماہنامہ اعلیٰحضرت بریلی شمارہ مئی ۱۹۸۶ء ص۳۸

فیاض ٹانڈوی

سرتا بہ قدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول (رضا بریلوی)

خورشید رسالت کی ہے اک ایک کرن پھول
خود مانگنے آتی ہے بہاروں کی دولہن پھول
پاتے ہیں انہیں سے سبھی گلزار و چمن پھول

سرتا بہ قدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

مختارِ دو عالم تمہیں قدرت نے بنایا
دو پارہ ہو مہتاب جو ہو جائے اشارا
واللہ یہ اک زندہ حقیقت ہے کہ آقا

تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا
تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہِ محن پھول [۱]

مولانا انوار الحق انور رضوی

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
(رضا بریلوی)

ربِّ سلِّم کی صدا ہر دم لگاتے جائیں گے
اس طرح رنج و محن کو ہم بھلاتے جائیں گے

شافعِ محشر کا اتنا فضل کہ وقتِ حساب
مجرموں کو اپنے دامن میں چھپاتے جائیں گے [۲]

---

[۱] ماہنامہ استقامت کانپور شمارہ مئی جون ۱۹۸۳ء صـ ۳۱

[۲] ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شمارہ مارچ ۱۹۸۹ء صـ ۶۶

(ب)

حضرت رضا بریلوی
کے
نعتیہ رجحانات اور افکار و خیالات
کی
پذیرائی

ماہر رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد (کراچی)

"یہ دیکھ کر سخت افسوس ہوتا ہے کہ ایسا باکمال شاعر جس کی شاعری مصحف مقدس کے سرچشمۂ صافی سے مستفید ہے اردو تاریخ کے تذکروں میں وہ مقام حاصل نہیں کر سکا بلکہ وہ مقام نہیں دیا جس کا وہ مستحق تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کا زہد و تقویٰ اس امر کا متقاضی تھا کہ اس کو شعراء کی عام صف میں نہ کھڑا کیا جائے وہ نعت گو شعراء کا امام برحق تھا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ اس کو نہ داد وتحسین کی ضرورت تھی نہ صلہ کی پرواہ۔ اس کے کلام بلاغت نظام کو سن سن کر مرغانِ چمن پورے کا پورا چمن نذر کرتے ہیں،" ؎۱

پروفیسر ڈاکٹر محی الدین الوائی (مصر)

"پرانا مشہور مقولہ ہے کہ شخصِ واحد میں دو چیزیں تحقیقات علمیہ اور نازک خیالی نہیں پائی جاتیں۔ لیکن مولانا احمد رضا کی ذات گرامی اس تقلیدی نظریہ کے عکس پر بہترین دلیل ہے آپ عالم محقق ہونے کے ساتھ بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے۔ جس پر آپ کے دیوان "حدائق بخشش"، "حدائق العطیات" "مداحِ رسول" بہترین شاہد ہیں۔ اس کے علاوہ فلسفہ، علم فلکیات، ریاضی اور دین وادب میں آپ ہندوستان میں صفِ اول کے ممتاز علماء اور شعراء میں تھے" ؎۲

ڈاکٹر فرمان فتحپوری

"علماء دین میں نعت نگاری کی حیثیت سے سب سے ممتاز نام مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں ۱۸۵۶ء مطابق ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ اس لحاظ سے وہ مولانا حالی مولانا شبلی امیر مینائی اور اکبر الہ آبادی وغیرہ کے ہمعصروں میں تھے۔ ان کی شاعری کا محورِ خاص آنحضرت کی زندگی و سیرت تھی مولانا حسّان

؎۱ امام شعر و ادب۔ وارث جمال قادری۔ مطبوعہ اعظم گڑھ ص۳۹

؎۲ امام احمد رضا ایک فاضل اہل حدیث کی نظر میں۔ ڈاکٹر محی الدین الوائی مطبوعہ لاہور ص۸

شریعت بھی تھے اور صاحب طریقت بھی۔ بہت نعت وسلام اور منقبت کہتے تھے اور بڑی دردمندی و دلسوزی کے ساتھ کہتے تھے۔ سادہ و بے تکلف زبان اور برجستہ شگفتہ بیان ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں ان کے نعتیہ اشعار اور سلام سیرت کے جلسوں میں عام طور پر پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ ان کا سلام، مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، بہت مقبول ہوا ہے۔ ایک نعت بھی جس کا مطلع ہے، واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا

نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

خاصی شہرت رکھتی ہے۔ مولانا احمد رضا بریلوی کا دیوان، حدائق بخشش، شائع ہو چکا ہے۔[۱]

نیاز فتحپوری

"شعر و ادب میرا خاص موضوع اور فن ہے۔ میں نے مولانا بریلوی کا نعتیہ کلام بالاستیعاب پڑھا ہے۔ ان کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی کا ہے ان کے کلام سے ان کے بیکراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا کے بعض اشعار میں اپنی انفرادیت کا دعویٰ بھی ملتا ہے جو ان کے کلام کی خصوصیات سے ناواقف حضرات کو شاعرانہ تعلّی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات بالکل حق ہیں۔ مولانا حسرت موہانی بھی مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کے مداح تھے اور معترف بھی۔ مولانا حسرت موہانی اور مولانا بریلوی میں ایک شئے قدر مشترک تھی اور وہ غوث اعظم کی ذات والاصفات سے دونوں کی گہری وابستگی تھی۔ مولانا حسرت موہانی کی زبان سے اکثر میں نے مولانا بریلوی کا یہ شعر سنا ہے ؎

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع

جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا ۔[۲]

---

[۱] عاشق رسول۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ لاہور ص۶ [۲] عاشق رسول، ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ لاہور ص۹

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں

"اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک عاشقِ رسول یعنی مولانا احمد رضا بریلوی کا ذکر بھی کردیا جائے جس سے ہمارے ادبا نے ہمیشہ بے اعتنائی برتی ہے حالانکہ یہ غالباً واحد عالم دین ہیں جنہوں نے نظم ونثر دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کیے ہیں اور اپنی علمیت سے اردو شاعری میں چار چاند لگا دیے ہیں"۔ ۱؎

مولانا کوثر نیازی

"بریلی میں ایک شخص پیدا ہوا جو نعت گوئی کا امام تھا امام احمد رضا جس کا نام تھا ان سے ممکن ہے بعض پہلوؤں میں لوگوں کو اختلاف ہو عقیدوں میں اختلاف ہو لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عشق رسول ان کی نعتوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے"۔ ۲؎

ڈاکٹر سید عبداللہ

"وہ جید عالم، متبحر حکیم، عبقری، فقیہ، صاحبِ نظر مفسر قرآن، عظیم محدث اور سحر بیان خطیب تھے لیکن ان تمام درجات رفیع سے بھی بلند ان کا ایک درجہ ہے اور وہ ہے عشق رسول"۔ ۳؎

ڈاکٹر سلام سندیلوی

"آپ کی شخصیت وشاعری میں کوئی فاصلہ نہیں ہے بلکہ آپ کی شخصیت آپ کی شاعری ہے اور آپ کی شاعری آپ کی شخصیت ہے۔ شخصیت وشاعری میں اس قدر گہری ہم آہنگی اردو کے چند ہی شعراء کے یہاں ملے گی"! ۴؎

۱؎ اقبال واحمد رضا۔ راجہ رشید محمود مطبوعہ کلکتہ ص ۲۳

۲؎ عاشق رسول۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ لاہور ص ۔

۳؎ اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر۔ سید نور محمد قادری، مطبوعہ لاہور ص ۱۳ ۴؎ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ بمبئی ص ۱۹

ڈاکٹر نسیم قریشی

"کتنی عظیم سعادت آئی ہے حضرت رضا کے حصے میں کہ وہ مقبولین بارگاہ الٰہی اور نظر کردگانِ رسالت پناہی کے اس محبوب زمرے میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں ایسا بلند مقام انہیں حسان الہند کے مبارک لقب سے یاد کئے بغیر ان کے بے پناہ جذبۂ عشق رسول اور ان کی وجد آفریں نعت گوئی کے ساتھ انصاف ہو ہی نہیں سکتا" ۱؎

مولانا ماہر القادری

"مولانا احمد رضا بریلوی مرحوم دینی علوم کے جامع تھے۔ یہاں تک کہ ریاضی میں بھی دستگاہ رکھتے تھے دینی علم و فضل کے ساتھ شیوہ بیان شاعری بھی تھا اور ان کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ مجازی راہ سخن سے ہٹ کر صرف نعت رسول کو اپنے افکار کا موضوع بنایا مولانا احمد رضا کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا بڑے خوش گو شاعر تھے اور مرزا داغ سے نسبتِ تلمذ رکھتے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع ؎

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جہاں مرزا داغ کو حسن بریلوی نے سنایا تو داغ نے بہت تعریف کی اور فرمایا مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے" ۲؎

پروفیسر افتخار اعظمی

"احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک سے اختلاف ممکن ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ غیر معمولی ذہین اور متبحر عالم تھے۔ وہ عالم دین کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے اس لئے ان کی شاعرانہ تخلیقات کی طرف کم توجہ دی گئی حالانکہ ان کا نعتیہ کلام اس پائے کا

۱؎ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ عیمی ص۱۹
۲؎ عاشق رسول " " " لاہور ص۱۱

ہے کہ انہیں طبقۂ اولیٰ کے نعت گو شعراء میں جگہ دی جانی چاہیئے انہیں فن اور زبان پر پوری قدرت حاصل ہے انکے یہاں تصنع اور تکلف نہیں بلکہ بے ساختگی ہے کیونکہ رسول پاک سے انہیں بے پناہ محبت اور عقیدت تھی ان کا نعتیہ کلام شدت احساس کے ساتھ ساتھ خلوص جذبات کا آئینہ دار ہے۔ ۱

میاں محمد شفیع (م۔ش)

" برصغیر میں اسلامی شعور ابھارنے اور مسلمانوں کی نئی نسل کو اسلامی اقدار سے آگاہ کرنے میں حفیظ کی شاعری نے ایسا کردار ادا کیا جو اس صدی کے دوسرے اور تیسرے عشرہ میں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے نعتیہ کلام اور تحریک رابطۂ مسلم عوام کے ذریعے مسلمانوں کے سینوں میں عشق محمدی کی آگ روشن کرنے میں ادا کیا تھا جس طرح برصغیر کے دور دراز دیہات میں اعلیٰ حضرت کے سلام کے ایسے نعرے "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" گذشتہ نصف صدی سے گونجتے رہے ہیں اسی طرح حفیظ کے شاہنامۂ اسلام کے اشعار مسجدوں اور مکتبوں سے ان کی خاص طرز میں گذشتہ ربع صدی سے زائد ہم سے لوگوں کے دلوں کی دھڑکنوں کی صدا بن کر بلند ہوتے رہے ہیں۔" ۲

حافظ مظہر الدین

" نعتیہ شاعری کی تاریخ میں اس اعتبار سے اعلیٰ حضرت منفرد نظر آتے ہیں کہ انہوں نے اپنے نعتیہ کلام کو تبلیغ حق کا ذریعہ بنایا اور تبلیغ عشق کا بھی۔ مخالفین کے اعتراضات کے جواب بھی دیئے اور روحوں کو زندگی بھی عطا کی۔ غیر ممکن ہے کہ کسی جگہ اعلیٰ حضرت کا کلام پڑھا جائے اور محفل پر انوار نہ برسیں۔ محبوب عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی ثناگستری نے انہیں بوصیری کا مقام عطا کر دیا تھا اور وہ عالم بیداری میں حضور کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔" ۳

---

۱ عاشق رسول ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ مطبوعہ لاہور ص

۲ " . . . . ص ۱ ۳ خیابان رضا۔ محمد مرید احمد چشتی۔ مطبوعہ لاہور ص ۱۲

سید شان الحق حقی

"حضرت مولانا احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ عاشقانِ رسول میں ممتاز مقام رکھتے تھے ان کا خلوص ومحبت میں ڈوبا ہوا نعتیہ کلام نہ صرف ان کے جذبۂ صادق کا مظہر ہے بلکہ بہت سے مومنین کے لئے بھی گداز قلب حاصل کرنے اور اپنی ارادت کو مولانا کی خوش مقالی کے سہارے ادا کرنے کا باعث ہوا اور ہوتا ہے یہ خود مولانا کے لئے بھی بڑی سعادت ہے کہ اتنے عاشق رسول ان کے دل سے نکلے ہوئے کلام کو اپنے دل کی آواز سمجھ کر پڑھتے سنتے اور اس پر وجد کرتے ہیں اس حقیقت سے اس کا ادبی پایہ اور بھی بلند ہو جاتا ہے۔ بہترین تخلیقات وہی ہیں جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے روحانی سرور اور اخلاقی بصیرت کا ذریعہ ہوں۔ میرے نزدیک مولانا کا نعتیہ کلام ادبی تنقید سے مبرّا ہے اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں۔ اس کی مقبولیت اور دل پذیری ہی اس کا سب سے بڑا ادبی کمال ہے اور مولانا کے شاعرانہ مرتبہ پر دال ہے ہ

حسن تاثیر کو صورت سے نہ معنی سے غرض
شعر وہ ہے کہ لگے جھوم کے گانے کوئی شخص

انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ اپنے فطری جذبے سے کہا ہے کوئی شاعرانہ ناموری مقصود نہ تھی چنانچہ ان کے قدر شناس اور ارادت مند ان کو شاعر کی حیثیت سے کم اہل دل اور اہل اللہ کی حیثیت سے زیادہ جانتے ہیں۔" ؎۱

سید مسعود حسن شہاب دہلوی

"انہوں نے اپنے پُرسوز و پُرکیف اور دل گداز و وجد آفریں نعتیہ کلام سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو جوت جگائی ہے اسے سرد مہری کی کوئی تاریخ یخ بستہ لہر سے سرد نہیں کر سکتی نعت گو شعراء میں ان کا مقام ایسا ہی ہے جیسے گلہائے چمن میں گلاب خوش رنگ۔" ؎۲

؎۱ خیابانِ رضا۔ محمد مرید احمد چشتی مطبوعہ لاہور ص ۴۵

؎۲ ،، ،، ،، ،، ،، ص ۱۰۸

پروفیسر محمد طاہر فاروقی

"مولانا احمد رضا خاں صاحب کی نعت گوئی، علمیت، فقاہت اور بلند منصب سے کسی بھی موافق یا مخالف کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ اعلیٰ حضرت عشق رسول میں ڈوبے ہوئے تھے اور یہی جذبہ ان کی نعت گوئی کی سب سے نمایاں خصوصیت ہے اسی لئے ان کے اشعار میں "از دل خیزد بر دل ریزد" کا صحیح عکس نظر آتا ہے۔ حب رسول ہمارے ایمان کی بنیادی صفت ہے حضرت مولانا جیسے جلیل القدر عالم اور کامل الاوصاف درویش اس نعمت سرمدی سے کیوں متصف نہ ہوتے ان کی نعت میں شاعرانہ صنعت گری کے ساتھ روحانی کیفیات اور صمیمی تاثرات بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔ ہر شعر ڈوب کے لکھا ہے اسی لئے ان کے اشعار میں درد واثر، کیف و وجد، سوز و ساز اور والہانہ شیفتگی زیادہ سے زیادہ ملتی ہے حضرت مولانا بالیقین صف اول کے نعت گو شعراء میں شامل ہیں۔" ۱؎

احمد ندیم قاسمی

"مولانا احمد رضا بریلوی کے بارے میں کچھ عرض کرنا میرا منصب نہیں ہے میں انہیں صرف بحیثیت نعت گو جانتا ہوں اور میرا اندازہ یہ ہے کہ نعت گوئی میں ان کا مرتبہ دیگر نعت نویسوں کے مقابلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مرحوم بے پناہ اور بیکراں عقیدت و محبت کی برکت سے منفرد ہو جاتا ہے۔ نعت عشق رسول کے بغیر کبھی ہی نہیں جا سکتی۔ رسماً کہی جائے گی تو اس کا کھوکھلا پن جلد کھل جائے گا۔ چنانچہ جتنے بھی اچھے نعت گو ہیں وہ عشق رسول کے مختلف کیفیات ہی کو شاعری میں منتقل کرتے ہیں۔ مگر جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں مرحوم کے عشق کی شدت بے پناہ ہے اور اسی لئے ان کی نعت کی اثر آفرینی بھی بے پناہ ہے۔" ۲؎

۱؎ خیابانِ رضا۔ محمد مرید چشتی۔ مطبوعہ لاہور صفحہ ۹۶

۲؎ 〃 〃 〃 〃 صفحہ ۴۲

ابوزاہد عابد نظامی

"اردو نعت گوئی میں جو مقام اور مرتبہ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو حاصل ہے وہ بہت ہی کم شعراء کو حاصل ہوا ہے۔ ان کی نعت گوئی کے وہ لوگ بھی دل سے قائل ہیں جو ان کے سخت مخالف ہیں۔ مولانا کا نعتیہ دیوان اگرچہ مختصر ہے لیکن کیفیت کے اعتبار سے اکثر معاصر ہم دیوانوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ عشقِ رسول کا جذبہ جو میرے نزدیک دین کی بنیاد ہے۔ آج کل دلوں سے ختم ہو رہا ہے (یا سازش کے تحت ختم کیا جا رہا ہے) اس کی بحالی اور ترقی کے لئے حضرت مولانا بریلوی کی نعتوں سے کام لیا جا سکتا ہے کاش یہ کام سلیقے سے ہو نفرت کے بجائے محبت کو شعار بنایا جائے اور اس سے لوگوں کے دلوں کو فتح کیا جائے کہ یہی ہمارے مشائخ کا طریقہ ہے۔" [۱]

مقبول جہانگیر

"اعلیٰ حضرت کی شاعرانہ حیثیت بھی اتنی ہی وقیع اور عظیم ہے جتنی ان کی دوسری حیثیتیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ تاریخ میں جو اچھے اچھے نعت گو شعراء گذرے ہیں ان سب کا ذکر کسی نہ کسی حیثیت سے ادب کی کتابوں میں موجود ہے مگر اعلیٰ حضرت کی بہترین شعری تخلیقات کی طرف توجہ نہ دی گئی۔ شاید اس لئے کہ ان کی شاعری دوسرے علوم و فنون کے نیچے دب گئی، یہ حقیقت ہے کہ ان کا نعتیہ کلام بڑے بڑے شاعر کے کلام کے مقابلے میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ ان کے یہاں جذبے کی بے ساختگی، خیال کی رعنائی الفاظ کی شان و شوکت اور عشقِ رسول کی جھلکیاں قدم قدم پر موجود ہیں۔ ان کی نعتوں میں کیف و اثر کی ایک دنیا آباد ہے۔" [۲]

---

[۱] خیابانِ رضا۔ محمد مرید چشتی، مطبوعہ لاہور ص ۲۶

[۲] عاشقِ رسول، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ، ص ۱۱

نعیم صدیقی

"مولانا کی جو نعتیں پڑھنے یا سننے میں آئیں ان میں خصوصی طور پر والہیت کی روح کارفرما ہے۔ زبان پر قدرت، ان کا تخیل نئی نئی کونپلیں نکالتا ہے۔ اور تشبیہات و تلمیحات سے وہ خوب کام لیتے ہیں ان کی بہت سی نعتوں کی ایک خصوصیت ان کا عوامی انداز ہے۔ وہ ایسی لسانی اور فنی باریکیوں کی طرف نہیں جاتے جو ہمارے یہاں کے عام مسلمان کی ذہنی سطح سے بلند ہوں" ۱

ڈاکٹر وحید اشرف

"امام احمد رضا نے عرب کے چمنستان کی بہار، عرب کے گل وریحان، عرب کے بیابان کے خار اور عرب کے کوچوں کا ذکر کیا مگر یہ ذکر رسمی اور رتیاسی نہیں بلکہ اس ذکر میں صداقت کا اجالا موجود ہے" ۲

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق

"حضرت رضا نے اپنی نعت نویسی کے لئے قرآن و حدیث ہی کو شمع راہ بنایا یہی وجہ ہے کہ ان کا نعتیہ کلام افراط و تفریط کے عیب اور تخیل کی بے راہ روی سے پاک ہے" ۳

حکیم آفتاب احمد قریشی

"ان کی نعتیہ شاعری تو عدیم المثال ہے اس میں آمد کی کیفیت ہے وہ عشق رسول سے سرشار تھے ان کی زندگی کا سب سے بڑا سبق یہی ہے کہ مسلمان عشق رسول کو اپنائیں عشق رسول ہی میں ہماری فلاح و بہبود ہے" ۴

---

۱ خیابانِ رضا، محمد مرید چشتی، مطبوعہ لاہور ص ۱۱۲

۲ اقبال و احمد رضا، راجا رشید محمود، مطبوعہ کلکتہ ص ۲۶/۲۵

۳ " " " " " ص ۲۷ ۴ خیابانِ رضا۔ محمد مرید چشتی مطبوعہ لاہور ص ۳۵

حضرت رضا بریلوی کی
نعتوں کا
انگریزی زبان میں ترجمہ

SALAM ON THE PROPHET

(Sall Allahu Alaihi wa Sallam)

By

Imam Ahmad Raza Khan Barelvi

Translated By

Professor G.D. Qureshi

B.A. (Hons.) ; M.A. English (Sind)
LL.B. (Sind) ; M.A. English (Leeds)
Lecturer College of Art and
Technology New Cast U.K. E-4 Pon-Tyne

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

Allah's Name I begin with, the Compassionate, the Merciful

It is every Muslim's duty to pass on knowledge of Islam, and to strive to serve Islam and the Muslim Community in the best way possible. It was with these intentions that the *Raza Academy* was established in 1979. This noble task was made possible by the eminent Muslim Scholar and Wali Allah Hazrat Pir Sayed Abul Kamal Barq Qadiri Nawshahi (Rahmatullahi Alaih).

Raza Academy is named after one of the greatest Muslims of the modern age, Imam Ahmad Raza Khan Barelvi (Rahmatullahi Alaih), who was born in 1856 and passed away in 1921. He was so great that he was given the title of Reviver of the Fourteenth Islamic Century. His writings and life are of the greatest importance to Muslims in the World today.

We knew this task was difficult, for we had neither support nor money, but our intention was pure and sincere, and we relied on Allah Ta'ala and hoped for His help and the Blessings of His Beloved Prophet (Sall Allahu Alaihi wa Sallam).

In 1984 we published an English translation of the Holy Quran. Then in November, 1985 we began publishing a monthly journal, *The Islamic Times*. This was extremely difficult, but with Allah Ta'ala's Blessings the journal survived, overcame all difficulties and went from strength to strength.

We have published more than two dozen books on Islam. This was only possible with Allah Ta'ala's help and the Blessings of His Beloved Prophet (Sall Allahu Alaihi wa Sallam).

We pray that Allah Ta'ala will give all those who write, translate and provide financial help for the *Raza Academy* a rich reward in This World and the Next.

We would like to express our gratitude to our spiritual guide Hazrat Pir Sayed Maroof Hussain Saheb Nawshahi Qadiri of Bradford for his Blessings and Du'as.

Finally we would like to thank Brother Muhammad Afzal Habib, Dr. Muhammad Haroon, Brother M.I. Kashmiri and others for their help. May Allah Ta'ala give them all rich reward in both Worlds.

Professor G.D. Qureshi
Chairman, Raza Academy

SALAM ON THE PROPHET

1. Blessed be Mustafa, Mercy for Mankind,
God's Light, the right way to find.
2. Blessed be the highest of the High,
The brightest star of Prophecy's sky.
3. Blessed be the Sovereign of Kaaba and Paradise,
Who is Compassionate, Merciful and Wise.
4. Blessed be the hero on the night of his Ascension,
The apple of the people's eye in Heaven.
5. Blessed be the splendour of the next World,
The Dignity, Justice and Grandeur of this World.
6. Blessed be his noble mind,
The most sublime of its kind.
7. Blessed be the source of Knowledge Divine,
Outstanding and the Last in the Prophets' line.
8. Blessed be the point of Life's hidden unity,
And also the centre of its visible diversity.
9. Blessed be Nature's privileged one,
Who divided the Moon and called back the Sun.
10. Blessed be the blanket, rich in mystic quality,
Under which the food did increase in quantity.
11. Blessed be the sovereign, wise and high,
Whose rule extends from Earth to Sky.
12. Blessed be the giver of Blessings Divine,
On whose account God created the Universe.
13. Blessed be the best of all the Prophets,
The Last and the most kind of the Prophets.
14. Blessed be he who merged in God's Light,
And established the rule of right over might.
15. Blessed be the Prophet, most distinguished,
Matchless, exquisite and unparalleled.
16. Blessed be the star that brightly shone,
And in size has gradually grown.
17. Blessed be the jewel of Nature's plenty,
Whose knowledge extended from here to Eternity.
18. Blessed be the strong support of the helpless,

Committed to the uplift of the penniless.
19. Blessed be our Prophet's perfection,
Which bore Divine Unity's perfection.
20. Blessed be the balm in hardship and dismay,
Whose aim in life is justice and fair play.
21. Blessed be my strength in misery,
My hope and wealth in poverty.
22. Blessed be the clue to the mystic signs,
That throws a light on God's designs.
23. Blessed be the totality of most and least,
That changes a pantheist into a monotheist.
24. Blessed be success after patience,
How nice! If shortage is followed by abundance.
25. Blessed be our Prophet's supplications,
Which met God Almighty's approbations.
26. Blessed be our valued patron in poverty,
Who leads us out of adversity.
27. Blessed be his caring concern for the evil and vicious,
And a satisfying affection for the righteous.
28. Blessed be the Prime Cause of Creation,
The Final Medium of Human Salvation.
29. Blessed be the focal point of revelation,
Initiating the process of God's manifestation.
30. Blessed be that gardener's noble strife,
Who gave withering flowers a new life.
31. Blessed be that symbol of beneficence,
Without a shadow or equal in any sense.
32. Blessed be that embodiment of grace,
And Birds of Heaven sing his praise.
33. Blessed be that broad forehead,
Truth on which was always read.
34. Blessed be that King of kings,
Whose name the most instant success brings.
35. Blessed be those tresses black,
Vision's feast and mercy's track.
36. Blessed be that stately parting,
Day coming in and night departing.
37. Blessed be his act of combing,
Which left the lovers' hearts throbbing.
38. Blessed be those ears that hear,

Every sound from far and near.
39. Blessed be the dynasty Hashimite,
A dazzling wave in a flood of light.
40. Blessed be his head and his hair,
Which the crown of success does wear.
41. Blessed be those eyebrows,
For which the niche of the Kaaba bows.
42. Blessed be the shade benign,
Of his eyelashes black and fine.
43. Blessed be his eyes, those gems,
From which Mercy's fountain stems.
44. Blessed be that rose of nature,
The glorious symbol of the Creator.
45. Blessed be the look affectionate,
Caring, kind and compassionate.
46. Blessed be his awe and dignity,
Best in piety and humility.
47. Blessed be the cheeks so bright,
That they be dimmed even the moonlight.
48. Blessed be his suitable height,
To look at him was a real delight.
49. Blessed be that beaming complexion,
Which gave the onlookers satisfaction.
50. Blessed be that beautiful skin,
Which said that men are the same within.
51. Blessed be that fragrant sweat
On workers which had a great impact
52. Blessed be the hair on his chin
Holy, clean, soft and thin.
53. Blessed be his beard's boon,
Glowing like the halo of the Moon.
54. Blessed be his lips, in talk or repose,
Which resembled the petals of a rose.
55. Blessed be the mouth, devoted to teach,
What God desired him to preach.
56. Blessed be the freshness of his palate,
Which in the desert flowers did create.
57. Blessed be his saliva's power,
Which changed the water from hard to softer.
58. Blessed be his tongue gifted and true,
Speaking words, which God wanted him to.
59. Blessed be his persuasive speech,
Evil to quell, and virtue to teach
60. Blessed be his rare gift of eloquence,

Which won the hearts of his audience.
61. Blessed be that moment of God's beneficence,
Which guaranteed his prayer's acceptance.
62. Blessed be that luminous galaxy,
Which threw God's men into ecstasy.
63. Blessed be his smile's influence,
Which could relax people, if they were tense.
64. Blessed be that throat's rare quality,
Fresh as milk, and sweet as honey.
65. Blessed be his shoulders, dignified,
In whom Dignity itself took a pride.
66. Blessed be the Prophet's Seal that shone,
And in the Kaaba shines the Black Stone.
67. Blessed be the strength of the nation,
An emblem of learning's consummation.
68. Blessed be that hand's generosity,
Which ushered in an era of prosperity.
69. Blessed be the strength of that arm,
Which bore all burdens without any alarm.
70. Blessed be his hands and their vigour,
Two pillars of our religion and culture.
71. Blessed be his palm, clear and bold,
Whose lines 'courage' foretold.
72. Blessed be his fingers, long and bright,
Which looked like fountains of light.
73. Blessed be his crescent-like nail,
Which brought health in its trail.
74. Blessed be his denunciation of rage,
And commendation of love and courage.
75. Blessed be his heart's sensitivity,
Which understood the mystery of unity.
76. Blessed be that millionaire's appetite,
Who ate only what a poor man might.
77. Blessed be that magnanimous mind,
Which sought God's Mercy for Mankind.
78. Blessed be his knees exalted,
Whose greatness Prophets acknowledged.
79. Blessed be the steps in the right direction,
Which led humanity nearest to perfection.
80. Blessed be those feet and the way,
And the Quran swore by his pathway.

81. Blessed be the moment of the Prophet's birth,
When unsurpassed glory spread over the Earth.
82. Blessed be the prayer for man's salvation.
Uttered by him in his first prostration.
83. Blessed be that fortunate breast,
Which fed him at God's behest.
84. Blessed be his regard for others,
When he used one, and left the other breast for brothers.
85. Blessed be the glory of Prophethood,
Finest flower in the garden of Manhood.
86. Blessed be his God-beloved face,
And his childhood charm and grace.
87. Blessed be the sweet buds blossoming,
And the plants gradually growing.
88. Blessed be his habit of keeping away,
As a child from meaningless play.
89. Blessed be his unpretentious style,
His informal but very encouraging smile.
90. Blessed be his way immaculate,
In every sense pious and great.
91. Blessed be his symbolic assertions,
Easy solutions to most difficult situations.
92. Blessed be his simple-heartedness,
Leading to acts of the highest selflessness.
93. Blessed be he who went to pray,
In a cave alone by night or day.
94. Blessed be his spiritual domain,
Of beings, celestial and mundane.
95. Blessed be his mission of Islam,
Replacing violence by peace and calm.
96. Blessed be the nights of relaxation,
And the nights of prayer and meditation.
97. Blessed be the drops of rain gracious,
And rays of the morning auspicious.
98. Blessed be his love for the repentant,
And his firmness with the insolent.
99. Blessed be his prophetic grandeur,
Before which there bowed every Emperor.
100. Blessed be he who stood at God's Light,
While Moses fainted just at the first sight.

101. Blessed be the face as bright as the Moon,
Which dispelled the darkness so very soon.
102. Blessed be the Victors' Holy cry,
Echoing on Earth and in the Sky.
103. Blessed be the brave liberators,
Who defeated the most cruel dictators.
104. Blessed be the Prophet Mustafa's bravery,
And Jingling swords bore his testimony.
105. Blessed be the brave Lion's Stride,
Who won bold Hamza to his side.
106. Blessed be his habits fair,
May God bless his every hair.
107. Blessed be his eventful life,
And Peace motivated his strife.
108. Blessed be his devoted friends,
Peace on whom every Muslim sends.
109. Blessed be the Prophet's family members,
Who are like heavenly flowers.
110. Blessed be that garden of piety,
Whose plants grew with the water of purity.
111. Blessed be their nascent purity,
Who belong to our Prophet's family.
112. Blessed be that symbol of honour,
Pious Batool, our Prophet's daughter.
113. Blessed be the veils of graces,
Which from Sun and Moon hid their faces.
114. Blessed be our Prophet's beloved daughter,
Pious, pure and the women's leader.
115. Blessed be Hassan, the generous leader,
Who did ride on the Prophet's shoulder.
116. Blessed be his glorious magnificence,
A Symbol of knowledge and eloquence.
117. Blessed be the sweet sermons on culture,
Preached by the honey-tongued Messenger.
118. Blessed be the martyr, red-attired,
In the desert of Karbala who expired.
119. Blessed be our departed leader,
The Gem of Najaf, the Sun of Honour.
120. Blessed be those symbols of piety,

The mothers of the Muslim community.
121. Blessed be those emblems of modesty,
The Members of the House of dignity.
122. Blessed be the Prophet's bosom friend,
Whose affection and loyalty knew no end.
123. Blessed be that home blissful,
Declared by God as Peaceful.
124. Blessed be the Prophet's dynasty indeed,
Unsurpassed in courage and in creed.
125. Blessed be that wedlock of honour,
Between the Prophet and Siddique's daughter.
126. Blessed be that face, holy and bright,
Which God praised in the Surah of Light.
127. Blessed be the house that was so honoured,
That even Gabriel only by permission entered.
128. Blessed be the adjudicator of the Four Schools,
Which interpret all the Islamic rules.
129. Blessed be the Disciples of the Messenger,
Who stood by him in the battles of Uhad and Badar.
130. Blessed be the group of ten wise men,
Who were assured of places in Heaven.
131. Blessed be that radiant appearance,
Which was called by God into his presence.
132. Blessed be that pride of the Caliphate,
The Follower of the Prophet, true and consummate.
133. Blessed be Siddique's company and self,
Who is next to none but the Prophet himself.
134. Blessed be the man sincere and kind,
Who advised the Prophet with heart and mind.
135. Blessed be Umar, God's true friend,
Whose enemies awaited a bitter end.
136. Blessed be that administrator strong,
Helper of the right, enemy of the wrong.
137. Blessed be his justice and his fair play,
Which worked for the Prophet in every way.
138. Blessed be that spiritually rich worshipper,
Who offered with the Prophet in poverty his prayer.

139. Blessed be the man who earned the rare honour,
Of marrying to the Prophet his own two daughters.
140. Blessed be Usman the generous and rare,
Who attained martyrdom while in prayer.
141. Blessed be Murtaza, the Lion of God,
Who vanquished the cruel with an iron rod.
142. Blessed be the leader of knowledge's mystique,
Whose heredity and virtue were unique.
143. Blessed be the man, who re-established the Caliphate,
The renowned fourth pillar of the Islamic state.
144. Blessed be that rare marvel of Nature,
Whose sword flashed in his victory over Khayber.
145. Blessed be that supporter of Islamic light,
Who defeated the enemies of Islam with his might.
146. Blessed be those Muslims, fair and just,
Who had, before and after victory, in God their trust.
147. Blessed be that Muslim's eyes and vision,
Who even once saw the Prophet's sweet complexion.
148. Blessed be those who are loved by God,
Whose enemies have indeed been cursed by God.
149. Blessed be the pious, whose foreheads shine,
Who drink and distribute spiritual wine.
150. Blessed be the descendants male,
On whom his teaching did prevail.
151. Blessed be his love of Humanity,
The model of grace and humility.
152. Blessed be the Four Imams of Law,
Ahmed, Malik, Shafii, and Abu Hanifa.
153. Blessed be the leaders of the Islamic way,
Who equally excelled in the Mystic way.
154. Blessed be that marvel of nature,
Ghaus-ul-Azam the Divine Leader.
155. Blessed be that pillar of Islam,
Who saw this World in his palm.
156. Blessed be that man's mysticism,
Who out-shone others in realism.
157. Blessed be that foot miraculous,
Which stood on the neck of the virtuous.
158. Blessed be that King of graces,
Of past and present, and of all places.

159. Blessed be that fragrant flower,
Of Muhammad's virtuous power.
160. Blessed be the pride of the Qadri Creed,
Hamza, God and the Prophet's Lion, indeed.
161. Blessed be the man, admittedly the best,
In name, body and soul above the rest.
162. Blessed be my beloved benefactor,
Descendant of God's last Messenger.
163. Blessed be that embodiment of Light,
Helping others to attain spiritual height.
164. Blessed be Ahle-e-Sunnat till Eternity,
Without any danger from Allah's Judgement or
Accountability.
165. Blessed be, O God, myself in the end,
For liking those, whom you befriend.
166. Blessed be my kind ancestors,
Parents, brothers, sisters and teachers.
167. Blessed be our Prophet's followers,
Who seek God's help in their prayers.
168. Blessed be his presence with grace,
On the Judgement Day, with Divine Praise.
169. Blessed be Mustafa, Mercy for Mankind,
May Angels sing it with Raza and his kind.

معارف رضا کراچی ۱۹۸۶ء

کس کے جلوے کی جھلک ہے یہ اجالا کیا ہے

Ghoyas D Qureshi.

ON THE DAY OF JUDGEMENT

Utterly perplexed I am at this moment of accountability;
O friends, how should I articulate my wish in this anxiety!

I wish the Prophet may hear my suplication and say:
'Look! Find out why there is all this noise today;

Who is this aggrieved man? What is his woeful tale?
What has happened to him? Why is his voice sad and frail?

Whose help in the name of Allah does he seek?
Why is he so worried? Why does he painfully shriek?

His appeals have invoked my boundless mercy;
someone should go and find out the cause of his agony.

The angels may submit that a criminal heart bleeds;
He is being ordered to ac count for all his deeds.

The moment is critical as all his record is there;
He shudders to think what sentence God may declare.

He implores you to intercede, O leader of the Massengers!
He says, 'I am powerless, Pray,use your intercessionary powers'

Any moment I would face a calamity or a disaster.
If you come, I will have nothing to fear, O Master.

On this appeal the Prophet may take pity on me;
And order the angels to with-hold any further inquiry.

Who are you blaming and punishing for his activity.
I will come and see him as he appeals to my mercy.

Hearing his voice I may noisily utter this exclamation:
"Why should I wory at all now for my salvation?"

Look! here arrives my supporter, the helper of everybody;
His arrival has infused a new spirit into my body.

Then, the merciful Prophet may hide me under his cloak;
Saying, "Leave him. Drop all the charges at a stroke."

He is my servant and I have set him free.
Do not ask him any question. Leave his case to me.

While releasing me the angels may respectfully say:
"We are your servants, O master. We dare not disobey".

All the spectators on the Day of Judgement may, then exclaim:
what a high status you have and what an exalted name!.

I would lay down my life for this merciful intercession;
you have saved your servant from imminent destruction.

The Song-birds love to hear your lyrics, O Raza!
You are a gifted nightingale of the garden of Madinah.

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی

OUR PROPHET IS THE MOST SUBLIME AND THE HIGHEST

Our Prophet is the most sublime and the highest;
Our Prophet is the most elegant and the greatest.

Our Prophet is the beloved messenger of His Creator;
Our Prophet is the bridegroom of this world and the Hereafter.

Our Prophet is the first manifestation of God's light,
Though he shone in this world as the last Prophet for human sight.

Our prophet holds the most distinguished status alone;
It is worthy of him on the highest heaven to sit on God's throne.

Our Prophet brought with him such a dazzling light,
That it outshone all others, which prior to his time were bright.

Our Prophet is that saviour, healer and seer;
The water that washed his feet is an elixir.

Our Prophet went to see God on His highest heaven;
For this occasion the most brightly decorated mirrors were chosen.

Our prophet is unique and the highest of his kind;
The prophets are from the mystics, who are from humankind.

Our Prophet has such a beautiful complexion;
That beauty itself takes oaths by his attraction.

Our Prophet's beauty is to humanity, what salt is to cookery;
There can be no taste in your words until you praise his personality.

Our Prophet is yours, theirs and that of one and all;
Just as there is one God Almighty for one and all.

Our Prophet finally emerged from the clouds as the moon;
Before him different prophets came to mankind as God's boon.

Our prophet is the true distributor of God's favours;
He alone can give, because he has these powers.

Our Prophet as sun has never set, nor will it ever set;
Innumerable stars, in the past, have shone and set.

Our Prophet is the leader of all the Prophets of God;
While, in their own places, they prophet enjoy authority from God.

Our Prophet's light extends even beyond the realm of space;
He is the essence of the light of every form of space.

Our Prophet is even nobler than that best;
Whom you regard as the best among the noblest.

Our Prophet is even higher than that best;
Whom you regard as the best among the highest.

Our Prophet is the Prophet of all other Prophets as well;
Though they are all our masters but this is what they tell.

Our Prophet is the powerful beacon of God's light,
Who divided the moon into two halves on a night.

Our prophet shone even through the dark mirrors,
While the others shone only through the clear mirrors.

Our Prophet is that Fountainhead of the water of life;
Who has given to dead hearts a gift of eternal life.

Our prophet will help the helpless through his compassion;
O Raza! give this good news to those who are grief ridden.

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا

YOUR GENEROSITY IS BOUNDLESS

Translated by: Prof. G.D. Qureshi

1. Your generosity is boundless, O Allah's Messenger!
   For you always grant every wish of your seeker.

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا | نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

2. From your drop flow waves of magnanimity
   From your particle emerge stars of rare luminosity.

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا | تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

3. O master of the heavenly river! you are so kind
   The needs of the thirsty are dear to your mind.

فیض ہے یا شہِ تسنیم نرالا تیرا | آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

4. People learn the art of generosity at your door
   The most virtuous walk humbly on your floor.

اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا | اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا

5. How can the earthly beings understand your grandeur
   When the heavenly beings are dazzled by your splendour?

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں | خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

6. Heaven, earth and world you feed
   Who then is the host? You are, indeed.

آسماں خوان، زمیں خوان، زمانہ مہمان | صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

7. Since you are Allah's beloved, yours is everything
   In love mine and thine does not apply to anything.

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب | یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

8. Those at your feet hold distinguished place
   They find your feet brighter than anybody's face.

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں | کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

9. Not a well, but an ocean I want for a start
   But from your hand a splash contents my heart.

بحرِ سائل کا ہوں سائل نہ کنویں کا پیاسا | خود بجھا جائے کلیجا مرا چھینٹا تیرا

10. Thieves always hide away from their chief
    But under your cloak takes refuge your thief.

    چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف | تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

11. Grant our eyes, minds and bodies contentment
    O True Sun! Lead our hearts to enlightenment.

    آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جانیں سیراب | سچے سورج وہ دل آرا ہے اجالا تیرا

12. Why then does my heart tremble like an autumn leaf
    When your compassion can grant the weak relief?

    دل عبث خوف سے پتا سا اڑا جاتا ہے | پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسا تیرا

13. Who am I with all my sins insignificant
    When your word saves millions in my predicament.

    ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی | مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

14. O master! your kindness made me lazy
    Now fear of accountability drives me crazy.

    مفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی | اب عمل پوچھتے ہیں ہائے نکما تیرا

15. Don't send your servants to others, O master!
    Peace is near you, elsewhere is disaster

    تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال | جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

16. I am a lowly, sinful, neglected being
    You are a righteous, forgiving, elevated being.

    خوار و بیمار و خطاوار و گنہگار ہوں میں | رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

17. Your decisions are final in every matter
    I beseech you change my fate for the better.

    میری تقدیر بری ہو تو بھلی کر دے کہ ہے | محو و اثبات کے دفتر پہ کڑوڑا تیرا

18. Allah has given you such an authority
    Pray, return my sinful heart to purity.

    تو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کے دھلیں | کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

19. No one else in the world I wish to meet
    My cherished desire is to die at your feet

    کس کا منہ تکیے کہاں جائیے کس سے کہیے | تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

20. You gave us Islam, and as muslims gave honour
Who ever heard that you withdrew your favour.

تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا | تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا

21. I understand the scars of painful death remain
But your post-ablution water can cleanse this stain.

موت سنتا ہوں ستم تلخ ہے زہرابۂ ناب | کون لا دے مجھے تلووں کا غسالہ تیرا

22. Who knows what might be the fate of the sinner?
Dying at your feet can make him a winner.

دور کیا جانیے بدکار پہ کیسی گزرے | تیرے ہی در پہ مرے بیکس و تنہا تیرا

23. For me, a tiny droplet will suffice
When the virtuous get in plenty and nice.

تیرے صدقے مجھے اک بوند بہت ہے تیری | جس دن اچھوں کو ملے جام چھلکتا تیرا

24. Kaabah, Medinah, Baghdad look where you may
The radiance of your light is always at play.

حرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجے نگاہ | جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا

25. As my supporter, before you I (Raza) bring
My spiritual guide, who is your off-spring.

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع | جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

A "MAIRAJ" POEM

Prof. G. D. Qureshi. (England)

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

A *Mairaj* Poem expressing sincere and profound feelings of immense joy on the festive occasion of the Journey to the Highest Heaven by the Most Illustrious Prophet Muhammad (peace and blessings of Allah be upon him).

1. When the Supreme Prophet went on his journey to the Divine Throne of Allah,
There were very special arrangements made to welcome this unique guest from Arabia;

2. It was the spring time: there were echoes of the salutary greetings in the dales;
The angels and the skies were singing happy songs in their own ways like the nightingales.

3. On the heavens above and the earth below there was a festive celebration;
The dazzling lights came down smiling and the fragrant perfumes went up on this occasion.

4. The light emitted by his radiant face created a moonlight near Allah's throne;
The night was resplendently lit through a multitude of mirrors that brightly shone.

5. The *Kaabah* dressed herself most immaculately to welcome her bridegroom with pride;
The *blackstone* looked like a beautiful mole on her charming body's side.

6. With bashful looks the *niche* lowered her upright head in sheer delight;
The covering black curtain gracefully moved, saturated with the Divine Light.

7. The coluds spontaneously advanced and the hearts engaged in a peacock dance;
To honour the Prophet in a creative stance the *Kaabah* gazed at him in a lyrical trance.

8. The golden ornaments of *Mreznah* gently moved towards the ear from her forehead;
When it drizzled, the raindrops gathered like pearls on *Hateem's* welcoming bed.

9. The bride's body-fragrance intoxicated the surrounding breeze and her own garment;
When the pe.fumed curtain furled, the gazelles rushed to store its unique scent.

10. The happy hills smiled and their elegant tops stood out in the space;
Like a maiden's head-scarf the shoots of green grass rhythmically moved with grace.

11. The fresh-looking and well-clad rivers ran through the well-trimmed bowers;
It was a rare visual feast of stormy waves, rushing waterfalls and bubbling showers.

12. The old white-floor of moonlight was removed as it was not stain-free;
The new green-floor consisted of gardens and flowers as far as one could see.

13. More precious to us than our lives! where is the Prophet's blested path-way,
On which our humble hearts, the heavenly demsels and wings of the angels lay.

14. That moment was indescribably exciting, when the angels, pure and wise,
Gatherd round him and dressed him as the bridegroom of paradise.

15. The light emitted by his face was distributed among the beggars with generosity.
The moon and the sun begged most eagerly for this bright charity.

16. The same luminous water is still shining in their bright path,
Which the stars had gathered in their cups from his overflowing bath.

17. With his surplus sole-washed water paradise was painted bright;
Those who wore his used-clothes became flowers of the garden of light.

18. The sun revealed the news that God Almighty's beloved messenger
Was soon expected to come back after meeting his Creator.

19. The wedding crown of God's light was on his head amidst a blissful prayer;
The angels stood on both sides of his way to present a salute of honour.

20. Had we been there, we would have sought for some charity;
How could that happen, when we were destined to live this life of poverty?

21. He had hardly sat on the saddle that the journey of salvation ended at a glance;
The salvation itself congratulated him and the sins engaged themselves in a dance.

22. It is understandable why the Prophet's horse startled like a frightened deer;
The rays of light dazzled its eyes and the lightening flashed too near.

23. The clouds gave alms to the beggars and made sure there was enough room;
The angels held the reins respectfully and welcomed the bridegroom.

24. The dust of the luminous path rose up like the clouds of light;
The space overflowed with rain and the whole way was exceptionally bright.

25. O moon! You should have brought some dust from the Prophet's way;
You would have got rid of your spots by rubbing it on them just for a day.

26. The hoof-prints of the 'Buraq' filled the entire way with flowers;
In no time all over the place there were fragrant orchards and bowers.

27. The divine wisdom of 'Aqsa' prayer was to unfold the secret of first and last;
All the Prophets prayed behind him, though they had actually lived in the past.

28. The dignity of his arrival brightened up everything immaculately;
The stars, the skies, the cups and the containers were cleaned smartly.

29. When he advanced, his unveiled sunlike face shone with glamour;
The sky felt over-awed and the stars became dimmer and dimmer.

30. The overflowing light filled the path with luminous water;
The stars slipped time and again and fell at the feet of Allah's messenger.

31. The ocean of Unity surged forward and washed the sands of Diversity;
Forget the dunes of the sky, just two bubbles were "God's Arsh and Kursi".

32. His sun-like merciful face eclipsed the stars that shine;
The moonlight and starlight looked like shadows in his sunshine.

33. When the unique bridegroom advanced even the lote tree failed to hold him back;
In the wink of an eye he went beyond this and that range of the track.

34. The angels felt that a glimpse had flashed through their sight and mind;
The bridegroom went far ahead but his companions were left behind.

35. Gabriel's wings got tired and he could not accompany the divine guest;
The Prophet's stirrup slipped out of his hands though he tried to hold it to his best.

36. He, who reflected on the Prophet's speed suddenly found his mind aflame;
All the trees in the woods of intellect started burning with shame.

37. The birds of intellect flying ahead of the Prophet ended in a miserable plight;
They could not go beyond the lote tree in their insurmountable flight.

38. The strong-winged birds of superstition flew but soon lost their breath;
They sustained a fatal blow on their chests and fell down bleeding to death.

39. At that moment God's throne heard the angels raising a salutary uproar;
How nice to welcome back the same auspicious feet, which graced us before.

40. On hearing this, the devotee exclaimed, "Where is my master?
How lucky that my eyes will again kiss the soles of Allah's Messenger!"

41. Allah's throne knelt down to welcome; the angels fell into a prostration;
It rubbed its eyes on his feet; they showed their utmost veneration.

42. Such bright lights shone that all the candles flickered;
The lamps felt ashamed when the sun itself appeared.

43. In this atmosphere the Messenger of Mercy came respectfully to say;
"Those ways are open for you today, which were closed for Moses one day".

44. "Move forward, O Muhammad! Come nearer, O Ahmed, my beloved",
What a lovely call it was and what a joyful atmosphere it created!

45. O Allah, all praise be to You: You are undoubtedly carefree;
Once Moses insisted to see You; here You became anxious to see.

46. Let intellect bow its head, because he has travelled beyond imagination:
Direction itself is baffled and it cannot dare to imagine his destination;

47. Who could answer where or when? who could tell us what or how?
There was neither any companion nor any milestone between then and now.

48. Allah gently encouraged him though his pace was humbly slow;
Grandeur checked him but Grace inspired him steadily to go.

49. He advanced hesitantly with feelings of respect and humility;
Allah led him on this endless journey with an exceptional agility.

50. The Prophet's motion was nominal: it was all done by the divine will.
Whenever he slowed down, Allah commanded him to come nearer still.

51. At last a barge emerged from the ocean of His personality;
It took him near Allah's lap and untied the anchor of mortality.

52. Who could see this ocean's shore? It was all speed and surprise.
He leapt like sight and became hidden from his own eyes.

53. When the secrets of Nearness were unveiled, who knows what the Reality was?
There was no room for otherliness: don't say he wasn't; he really was.

54. The graden so blossomed that the buds and the roses looked very charming;
The unblown and the fully-blown flowers became equally inviting.

55. To differentiate between the circumference and the centre was difficult;
The arches beowed and the circles felt giddy as a result.

56. Millions of veils disappeared revealing endless oceans of luminosity;
It was a strange Union of Lights which symbolised diversity in Unity.

57. The waves showed their parched tongues and wriggled in search of water;
The whirlpool fainted with thirst and its eye stared farther and farther.

58. He is the First and the Last; He lives in the Absence and in the Presence;
His own hidden light went to see His own visible existence.

59. O dots on the arch of probability! Why do you guess the first and the last?
Ask the track of the circumference, where did the process begin in the past?

60. Here Allah gave His belvoed Messenger a gift of formal and ritual prayers,
He also honoured him with garlands of d'arood, and' salam's regal flowers.

61. The tongue was anxious to speak and the ear was eagerly trying to go very near;
Mysteriously and silently he said what he wanted to say and heard what he wanted to hear.

62. Then the Distinguished Guest was taken to Paradise soon;
The stars of paradise felt honoured to see the glory of their Arabian moon.

63. The Arabian moon was accorded a glorious welcome joyfully;
All the heavenly flowers become daffodils and the chandeliers shone more brightly;

64. The spirit of ecstasy edged him on but the sense of humility checked him modestly;
A real conflict of emotions: "To advance or just to stay there reverently".

65. Allah's omnipotence be praised! His truthful moon shone at millions of stations on his way;
Even then he returned home by dawn before the starlight faded away.

66. Take pity on Raza, O our intercessor and Allah's Messenger of Mercy!
Grant him a small share from the gifts distributed during the Mairaj journey.

67. My mission is to praise the Prophet; my aim is to achieve his pleasure;
The poetic rhymes and refrains have no value; Mustafa's Love is my real treasure.

(concluded)

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

1. O Ghaus! you hold a place, of prominence
   Your feet are above others heads in eminence

2. Whose eyes can towards your head rise?
   Mystics kiss your feet with their eyes

3. Very brave are your protected men
   your dog frightens a lion in its den

4. Your illustrious ancestors are Hussain and Hassan
   Both traditions in your person have become one

5. With oaths Allah persuades you to eat
   to him you are so dear, so sweet!

6. He who sees your personality's halo
   Actually sees our Prophet's spiritual shadow

7. Zehra's son is blessed in your birth
   Others enjoy your blessings on this earth

8. The art of giving is your by inheritance
   The Prophet bequeathed to you his pittance

9. Prophetic rain, Alvi crop, Batooli flower
   Hussains fragrance in Hassan's flower

10. Prophetic supervision, Alvi star, Batooli, boon
    Hussain's light in Hassan's moon

11. Prophetic beauty Alvi mountain Batooli quary
    Hussain's dazzle in Hassan's ruby

12. Ocean or land, garden or desert, city or village
    Which place does not hear your message

13. With purity of intent, one cannot cannot a vice
    I have tested your grace, not once but twice

14. Your thirsty are too weak to stand and explain
    Their eyes long for your generous rain

15. O Ghaws! very sinful and dirty I have been
    Before my death please wash me clean

16. Your holy water I need in right earnest
    It purifies more than a handful of dust

17. When time comes, the bird of my soul will fly
    Hard luck! I cannot see you until I die

18. In your fold are dogs, young and old
    Living so far away I am still in your fold

19. Dogs with this insignia are never killed, never!
    Please leave your collar on my neck for ever

20. Baghd.idi dogs know my name and seal
    Though in India, in Baghdad myself I feel

21. O mastor! for the sake of your dignity
    Upon your servant's plight take pity

22. A thief, a criminal, a man so base
    Kind master! I am yours in any case

23. I shall still be after you named
    O Ghaws! if I stand somewhere blamed

24. Raza! do not crawl, you may be small
    But your renowned master is the best of all

25. Yet one more poem in praise of the master?
    Come, Raza, inscribe your name in the poet,sregister

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا

1. How terrible is your anger, O Ghaws, the brave!
   Your victim continues suffering even in his grave.

2. Clouds cannot stop the furious lightening
   Shields drop on seeing your sword frightening

3. Your spear moves fast in every direction
   Strikes harder when it sees its own reflection

4. While attacking you never miss your aim
   Just one stroke puts the worst enemy to shame

5. How ironical! some foes mean by nature
   Want to lower down your high stature

6. Had they sense, against God they would not fight
   Almighty Allah has raised you to this height

7. The last Prophet is your protector and guide
   Your fame has and will spread far and wide

8. How hard ill-fate enemies may undermine
   Your name is destined for ever to shine

9. Your foes will fail, even if they try
   When Allah has promised to keep you high

10. O foe! your denial is here for you a curse
    Your fate in the hereafter will be worse

11. Pretend outwardly that you are not afraid
    Your heart inwardly sinks on seeing my master's blade

12. About thine Zehra your thoughts are dangerous
    How dare you hold views so blasphemous

13. If you refuse to follow the falcon's path
    You will lose your bird of faith by divine wrath

14. Do not cut the branch you are seated on
    Or the roots of your family tree will be gone

15. Disobeying God to please men, near and far
    O I know how low your intentions are

16. O fool! inspite of your greed and cunning
    A look from the watch-dog will set you running

17. O master! I am most willingly obedient
    To your will I am fully subservient
18. Your word is law; your pen is sword, O guide!
    your kingdom ranges far and wide
19. An angry look drives the enemy away
    Your kind word makes a friend's day
20. Control over hearts is yours from above
    Please make my heart a treasure of love
21. Rejected-thief will run away with a start
    Your name when he sees engraved on my heart
22. In life, death and hereafter, my guide!
    Under your spiritual cover I want to reside
23. On dooms day the sun's heat will be hell-bent
    Luckily I shall have the advantage of your tent
24. In "BAHJAT-UL-ISRAR" all my secrets lie
    Because you cover your disciples like the sky
25. For the world's opposition I (Raza) do not care
    I know my guide will grant my prayer

The Religions Poetry of Imam Ahmed Raza Bareilvi

معارف رضا کراچی ۱۹۹۲ء

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا

1. Non like you was ev r seen or created ;
   Authority stands in your person consummated.

2. Waves of stormy seas flout every rule.
   Please rescue my boat from the whirlpool.

3. On reaching Taybah, O Sun, You should pray
   His light may change my night into day.

4. Your face is as bright as the full moon ;
   Let your grace and light fall on me soon.

5. I am thirsty : you are a symbol of generosity.
   Not a shower, a drop will satisfy me.

6. O pilgrims ! in Taybah prolong your stay ;
   My heart sinks at the thought of your going away.

7. In Madinah I was always glad ;
   Memory of that time now makes me sad.

8. No one will listen to my tale of woe ;
   For help I have nowhere else to go.

9. Let my soul burn in your loves flame ;
   To die in your service is my life's aim,

10. Raza ! it is not my style or norm ;
    Friends wished so I adopted this poetic form

معارف رضا کراچی ۱۹۹۰ء

DUST WE ARE

Translated by : Prof. G. D. Qureshi

1. Dust we are; return to it we must
   Adam, our ancestor, was created from dust.

2. Reduce us to it in your search,
   O God ! Dust is our medal from our dear Lord.

3. That dust on which Prophet set his feet,
   For us is better than a heavenly seat.

4. Sky was hurt deeply by the sharp irony
   When Earth said, "Madinah is located on me"

5. Prophet described Ali as "dust's father"
   Who is our wise guide and brave leader.

6. O seekers ! walk humbly in right earnest
   Under this earth is our Prophet's place of rest

7. Prophet's grave and Keebah are made with dust
   So respect it always every-where we must.

8. Raza I in Allah's eyes we will have no worth
   If we do not love Madinah on this earth.

معارف رضا کراچی ۱۹۸۹ء

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا

NAAT-E-RASOOL

(By: Imam Ahmed Raza Bareilvi)

Translated by: Sardar Ali Ahmed Khan

How great is thy generosity, thou;sovereign of holy realms (Bat'hs)
Never has a suppliant turned disappointed from the door.

The drop of thy bounty is like a river in spate,
An atom of thy benevolence corusciates like stars.

In liberality there is none like thee,
Thy river goes about in search of the thirsty.

The opulent are fed at thy door, such is thy almshouse,
The saints treat on their foreheads the path leading to thee.

We humble denizens of the earth how can we imagine thy eminence?
The Flag Flutters on the throne of God.

The sky and the earth are thine open table and the whole world thy guest,
And who is the exalted host, thou and thou alone.

I shall call thou Master for thou are the Master's beloved,
In fact there is no mine and thine in love.

The eyes would be soothed, the heart fresh and lives brimful,
Thou true sun of generosity such is thy heart-alluring light.

معارف رضا کراچی ۱۹۹۲ء

سرتابقدم ہے تن سلطانِ زمن پھول

Rendered into English by-

Zahoor Afsar Budaun

From top to bottom, the body of Sultan-e-Zaman
(Prophet Mohmmed S.A.W) is flower

Lips, flower, mouth flower, chin flower, body flower

For your Bake, not only gardens, forests beget flower

Permit this bud of heart too, to become a flower.

If we desire it moves not even a single atom,

If you desire. the lofty mountain of sorrow becomes a flower

By Allah, if the perpiration of my flower is made available

Neverwould the bride ask for Itr, nor wuold she desire flower

What to say of that garden of benevolence O 'Raza'

Wherein "Zohra' be a bud, 'Husain' and 'Hasan' flower.

ماہنامہ استقامت (انگریزی) کانپور اپریل ۱۹۸۹ء

(ج)

بحیثیت نعت گو

حضرت رضا بریلوی کا مقام

رضا یہ نعتِ نبی نے بلندیاں بخشیں
لقب زمینِ فلک کا ہوا سمائے فلک

گذشتہ پندرہ سولہ برسوں کے درمیان نعتیہ شاعری پر خصوصی توجہ مرکوز کی گئی ہے اس کا ثبوت وہ مقالات ہیں جو ان کی نعتیہ شاعری کے سلسلے میں قلمبند کئے گئے ہیں اس قبولِ عام میں آخر اچانک یہ تیزی کیسے آئی یہ بات واقعی محلِ نظر ہے کہ اچانک مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی نعتیہ شاعری عوام و خواص کی توجہ کا مرکز و محور کیسے بنی۔ اس کی کئی وجوہ ہیں۔ پہلے امیر مینائی داغ دہلوی اور سب سے زیادہ میلاد اکبر اور مولود سعیدی کی نعتیں عوام و خواص کو سکون و طمانیت عطا کرنے کا واحد ذریعہ تھیں زندگی کے مسائل پیچیدہ سے پیچیدہ تر ہوتے چلے گئے خصوصاً بیسویں صدی کا نصفِ آخر انسانوں پر عام طور پر اور مسلمانوں پر خاص طور سے بہت گراں گذرا۔ مشرق قریب و بعید اور مشرقِ وسطیٰ میں ان کی زندگی تلخ ہو گئی برصغیر کی آزادی بھی اپنے جلو میں تباہی و بربادی کا طوفان لے کر آئی اس نے دلوں کو ایسی شکستگی دی اور ایسی مایوسی دی کہ اس کا مداوا روایتی نعتیہ شاعری سے ورے اور پرے تھا یہیں سے نعت گوئی کو ایک نئے اسلوب کی طرف مجبوراً اور ضرورتاً مڑنا پڑا۔ اور سودا سے لے کر محسن کاکوروی تک کے نعتیہ قصائد پر لوگوں نے نگاہ کی اور نعت میں فریاد و فغاں اور التجا کا عنصر غلبہ پانے لگا۔ محسن کاکوروی کے بعد جس شاعر پر اہل نظر کی نظر ٹھہری وہ حضرت فاضل بریلوی کی شاعری تھی جس میں التجا اور گریہ وزاری کا عنصر غالب ہے ۱۹۴۰ء اور ۱۹۵۰ء کے بعد کی نعتیہ شاعری میں لہجہ یکایک تبدیل ہو گیا اور اس تبدیلی کا منبع و مخرج مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی شاعری کو قرار دیا جا سکتا ہے جنہوں نے مختلف بحور میں ہدیۂ نعت و درود پیش کیا ہے۔ چند نعتوں نے جن میں ان کے سلام کو سب پر فوقیت حاصل ہے میدانِ نعت گوئی کی کایا ہی پلٹ دی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس سلام کو بیسویں صدی کے نصف آخر میں کیوں قبولِ عام کی سند حاصل ہوئی جبکہ یہ قصیدہ بیسویں صدی کی پہلی

دہائی میں ہی لکھا جا چکا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دکھا ہوا دل اپنے درماں کے لئے پرانے ذخیروں اور برسوں کی تلاش و جستجو از سر نو کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری نگاہوں کا پہلی بار مرکز بنی کیونکہ اس شاعری میں ہر دکھ کا، ہر ظلم کا، ہر ستم کا رسول اللہ کے عاشقوں کو مداوا نظر آیا۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

اک طرف اعدائے دیں ایک طرف حاسدیں
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروروں درود

کیوں کہوں بے کس ہوں میں کیوں کہوں بے بس ہوں میں
تم ہو میں تم پہ فدا تم پہ کروروں درود

خلق کے دادرس سب کے فریادرس
کہفِ روزِ مصیبت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے بے کس کی دولت پہ لاکھوں درود
مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

جس کے جلوے سے مرجھائی کلیاں کھلیں
اس گلِ پاک منبت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت، پہ لاکھوں سلام

یہ کس کے رعبِ آمد نے کیا عالم تہ و بالا
کہ شیرازہ پریشاں ہو گیا ہر نظمِ باطل کا

کسی وحشی کی خاک اڑ کر چمن میں آ گئی شاید
بگولوں سے ہے اٹھتا شورِ مستانہ سلاسل کا

اس کے بعد یہ التجائیہ اشعار ملاحظہ کیجیے ؎

غم ہو گئے بے شمار آقا
بندہ ترے نثار آقا

بگڑا جاتا ہے کھیل میرا
آقا آقا سنوار آقا

منجدھار پہ آ کے ٹوٹی ناؤ
دے ہاتھ کہ ہوں پار آقا

ہلکا ہے اگر ہمارا پلہ
بھاری ہے ترا وقار آقا

مجبور ہیں ہم تو فکر کیا ہے
تم کو تو ہے اختیار آقا

میں دور ہوں تم ہو میرے پاس
سن لو مری پکار آقا

مجھ سا کوئی غمزدہ نہ ہوگا
تم سا نہیں غمگسار آقا

گرداب میں پڑ گئی ہے کشتی
ڈوبا ڈوبا اتار آقا

تم وہ کہ کرم کو ناز تم سے
میں وہ کہ بدی کو عار آتا

پھر منہ نہ پڑے کبھی خزاں کا
دے دے ایسی بہار آتا

جس کی مرضی خدا نہ ٹالے
میرا ہے وہ نام دار آتا

ہے ملکِ خدا پہ جس کا قبضہ
میرا ہے وہ کام گار آتا

سویا کئے نابکار بندے
رویا کئے زار زار آتا

یہ التجا یہ عام طور پر سلام کی شکل میں نظر آتی ہے۔ مثلاً اس مضمون کے بہت سے بند یا شعر نظر آئیں گے جس میں سفینے یا باد صبا سے کہا گیا ہے کہ جب تیرا گذر دیار طیبہ سے ہو تو نبی اکرم سے رو رو کر التجا کرنا اور ہم درد مندوں کا یہ پیغام پہنچانا کہ ہم ظلمت کدۂ ہند میں مظالم کے شکار ہیں کافر او مشرک ہمارا جینا حرام کئے ہوئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

سودا نے بھی اپنے نعتیہ قصیدے میں اسی طرح کے دکھ کا اظہار کیا تھا لیکن اسے لوگ بھلا چکے تھے۔ مولانا احمد رضا بریلوی نے اسے از سر نو زندہ کیا اور اس سو نے منظر کو جلا بخشی ؎

اک عمر کہ آوازۂ منصور کہن شد
من از سر نو جلوہ دہم دار و رسن را

آج مولانا احمد رضا بریلوی تمام جدید نعت گو شعراء کے پیش رو اور امام تصور کئے جاتے ہیں ان کی شاعری اور ان کی طرزیں ذہن جدید کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے

ہیں۔ آج کی جدید نعتیہ شاعری میں جو تنوع جو شگفتگی ہے وہ حضرت رضا بریلوی کے دم قدم سے فروغ پذیر ہے ؎

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دیے ہیں

کتابیات

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف	سن اشاعت	ناشر
۱	اردو میں نعتیہ شاعری	ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق	۱۹۷۶ء	اردو اکیڈمی سندھ کراچی
۲	نعتیہ شاعری کا ارتقاء	ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتحپوری	۱۹۸۸ء	فائن آفسیٹ پریس الٰہ آباد
۳	فقیہہ اسلام بحیثیت عظیم شاعر و ادیب	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	۱۹۹۱ء	ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۴	اردو کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر طلحہ رضوی برق	۱۹۷۴ء	دانش اکیڈمی آرہ، بہار
۵	نعت کے چند شعرائے متقدمین	ڈاکٹر سید شمیم گوہر	۱۹۸۸ء	خانقاہ حلیمیہ ابو العلائیہ الٰہ آباد
۶	تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ	مولٰنا عبد المجتبیٰ رضوی	۱۹۸۹ء	اکیڈمی قادریہ بنارس
۷	شعر اقبال	سید عابد علی عابد	۱۹۷۷ء	بزم اقبال لاہور
۸	ہماری شاعری معیار و مسائل	پروفیسر مسعود حسن ادیب	۱۹۷۱ء	کتاب نگر لکھنؤ
۹	عرفانِ رضا	ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان	۱۹۸۲ء	المجمع الاسلامی مبارکپور
۱۰	اردو میں قصیدہ نگاری	ڈاکٹر ابو محمد سحر		نسیم بک ڈپو لکھنؤ
۱۱	اردو رباعی	ڈاکٹر فرمان فتحپوری	۱۹۸۲ء	مکتبہ عالیہ لاہور
۱۲	قصیدۂ معراجیہ	پروفیسر نظام الدین بیگ		بزم اہلسنت کراچی
۱۳	حدائق بخشش	امام احمد رضا قادری	۱۹۸۵ء	رضوی کتاب گھر بھیونڈی
۱۴	کلامِ رضا کے نئے تنقیدی زاویے	عبد النعیم عزیزی	۱۹۹۰ء	الرضا اسلامک اکیڈمی بریلی
۱۵	امام شعر و ادب	وارث جمال بستوی	۱۹۷۸ء	حق اکیڈمی مبارکپور اعظم گڑھ
۱۶	مقدمۂ شعر و شاعری	الطاف حسین حالی	۱۹۶۹ء	مکتبہ جامعہ دہلی

نمبر شمار	اسمار کتب	مصنف	سن اشاعت	ناشر
۱۷	ذوق نعت	حسن رضا خاں بریلوی		اشرفی کتاب گھر سنبھل مراد آباد
۱۸	اردو ادب کی ایک صدی	ڈاکٹر سید عبداللہ		چمن بکڈپو دہلی
۱۹	چند شعرائے بریلی	ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب	۱۹۷۶ء	مرکز ادب شاہ گنج لکھنؤ
۲۰	سوانح اعلیٰ حضرت	مولانا بدرالدین احمد قادری	۱۹۸۴ء	مدرسہ گلشن رضا وضیاء بہار
۲۱	سرور القلوب	مفتی نقی علی خاں	۱۹۸۷ء	رضا اکیڈمی بمبئی
۲۲	سیرت اعلیٰ حضرت	حسنین رضا خاں قادری	۱۹۸۳ء	مکتبہ مشرق کاکر ٹولہ بریلی
۲۳	حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۴۱۰ھ	ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا بمبئی
۲۴	حیات امام اہلسنت	" " "	۱۹۸۵ء	مرکزی مجلس رضا لاہور
۲۵	آئینۂ رضویات حصہ دوم	" " "	۱۹۹۳ء	ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۲۶	محدث بریلوی	" " "	۱۹۹۳ء	" " " " " "
۲۷	حیات اعلیٰ حضرت	علامہ ظفر الدین بہاری	۱۹۹۲ء	مرکزی مجلس رضا لاہور و قادری بکڈپو بریلی
۲۸	حدائق بخشش تحقیقی اور ادبی جائزہ	علامہ شمس بریلوی	۱۹۷۶ء	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
۲۹	فقیہ اسلام	ڈاکٹر حسن رضا خاں	۱۹۸۱ء	اسلامک پبلی کیشن سنٹر پٹنہ
۳۰	اندھیرے سے اجالے تک	علامہ عبدالحکیم شرف قادری	۱۹۸۵ء	مرکزی مجلس رضا لاہور
۳۱	قرآن سائنس اور امام احمد رضا	پروفیسر مجید اللہ قادری	۱۹۸۹ء	ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۳۲	قصیدہ نگاران اترپردیش	علی جواد زیدی	۱۹۸۳ء	اردو اکیڈمی اترپردیش لکھنؤ
۳۳	مجدد اسلام	مولانا نسیم بستوی		نوری بکڈپو ہمایوں باغ کانپور
۳۴	اکرام امام احمد رضا	مفتی محمد برہان الحق	۱۹۹۰ء	مجلس العلماء مظفرپور بہار
۳۵	گناہ بے گناہی	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۹۸۲ء	مرکزی مجلس رضا لاہور
۳۶	تجلیات نوری	اقبال احمد قادری	۱۴۱۰ھ	بزم حامد رضا کراچی

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف	سن اشاعت	ناشر
۳۷	عاشق رسول	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۹۸۲ء	مرکزی مجلس رضا لاہور
۳۸	مفتی اعظم ہند	عبد النعیم عزیزی	۱۹۸۱ء	اختر رضا بکڈپو بریلی
۳۹	تذکرہ رضا	علامہ محمد احمد مصباحی		حق اکیڈمی اعظم گڈھ
۴۰	مفتی اعظم اور ان کے خلفاء	شہاب الدین رضوی	۱۴۱۰ھ	رضا اکیڈمی بمبئی
۴۱	الشیخ احمد رضا خاں بریلوی (عربی)	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۹۹۱ء	ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۴۲	الاستمداد علی جیال الارتداد	امام احمد رضا قادری	۱۴۰۸ھ	قادری بکڈپو بریلی
۴۳	امام احمد رضا اور عالمی جامعات	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۹۹۰ء	رضا انٹرنیشنل اکیڈمی صادق آباد
۴۴	تاریخ نعت گوئی میں حضرت رضا بریلوی کا منصب	شاعر لکھنوی	۱۹۷۹ء	مرکزی مجلس رضا لاہور
۴۵	الملفوظ (امام احمد رضا)	مفتی اعظم ہند بریلوی		نورانی پریس کانپور
۴۶	فوز مبین در رد حرکت زمین	امام احمد رضا قادری		ماہنامہ سنی دنیا بریلی
۴۷	امام احمد رضا اور علم حدیث	مولانا محمد حنیف احمد	۱۹۸۰ء	مرکزی مجلس رضا لاہور
۴۸	فاضل بریلوی اور تحریک ترک موالات	ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۱۹۷۲ء	مرکزی مجلس رضا لاہور
۴۹	محاسن کنز الایمان	شیر محمد خاں اعوان	۱۹۸۳ء	〃 〃 〃 〃
۵۰	امام احمد رضا دنیائے صحافت میں	آر بی مظہری	۱۹۸۳ء	〃 〃 〃 〃
۵۱	فتاوی رضویہ کا موضوعاتی جائزہ	پروفیسر مجید اللہ قادری	۱۹۸۸ء	ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
۵۲	معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین	امام احمد رضا قادری	۱۹۸۰ء	مرکزی مجلس رضا لاہور

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنف	سن اشاعت	ناشر
۵۳	تنقیدی اشارے	پروفیسر آل احمد صدیقی		مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ
۵۴	کلیاتِ اقبال	علامہ اقبال		پروگ بکڈپو دہلی
۵۵	تذکرۂ اکابر اہلسنت پاکستان	محمد عبدالحکیم شرف قادری	۱۹۸۹ء	مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
۵۶	تذکرۂ علمار اہلسنت	محمود احمد قادری	۱۳۹۱ھ	خانقاہ قادریہ اشرفیہ اسلام آباد مظفر پور
۵۷	انوار رضا	لطیف احمد چشتی	۱۳۹۷ھ	شرکت حنفیہ لمیٹڈ لاہور
۵۸	کلامِ رضا	نظیر لدھیانوی	۱۹۸۲ء	المجمع الاسلامی مبارکپور
۵۹	فتاویٰ رضویہ ج ۶	امام احمد رضا قادری	۱۹۸۱ء	سنی دارالاشاعت مبارکپور اعظمگڈھ
۶۰	" " جلد ہشتم	" " "	۱۹۸۲ء	" " " "
۶۱	حدائق بخشش حصہ سوم	" " "		رضوی کتب خانہ بریلی
۶۲	امام احمد رضا ایک فاضل المحدث کی نظر میں	ڈاکٹر محی الدین الوائی	۱۴۰۳ھ	مرکزی مجلس رضا لاہور
۶۳	اقبال واحمد رضا	راجا رشید محمود	۱۹۸۲ء	اعجاز بکڈپو کلکتہ
۶۴	اعلیٰحضرت کی شاعری پر ایک نظر	سید نور محمد قادری	۱۳۹۵ھ	مرکزی مجلس رضا لاہور
۶۵	سفینۂ بخشش	علامہ اختر رضا ازہری		ماہنامہ سنی دنیا بریلی
۶۶	ایمان کی خوشبو	یوسف ضمیر	۱۹۸۸ء	ذاکر بک سنٹر کلکتہ
۶۷	والضحیٰ	بیکل اتساہی		اے ون آفسیٹ پریس دہلی
۶۸	خیابانِ رضا	محمد مرید احمد چشتی	۱۹۸۲ء	عظیم پبلی کیشنز لاہور
۶۹	فرش پر عرش	محدث اعظم ہند		رضوی کتاب گھر بھیونڈی
۷۰	انتخاب کلام نوری	محمد انور علی رضوی		مکتبۃ المصطفیٰ بریلی
۷۱	عقیدت کے پھول	محمد عثمان عارف نقشبندی		بیدل اکیڈمی بیکانیر راجستھان

۷۲	شرح مثنوی رداشالیہ	علامہ محی الدین قادری		ناظم پریس رامپور
۷۳	چمن زار ایماں	شاد فیض آبادی		مکتبہ اہلسنت فیض آباد

مجلات ورسائل

۷۴	ماہنامہ نقوش، رسول نمبر جلد دہم	جنوری	۱۹۸۴ء	ادارہ فروغ اردو لاہور
۷۵	ماہنامہ قاری، امام احمد رضا نمبر	اپریل	۱۹۸۹ء	ماہنامہ قاری، مٹیا محل، دہلی
۷۶	ماہنامہ حجاز (لندن)	مارچ	۱۹۸۸ء	لندن
۷۷	سنی دنیا	اگست	۱۹۹۲ء	محلہ سوداگران، بریلی
۷۸	حجاز جدید۔ مفتی اعظم نمبر	ستمبر، اکتوبر	۱۹۹۲ء	دہلی
۷۹	استقامت۔ مفتی اعظم ہند نمبر	مئی	۱۹۸۳ء	کانپور
۸۰	ماہنامہ اعلیحضرت ریحان رضا یادگار نمبر	دسمبر	۱۹۸۵ء	بریلی
۸۱	مہر وماہ	ستمبر	۱۹۹۰ء	لاہور
۸۲	سنی دنیا	جنوری	۱۹۹۰ء	بریلی
۸۳	ماہنامہ، اشرفیہ	اکتوبر	۱۹۸۵ء	مبارکپور
۸۴	ماہنامہ قاری	جولائی	۱۹۹۱ء	دہلی
۸۵	ماہنامہ اشرفیہ	اپریل	۱۹۷۵ء	مبارکپور
۸۶	ماہنامہ حجاز جدید	اگست	۱۹۸۹ء	دہلی
۸۷	ماہنامہ قاری	جون	۱۹۸۷ء	دہلی
۸۸	تاجدارِ کائنات	نومبر	۱۹۸۲ء	رامپور

۸۹	〃 استقامت	کانپور	فروری مارچ	۱۹۸۲ء
۹۰	〃 اعلیٰ حضرت	بریلی	فروری	۱۹۷۹ء
۹۱	〃 〃 〃	〃	دسمبر	۱۹۸۴ء
۹۲	〃 قاری	دہلی	فروری	۱۹۸۹ء
۹۳	〃 اعلیٰ حضرت	بریلی	مارچ	۱۹۷۳ء
۹۴	〃 قاری	دہلی	جون	۱۹۸۸ء
۹۵	〃 اعلیٰ حضرت	بریلی	دسمبر	۱۹۷۵ء
۹۶	〃 〃 〃	〃	جون	۱۹۷۶ء
۹۷	فکر و نظر دششماہی	اسلام آباد	جولائی	۱۹۹۰ء
۹۸	مجلہ کانفرنس امام احمد رضا	کراچی		۱۹۹۰
۹۹	〃 〃 〃 〃	〃		۱۹۹۲ء
۱۰۰	ماہنامہ اعلیٰ حضرت	بریلی	مئی	۱۹۸۶ء
۱۰۱	〃 حجاز جدید	دہلی	فروری	۱۹۹۲ء
۱۰۲	〃 اعلیٰ حضرت	بریلی	مارچ	۱۹۸۹ء
۱۰۳	〃 سنی دنیا	〃	〃	۱۹۹۱ء
۱۰۴	〃 قادریہ	〃	اگست	۱۹۹۱ء
۱۰۵	〃 سنی دنیا	〃	اکتوبر	۱۹۹۱ء
۱۰۶	〃 استقامت ڈائجسٹ	کانپور	فروری	۱۹۸۴ء
۱۰۷	〃 مہر و ماہ	لاہور	جولائی	۱۹۹۰ء
۱۰۸	〃 استقامت (انگریزی)	کانپور	اپریل	۱۹۸۹ء
۱۰۹	معارفِ رضا	کراچی		۱۹۸۲ء

نمبر	رسالہ	ادارہ	سن
۱۱۰	معارفِ رضا	ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی	۱۹۸۳ء
۱۱۱	〃 〃	〃	۱۹۸۴ء
۱۱۲	〃 〃	〃	۱۹۸۶ء
۱۱۳	〃 〃	〃	۱۹۸۷ء
۱۱۴	〃 〃	〃	۱۹۸۸ء
۱۱۵	〃 〃	〃	۱۹۸۹ء
۱۱۶	〃 〃	〃	۱۹۹۰ء
۱۱۷	〃 〃	〃	۱۹۹۱ء
۱۱۸	〃 〃	〃	۱۹۹۲ء
۱۱۹	〃 〃	〃	۱۹۹۳ء

مسلکِ سلفِ صالحین
تائید مذہب حنفی
تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ
ناشر
فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور